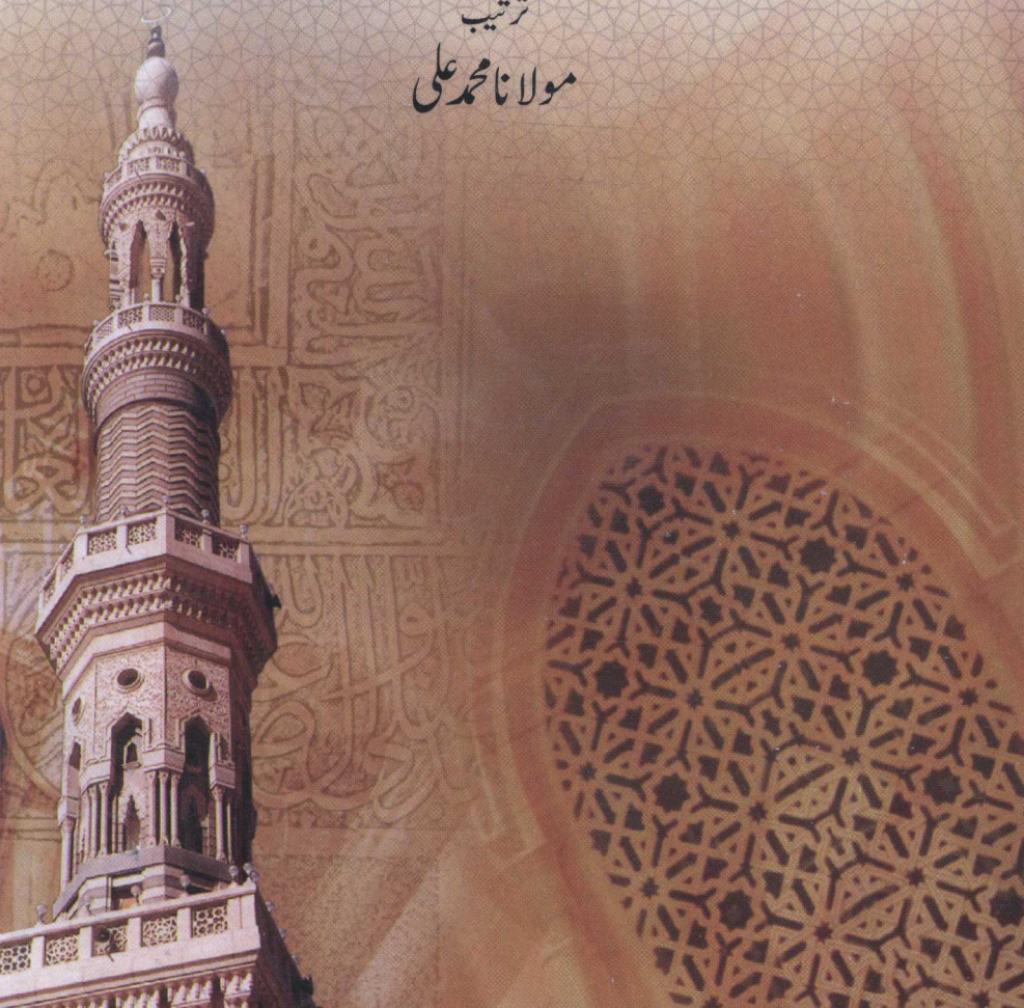


مسجد کی آبادی کی محنت

حضرت مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم

ترتیب
مولانا محمد علی



ادارہ ©

اس کتاب کی نقل کرنے یا طبع کرنے کے ارادے سے کسی بھی صفحہ یا الفاظ کا استعمال، ریکارڈ گک،
فوٹو کاپی کرنے یا کسی دوسرے طریقے سے اس کا عکس لینے اور اس میں دی ہوئی کسی بھی معلومات کو
محفوظ کرنے کے لئے ناشر کی تحریری طور پر اجازت لینا ضروری ہے۔

نام کتاب: مسجد کی آبادی کی محنت

افادات: حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی دامت برکاتہم

ترتیب: مولانا محمد علی

زیر گرانی: رضوان ظہیر خان (سابق ممبر آف پارلیمنٹ)

Masjid Ki Aabadi Ki Mehnat



9788171015832 00000

باہتمام: محمد یونس

اشاعت: ۲۰۱۲ء

TP-083-12

ISBN: 81-7101-583-2

Published by Mohammad Yunus for
IDARA IMPEX

D-80, Abul Fazal Enclave-I, Jamia Nagar
New Delhi-110 025 (India)

Tel.: 2695 6832 Fax: +91-11-6617 3545

Email: sales@idaraimpex.com

Visit us at: www.idarastore.com

Designed & Printed in India

Typesetted at: DTP Division

IDARA ISHA'AT-E-DINIYAT

P.O. Box 9795, Jamia Nagar, New Delhi-110025 (India)

اپنی بات

محترم عزیزو! مسلمانوں کی ایک چوک نے ہم مسلمانوں کو ناکام بنا رکھا ہے۔ ہم سب کی وہ چوک درست ہو جائے، یہ کتاب اسی لیے لکھی گئی ہے۔

اب رہی بات یہ، کہ آخر مسلمانوں سے کیا چوک ہو گئی؟ تو چوک یہ ہو گئی، کہ ہم مسلمانوں کے اندر سے ایمان کے سیکھنے اور ایمان کے سکھلانے کا رواج ختم ہو گیا ہے۔ آج مسلمانوں نے سب کچھ سیکھا، پر ایمان کو نہ سیکھا اور صحابہ کرام فرماتے ہیں، کہ ہم نے سب سے پہلے ایمان سیکھا، پھر قرآن کو سیکھا۔ آج امت ایمان کو سیکھے بغیر، نمازوں سے اور دیگر اعمالی محمدی سے فائدہ حاصل کرنا چاہ رہی ہے، جو ناممکن ہے۔ کتاب میں درج واقعات اور احادیث کو مسلمان، دعوت میں اور اپنے غور و فکر میں لا کر اپنے اندر اللہ سے ہونے کا گمان پیدا کر لیں، تاکہ مسلمانوں کے کام دعاویں کے راستے سے بننے لگیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ سے کام بنوانے کا راستہ گمان ہے ”آنَا عِنْدِ ظَنِّ عَبْدِي بِي“، ”اللَّهُ تَعَالَى فَرَمَّا تَحْتَهُ“ کہ میرا بندہ مجھ سے جیسا گمان کرے گا، میں اس کے ساتھ دیساہی معاملہ کروں گا۔ اگر انسان کے اندر مال سے ہونے کا گمان ہے، تو اس کا کام مال سے ہوگا اور اگر دنیا میں پھیلی ہوئی چیزوں اور سامان سے کام ہونے کا گمان ہے، تو اس راستے سے ہوگا۔ اس گمان کا نقصان یہ ہے، کہ آدمی کے اندر جس چیز سے ہونے کا گمان ہوگا، وہ اسی چیز کا محتاج ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؐ کے اندر صرف اور صرف اللہ ہی سے ہونے کا گمان پیدا کرایا تھا، جس کی وجہ سے صحابہؐ کے اندر اللہ کی محتاجی تھی، کہ ہر وقت ہر آن ہر لمحہ وہ اپنے آپ کو اللہ کا محتاج سمجھتے تھے۔

وہ صحابہؓ والی بات اور صحابہؓ والا گمان، ہم مسلمانوں کے اندر پیدا ہو جائے اس کے لیے جس طرح سے حضرات صحابہ کرام نے مسجد کو آباد کرنے والی محنت کی تھی، ہم مسلمانوں کو بھی ”مسجد کی آبادی کی محنت“ میں سب سے پہلے ایمان کو سیکھنا پڑے گا، وہ بھی اس طرح سے جس طرح سے حضرت مولانا محمد سعد صاحب دامت برکاتہم فرمائے ہیں۔ اس لیے حضرت مولانا کا بیان جو کتاب میں درج کیا جا رہا ہے، یہ ایمان کو سیکھنے میں ہماری مدد کرے گا، مسجد کو آباد کرنے والی محنت کے ساتھ ہم سب کو کتابوں میں درج باتوں کو اپنی روزمرہ کی بات چیت میں لانا پڑے گا، ہر جگہ نصرت کے واقعات اور غیری نظام کی باتیں سنانی ہے اور اتنی سنانی ہے، کہ یہ چیز رواج میں آ جاوے۔

اس لیے کمیرے دوستو! ایمان نہ سیکھنے کی وجہ سے، انسان امتحان کی چیزوں سے اطمینان حاصل کرنا چاہتا ہے۔ جب کہ اطمینان کا حاصل ہونا اللہ تعالیٰ نے جسم کے صحیح استعمال پر رکھا ہے۔ ہمارے جسم کے اعضاء اللہ تعالیٰ کی مرضی پر ان کے حکموں پر استعمال ہونے لگیں۔ کہ آنکھ، کان، زبان، دماغ، ہاتھ، پیر اور شرمنگاہ حرام سے فیج جائے۔ اس کے لیے مسجدوں میں ایمان کے حلقة لگا کر اللہ کی ذات اور اس کی صفات کا یقین پیدا کرنا پڑے گا۔

میرے دوستو! آج مسلمان حلال کمانے کے باوجود حلال کھانے کے باوجود اور حلال پہننے کے باوجود حرام بول رہا ہے، حرام دیکھ رہا ہے، حرام سن رہا ہے اور حرام سوچ رہا ہے۔ ایمان کو نہ سیکھنے ہی کی یہ وجہ ہے، کہ آج ہم اپنے ایمان سے بے پرواہ ہیں، اگر ہمیں ایمان کی پرواہ ہوتی تو ہم حرام سے فیج رہے ہوتے، اس لیے کہ مسلم شریف ہی حدیث ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”کہ جب کسی مومن سے گناہ کبیرہ ہو جاتا ہے، تو ایمان کا نور اس کے دل سے نکل کر اس کے سر پر سایہ کر لیتا ہے، جب تک وہ توبہ نہیں کرتا، وہ نور اس کے جسم میں واپس نہیں آتا ہے۔“

اب ہمیں یہ کیسے پتہ چلے کہ گناہ کبیرہ کیا ہے؟ اس لیے گناہ کبیرہ کی فہرست کتاب کے آخر میں درج کی جا رہی ہے۔ آپ حضرات اسے دیکھ کر عمل میں لاویں۔

رضوان ظہیر خان

❖ پیان ❖

”حضرت مولانا سعد صاحب“

۶ دسمبر ۲۰۰۹ء بروز: التوار صبح: ۱۰ بجع

مقام: ایٹ کھیڑا، بھوپال (عمومی بیان)

﴿إِنَّمَا يَعْمَلُ مَسَاجِدُ اللَّهِ مَنْ أَمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَاتَّقَىَ الرَّزْكَ وَهُوَ لَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهُ فَعَسْنَى أُولُئِكَ أَنَّ يَكُونُوا مِنَ الْمُهَمَّدِينَ﴾ (توبہ: ۱۸)

کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ اجتماع میلا بن کر رہ جائے

میرے دوستوں بزرگوں! ہر سال کے اجتماع کا یہاں (بھوپال میں) ایک معمول بن گیا ہے، ایسا نہ ہو کہ کہیں، ہم رواج کی طرف جا رہے ہوں۔ مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے کہ اس کام میں لگنے والوں کی اگر ظہر اور عصر کی نمازوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے تو پھر کام کرنے والا ترقی لی پر ہے، ترقی پر نہیں۔ اگر ظہر اور عصر کے درمیان فرق ہے تو اس کام میں چلنے والا ترقی کر رہا ہے۔ ظہر، عصر کی نماز کا فرق اس کام میں صرف نماز میں ہی نہیں دیکھنا ہے بلکہ پوری زندگی میں دیکھنا ہے کہ ظہر کے بعد عصر پڑھنے کے درمیان زندگی کیسے گزی؟ اس لیے یہ غور کرو، کہ

ہم نے اس کام سے اب تک کیا کمایا؟ اور
ہمارے اندر کیا تبدیلی آئی؟

کہیں ایسا نہ ہو، کہ یہ اجتماع میلا بن کر رہ جائے۔

ہمارا جمع ہونا، نبوت اور دعوت کی نسبت پر ہے

میرے دوستوں! ہمارا جمع ہونا تو بڑی عالی نسبت پر ہے، کہ دعوت نبوت کی نسبت ہے، اس سے بڑی کوئی نسبت اللہ نے پیدا ہی نہیں کی ہے۔ کہ جس کام کے لیے نبیوں کا انتخاب کیا

جائے، اس کام سے بڑا کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ تو ہمارا جمع ہونا بڑی اور پچی نسبت پر ہے۔ جس نسبت پر ہم جمع ہوئے ہیں اسی نسبت پر ہمارا بکھرنا بھی ہو۔ اگر ہمارا بکھرنا اس نسبت کے علاوہ ہے تو ہمارا جڑنا بھی اس نسبت پر نہیں ہو گا کہ ہمارا جمع ہونا نبوت اور دعوت کی نسبت پر ہے۔ یہ ہمارے جڑ نے اور جمع ہونے کی وجہ ہے۔ اس لیے یہ بات سب کے خیال میں رہے کہ یہ عبادت کی اور ذکر کی وہ مجلس ہے، جس کو فرشتوں نے اپنے پروں سے آسمان تک خدا کی قسم! گھیرا ہوا ہے۔ ہمیں فرشتے نظر نہیں آ رہے پر یہ بات پچی اور پکی ہے اس لیے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی خبر ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ اللہ نے ہمارے امتحان کے لیے ان فرشتوں کو ہماری نظر سے چھپا یا ہوا ہے۔ ورنہ یہ بات بالکل حق ہے کہ اس وقت فرشتوں نے آسمان تک ہم سب کو اپنے پروں سے ڈھکا ہوا ہے۔ یہ ذکر کی مجلس ہے اس مجلس میں بیٹھنے کا وہ احترام ہونا چاہیے، جس طرح نماز میں تشهد میں بیٹھنے والوں کی کیفیت ہوتی ہے۔

دعوت ہو۔

تبیخ ہو۔

تعلیم ہو۔

یہ سب ذکر کی مجلسیں ہیں اور ذکر کی مجلس کی خیلت سے ہے کہ اگر ذکر اجتماعی کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا ذکر فرشتوں کے اجتماعی ماحول میں کرتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ کا ذکر تہائی میں کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کو خود یاد فرماتے ہیں۔

بیٹھ کر بات کا سنا کسی تبدیلی کا ذریعہ بنے، ورنہ

تقریر میں اور بیان، یہ دعوت کا مزاج ہی نہیں ہے

اس لیے میرے عزیز و دوستو! مجھے عرض کرنا ہے کہ پورا جمع متوجہ ہو کر یکسوئی سے اور احترام سے اپنے آپ کو عبادت میں یقین کرتے ہوئے بیٹھنے۔ تاکہ بیٹھ کر بات کا سنا کسی تبدیلی کا ذریعہ

بنے، ورنہ تقریریں اور بیان، یہ دعوت کا مزاج ہی نہیں ہے۔ کہ دعوت کا تقاضا یہ ہے کہ اسلام کی نسبت پر جمع ہونا اور اسلام کی نسبت پر بکھرنا۔ اس لیے بات کو بہت دھیان کے ساتھ مننا۔ جو بات سنو وہ عمل کے ارادے سے ہو اور پھر اس کی دعوت دو۔ کیوں کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جو دعوت اور عمل دونوں کام برابر کرے گا، اس سے اچھا اسلام کسی کا نہیں ہوگا۔

﴿وَمَنْ أَحْسَنْ فَوْلَأَتْمَنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّمَا مَنْ

الْمُسْلِمُونَ﴾

علماء نے لکھا ہے کہ دعوت اور عمل دونوں اکٹھا جمع کرنا دین کو سب سے اچھا بنادیتا ہے۔ میری بات سمجھنا آپ حضرات کے لیے تھوڑا مشکل کام ہو گا پر مجھے یہ اس لیے کہنا پڑا ہے تاکہ ہمارے مجھ کے اندر دعوت کے اعتبار سے قوت آئے، پختگی آئے۔ کہ

کیوں دعوت دی جائے؟

کیوں تعلیم کی جائے؟

کیوں نقل و حرکت کو امت میں زندہ کیا جائے؟

کیا وجد ہے اس کام کے کرنے کی؟

اس لیے میں یہ بات عرض کر رہا ہوں کہ اسلام میں حسن لانے کا راستہ ہی یہی ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ خود فرمائے ہیں کہ اس سے اچھا اسلام کسی کا ہو، ہی نہیں سکتا جو دعوت دیتے ہوئے عمل کرے۔ ہمارے دعوت دینے کی بنیاد یہی ہے، صرف دوسروں کی اصلاح مقصود نہیں ہے بلکہ دعوت کے ذریعہ اپنا تعلق اللہ کے ساتھ بڑھانا اور اپنی عبادت میں کمال پیدا کرنا ہے، یہ دعوت دینے کی وجہ ہے۔

اس لیے میرے دوستوں، بزرگوں، عزیزوں! یہ بنیاد حقیقی پختہ اور مضبوط ہوگی، اتنی ہی اسباب تربیت، اسباب ہدایت، امت میں عام ہوگی۔ کیوں کہ دین پر استقامت اور ہر قسم کے باطل سے نکلا کر دین کی حفاظت کا صرف یہی راستہ ہے کہ امت مسلہ سو فیصد اپنے دین کی دعوت پر قائم ہو جائے۔ اگر

امت نے دوسروں کو دعوت دینی چھوڑ دی، تو امت بہت قریب اس خطرے میں ہے، انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی کہ امت اپنے دین کی دعوت کو چھوڑنے سے باطل کی دعویٰ ہو جائے۔

امت دعوت چھوڑ دے گی تو پھر یہ باطل کی دعویٰ ہونے لگے گی

میں آپ حضرات سے حضرت[ؐ] کی باتیں نقل کر رہا ہوں۔ حضرت فرماتے تھے، کہ جب یہ امت دعوت چھوڑ دے گی تو پھر یہ امت باطل کی طرف دعویٰ ہونے لگے گی۔ کیوں کہ امت دو حال میں سے ایک کو اختیار کرے گی کہ یا تو یہ داعی ہو گی یا مدعو ہو گی یعنی یا کوئی ہمیں دعوت دے رہا ہو گایا ہم کسی کو دعوت دے رہے ہوں گے۔ اپنے دین پر استقامت کا اور اپنے دین کی حفاظت کا، اس کی استعداد امت میں اس وقت تک رہی، جب تک یہ اپنے دین کی دعوت پر مجتمع تھی۔

اس لیے دل کی گہرائیوں سے اس بات کو سمجھنا ہو گا کہ امت کے کسی بھی زمانے میں، کسی بھی قسم کے خسارے سے نکلنے کا دعوت کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے کہ امت کا آخر اس وقت نہیں سدھرے گا، جب تک امت وہ نہ کرے جو امت کے پہلوں نے کیا تھا۔ اگر ہم امت کے خسارے سے نکلنے اور حالات کے حال کے لیے، اس کام سے ہٹ کر کوئی بھی راستہ سوچیں تو یہ ہماری سوچ، نبوت کی سوچ سے مختلف ہو گی۔ اور یہ ہماری سوچ مختلف ہی نہیں ہو گی بلکہ ہمارا راستہ ہی بدل دے گی، ہم یہ سمجھیں گے کہ صحابہؓ نے جو کام اپنے زمانے میں کیا تھا وہ اور کام تھا اور ہم جو یہ کام کر رہے ہیں، یہ اور کام ہے۔

اس لیے بہت ہی دھیان اور توجہ سے میری بات سنو! میرا دل یہ چاہتا ہے، اگر تین دن لگانے والا بھی اس کام کے ساتھ ہو تو اس کام کے ساتھ اس کے دل کا یقین یہ ہو کہ

ترتیبیت کا

توجہ کا

ہدایت کا

اور اللہ کی ذات کے ساتھ تعلق کے پیدا کرنے کا یہی راستہ ہے۔ اگر اس یقین میں ذرا

بھی کمی آئی، تو اعمالِ دعوت کی تاثیر اور اعمالِ دعوت سے فائدہ نہیں اٹھا سکے گا۔ حضرتؐ فرماتے تھے، کہ اس کام سے مناسبت کی علامت یہ ہے کہ جس دن کوئی دعوت کا عمل چھوٹ جائے، اس دن اس کو اپنے عبادت میں ایسا ضعف محسوس ہو، ایسی کمزوری محسوس ہو، جس طرح دعوت کے غذا نہ ملنے سے جسمانی کمزوری محسوس ہوتی ہے۔ کہ اعمالِ دعوت، عبادت کے لیے اس طرح طاقت کا ذریعہ ہے، جس طرح جسمانی غذا جسم میں قوت پہنچانے کا ذریعہ ہیں۔ یہ ہمارے دل کا یقین ہوتا چاہیے اور یہی بات ہم اپنے سارے بیان کرنے والوں سے،

گشٹ کرنے والوں سے،

مشورے کرنے والوں سے،

ملاقاً تین کرنے والوں سے،

ذرا کرے کرنے والوں سے،

یہ بات ہم ان سب سے کھلونا چاہتے ہیں کہ

ہمارا اس کام کے ساتھ یقین کیا ہے؟

ہمارا گشٹ کس یقین پر ہو رہا ہے؟

میراً تعلیم میں بیٹھنا کس یقین پر ہو رہا ہے؟

کہ تبلیغ کے پروگرام کی بنیاد پر ہے یا تربیت اور ہدایت کے یقین پر ہے؟

”امت“ یا تو امتِ اجابت ہو گی یا امتِ دعوت ہو گی

جب یہ امت دعوت چھوڑ دے گی تو پھر یہ امت باطل کی طرف مدعو ہونے لگے گی

اس لیے میرے عزیز دوستوں! میں یہاں بہت ہی بنیادی باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے

دل کی گہرائیوں میں یہ بات اتری ہوئی ہو کہ چاہے امتِ اجابت ہو یا امتِ دعوت ہو (یعنی مسلمان

ہوں یا مسلمان کے علاوہ ساری اقوام ہوں) اس سب کے قسم کے خسارے سے نکلنے کا سوائے دعوت

اللہ کے کوئی راست نہیں ہے۔ اللہ رب العزت نے قرآن میں یہ بات قسم کھا کر فرمادی،

﴿وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي حُسْرٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾

وَتَوَاصُوا بِالْحَقِّ وَتَوَاصُوا بِالصَّبْرِ

”کہ ساری کی ساری انسانیت خسارے میں ہے، خسارے سے نکنے اور خسارے سے نکنے کے صرف چار اسباب ہیں۔ یہ چار اسباب آپس میں برابر کی اہمیت رکھتے ہیں، یہ نہیں کہا جائے گا کہ ان خسارے سے نکلنے کے لیے کون سا سبب، زیادہ ضروری ہے، کون سا سبب کم ضروری ہے۔ یہ چار اسباب خسارے سے نکلنے کے لیے، بالکل ایسے ہیں، جس طرح انسان کے لیے آگ

ہوا

پانی اور

غذا ضروری ہیں۔

اسباب نجات چار چیزیں ہیں

اس سے کہیں زیادہ ضروری خسارے سے نکلنے کے لیے، یہ چار اسباب ہیں۔ کہ ان کے بغیر زندگی کی کوئی گاڑی نہیں چلے گی۔ اس بات کو اللہ نے قسم کھا کر فرمادیا کہ ساری کی ساری انسانیت خسارے میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو چار کام کریں۔

﴿إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصُوا بِالْحَقِّ وَتَوَاصُوا بِالصَّبْرِ﴾

(۱) ایمان لائے، یہ پہلا کام۔

(۲) اعمالی صالح کریں۔

(۳) دوسروں کو ایمان پر آمادہ کریں۔

(۴) دوسروں کو اعمالی صالح پر بھی آمادہ کریں۔

یہ چاروکام کرنے والے ہی نجات پائیں گے، کہ ایمان لائیں، اعمالی صالح کریں، اور دوسروں کو ایمان اور اعمالی صالح پر آمادہ بھی کریں۔ اسباب نجات صرف دو نہیں ہے کہ ایمان لائے اور اعمالی صالح کریں، بلکہ اسباب نجات چار چیزیں ہیں۔

﴿إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصُوا بِالْحَقِّ وَتَوَاصُوا بِالصَّبْرِ﴾

- (۱) ایمان۔
 - (۲) اعمال صالح۔
 - (۳) تواصُوْبِ الْحَقَّ
 - (۴) تواصُوْبِ الصَّبَرْ
- یہ چار چیزیں مل کر اس باب نجات ہیں۔

تمام شکلؤں کو لات ماری صرف اپنے دین کی حفاظت کے لیے میرے عزیز دوستو اور بزرگو! ہم امت کے ہر فرد کو، دعوت پر پاس لیے لانا چاہتے ہیں، تاکہ یہ اپنے دین کی دعوت سے اپنے دین پر قائم رہے۔ کیوں کہ دین پر استقامت، دین کی دعوت سے باقی رہتی ہے۔ ہمیں یہ اندازہ ہو کہ صحابہ کرام کو اس زمانے جو چیزیں پیش کی گئیں، وہیں چیزیں آج پوری دنیا میں مسلمانوں کو پیش کی جاتی ہیں۔ ان تمام شکلؤں کو لات ماری صرف اپنے دین کی حفاظت کے لیے اور محمد ﷺ کے کسی ایک بھی طریقہ سے ہٹنے کے لیے تیار نہ ہوئے۔ عبد اللہ بن حداوہؓ کو قید کیا گیا اور روم کے بادشاہ نے انھیں نصرانیت کی دعوت دی کہ آپ عیسائی ہو جائیں تو میں اپنی آدمی بادشاہی آپ کو دے دوں گا۔ عبد اللہ بن حداوہؓ نے فرمایا، کہ تمہاری آدمی بادشاہت نہیں تیری پوری بادشاہت اور اس کے علاوہ کی ساری بادشاہت بھی اگر مجھے ملے تو میں پلک جھپکنے کے برابر بھی محمد ﷺ کے کسی ایک طریقے کو بھی چوڑنے کے لیے تیار نہیں۔ روم کے بادشاہ نے انھیں گرم پانی میں ڈالنے کی تدبیر کی، تو عبد اللہ بن حداوہؓ پانی دیکھ کر روئے۔ بادشاہ نے یہ سمجھا کہ یہ گھبرا گئے، تو بادشاہ نے پھر ان سے کہا کہ تم نصرانی ہو جاؤ، یہ سن کر انہوں نے پھر انکار کر دیا اور فرمایا کہ میرے رونے کی وجہ یہ ہے کہ میں اللہ کو ایک جان کیا پیش کروں، میں تو اپنی جان کی حقارت پر رورہا ہوں نہ کہ جان کی محبت میں رورہا ہوں۔ اگر میرے پاس میرے جسم کے بالوں کے بقدر جانیں ہو تو میں تو میں ایک ایک کر کے سب اللہ کے لیے قربان کرتا۔

یہ واقعات تو ہم سنتے ہیں، لیکن ہم نے کبھی یہ غور نہیں کیا صحابہ کے اندر یہ استعداد کیسے پیدا

ہوئی؟ آج امت کی یہ صلاحیت کیوں ختم ہو گئی؟ اس کی کیا وجہ ہے؟
میرے عزیز دوستو اور بزرگو!

یہ وہ دعوت ہے جو اس امت کے ذمہ فرض عین ہے

میں مغالطہ کے طور پر نہیں عرض کر رہا ہوں بلکہ تاریخ اس کی گواہ ہے کہ جب امت دعوت الی اللہ چھوڑ دے گی تو سب سے پہلی جو مسلمانوں کو کمزوری پیدا ہو گی، وہ یہ کہ اپنے دین کو ہلاکا سمجھنے اور اپنے دین کو دنیا کے بد لے نیچ دے گی، یہ صرف دعوت کے چھوڑنے کا نتیجہ ہوتا ہے، کہ جب امت اجتماعی طور پر دعوت الی اللہ کو چھوڑ دیتی ہے تو ایسا ہوتا ہے۔ اس لیے یہ بات بھی ہمیں سمجھنی چاہیے کہ دعوت الی اللہ امت کا اجتماعی فریضہ ہے، جس طرح نماز اجتماعی فریضہ ہے، یہ انفرادی فریضہ نہیں ہے۔ یہ وہ دعوت ہے جو اس امت کے ذمہ فرض عین ہے، فرض کفایہ نہیں ہے۔ میرا یہ بات کہنا آپ کو عجیب سالگ رہا ہو گا، کیوں کہ ذہنوں میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ یہ تبلیغی جماعت ہے، جو امت کی اصلاح کا کام کر رہی ہے، پر ایسا نہیں ہے۔ اس کام میں لوگوں کا اجتماعی طور پر شریک نہ ہونا، اور اس کام کو نہ کرنا اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ امت اس کام کو فرض کفایہ سمجھتی ہے۔ کہ بھلائی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا، بیشک اچھا کام ہے، اگر اسے ایک جماعت کر لے تو باقی کی طرف سے ذمہ داری ادا ہو جاتی ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہے، بلکہ دعوت فرض عین ہے، فرض کفایہ نہیں ہے۔ فرض کفایہ وہ دعوت ہوتی ہے، جو دوسروں کے لیے کی جائے۔ جیسے

جنازے کی تکفین،

اس کی تدفین،

اس کی نماز

یہ فرض کفایہ ہے، کہ معاملہ دوسرے کا ہے۔ دوسروں کی اصلاح کے لیے دعوت دینا بھی فرض کفایہ ہے کہ اگر کوئی جماعت ایسی ہو، جو لوگوں کو بھلائی کا حکم کرے اور برائی سے روکے، تو یہ فریضہ ادا ہو جائے گا، یہ میں فرض کفایہ کی بات کر رہا ہوں۔ لیکن یہ کام فرض کفایہ نہیں ہے، بلکہ

فرض عین ہے، کیوں کہ دعوت خود اپنی ذات کے لیے ہے۔ ہاں دوسروں کو بھی اس سے نفع ہو جائیگا، پر یہاں ہر ایک کی محنت خود اس کی اپنی ذات کے لیے ہے۔

﴿وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ﴾ [العنکبوت - ۶]

یقین کے بننے کا راستہ دعوت ہی ہے

کہ ہر ایک کی دین کی محنت خود اس کی اپنی ذات کے لیے پہلے ہے۔ کہ ایمان کا سیکھنا فرض کفایہ نہیں ہے بلکہ ایمان کا سیکھنا فرض عین ہے، جب ایمان کا سیکھنا فرض عین ہے تو اس کی دعوت دینا فرض عین ہے۔ حضرت فرماتے تھے کہ یقین کے بننے کا راستہ، دعوت ہی ہے، اس کے علاوہ یقین کے بننے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ یہ میں حضرت کی باتیں (امانت) عرض کر رہا ہوں، کیوں کہ میرے دوستو عزیز و ابائے! ہائے! ہائے! اب ہمارے مجمع کا حال یہ ہے کہ وہ چن چن کر مولانا یوسفؒ کے بیانات کو نہیں پڑھتا، اسی کے ساتھ حیاۃ الصحابہ کے پڑھنے کو بھی کوئی جذبہ اور شوق اس کے اندر نہیں ہے، کہ آخر مولانا الیاس صاحبؒ اور مولانا یوسف صاحبؒ اپنے مجمع سے کیا چاہتے تھے؟ یہ حضرات اپنے مجمع کو کس بنیاد پر اٹھانا چاہتے تھے۔ اب ہمارے مجمع کا حال یہ کہ وہ ہر قسم کی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں، جس سے ان کا ذہن اور ان کی فکریں انگلی سوچ، وہ حضرت مولانا الیاسؒ اور حضرت مولانا یوسف صاحبؒ کی سوچ سے مختلف ہوئی جا رہی ہیں۔ میں تو سوچتا ہوں کہ سوائے مسائل کی کتابوں کے وہ تو ضرور پڑھا کر ویکن باقی ان حضرات کے بیانات کا پڑھنا انتہائی ضروری ہے۔ تاکہ ہمیں اندازہ ہو کہ یہ حضرات اس محنت کو کس بنیاد پر پیش کر رہے تھے، کہ آخر دعوت ہے کہ کس لیے؟ کہ دعوت اپنی ذات کے لیے اصل ہے۔ حضرت فرماتے تھے کہ ”جس چیز کو تم اپنے اندر پیدا کرنا چاہو، اس کو بے صفت تبلیغ کرو“ کہ اپنے اندر اتارنے کی غرض سے دوسروں کو دعوت دو، تو یہ اللہ کا ضابطہ ہے، اس کا وعدہ ہے کہ جو ہمارے واسطے محنت کریں گے ہم دوسروں سے پہلے ان کو نواز دیں گے کہ جو ہمارے بندوں کو ہماری طرف بلا میں گے ہم ان سے پہلے انھیں نوازیں گے۔

هُوَ الَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لِنَهَدِنَّهُمْ سُبْلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَعَمَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٦٩﴾ [اعکبوت-۶۹]
 اس لیے میرے دوستو بزرگو! ایمان کا سیکھنا فرض عین ہے، اور اتنا ایمان سیکھنا فرض عین ہے، جو مومن کو حرام سے روک دے، یہ دعوت کی پہلی چیز ہے۔ دعوت ایمان تمام نبیوں کو مشترک دی گئی ہیں، شریعت و مختلف ہیں کہ کسی نبی کی عبادت کا کوئی طریقہ ہے اور کسی کا کوئی طریقہ ہے۔ لیکن دعوت سارے نبیوں کی مشترک ہے۔

هُوَ مَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ ﴿٢٥﴾ [الانبیاء-۲۵]

”دعوتِ ایمان“ خود مومن کے لیے ہے

(ایمان کا سیکھنا فرض عین ہے)

یہ سارے نبیوں کی مشترک دعوت ہے، مولا نا الیاں صاحب فرماتے تھے کہ اگر میں اس کام کا کوئی نام رکھتا تو اس کام کا نام ”تحریک ایمان“ رکھتا۔ کہ ایمان کا سیکھنا فرض عین ہے چونکہ امت کے اندر سے ایمان کے سیکھنے کا رواج ختم ہو گیا تو مسلمانوں کے اندر یہ بات آگئی کہ ایمان کی دعوت توغروں کے لیے ہے کہ ہم تو ایمان والے ہیں، ہم کو ایمان کی دعوت کی ضرورت نہیں ہے۔ اب یہ سوچ ہو گئی ہے، حالانکہ دعوتِ ایمان خود مومن کے لیے ہے، اللہ کا حکم بھی ہے، کہ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا﴾

کہ ایمان والو! تم ایمان لا و اللہ حکم دے رہے ہیں، ایمان والوں کو ایمان لانے کا۔ علماء نے اس کی تفسیر کی ہے۔ کہ ایمان والو! مسلمان بن کر رہو۔ اس لیے دعوتِ ایمان خود مومن کے لیے ہے، ایک خیال یہ پیدا ہو گیا ہے۔ اس زمانے میں کہ دعوت توغروں کے لیے ہے، ہم تو ہیں ہی ایمان والے، ہمیں دعوت کی ضرورت نہیں ہے۔ حالانکہ آپ اندازہ کریں تو صحابہ کرام جن کا ایمان ان کے دلوں میں پہاڑوں کی طرح جما ہوا تھا، ان کو حکم ہے اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہا کرو، ورنہ ایمان پرانے کپڑے کی طرح پرانا ہو جائے گا۔ صحابہ، جو

وہی بھی اترتی ہوئی دیکھ رہے۔

فرشتوں کا نزول بھی دیکھ رہے۔

غیبی مددیں بھی دیکھ رہے۔

اللہ کے وعدے بھی پورے ہو رہے ہیں۔

ان کے ایمان میں ترقی بھی ہو رہی ہے۔

میرے دوستو! صحابہ کے سامنے جتنے بھی ایمان کو بڑھانے کے مناظر تھے، ہمارے سامنے ان میں سے کوئی بھی مناظر نہیں ہیں۔

اور صحابہ،

جو غیبی مددیں بھی دیکھ رہے،

فرشتوں کو نزول بھی دیکھ رہے،

چیزوں میں برکتیں بھی دیکھ رہے،

پھر ان کو یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہو، کیونکہ ایمان اس طرح پرانا

ہو جاتا ہے، جس طرح پڑا پرانا ہو جاتا ہے۔ اس بات پر بہت غور کرنا پڑے گا، کہ آج مسلمانوں کا

یہ کہنا کہ ہمیں کیا ضرورت ہے ایمان کی دعت کیا ہمیں کیا ضرورت ہے ایمان کی تجدید کرنے کی، تو

یہ بات کہنا آسان نہیں ہے، تو میں نے عرض کیا کہ وہ صحابہ، جن کا ایمان امت کے لیے نمونہ ہے۔

﴿آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ﴾ [بقرہ - ۱۳]

”کہ ایمان یک سو صحابہ کی طرح“ ایمان صحابہ نمونہ ہے، انھیں حکم ہے اپنے ایمان کی تجدید

کرنے کا کہ اپنے ایمان کو نیا کیا کرو۔

صحابہ نے حضور ﷺ سے پوچھا بھی کہ یا رسول اللہ! ہم اپنے ایمان کو کیسے نیا کریں؟ آپ

نے فرمایا: کہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کی کثرت سے اپنے ایمان کو نیا کیا کرو۔

جو اللہ کے غیر سے امید رکھے گا اللہ اسے غیر کے حوالے کر دیں گے

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا مطلب ہے کلمہ کی کثرت کا؟

کثرت کا مطلب صرف اس کا ذکر نہیں ہے، بلکہ کلمے کی کثرت سے ایمان نیا ہونے کا

مطلوب یہ ہے کہ جس طرح بہ کثرت دنیا میں اللہ کے غیر سے ہونے کو بولا جاتا ہے، تم بہ کثرت

اللہ کی ذات سے ہونے کو بولو، یہ ہے کلمے کی کثرت سے ایمان کے نیا ہونے کا مطلب۔
 میں تو سوچتا ہوں کہ پانچ منٹ تو یہ تیج لے کر کلمے کا ذکر کرتا ہے اور صبح سے لے کر شام
 تک اس کی زبان پر،
 حکومت یہ کرے گی،
 تاجر یہ کریں گے،
 وزیری کریں گے،
 صدر یہ کریں گے،
 فلاں ملک یہ کرے گا، فلاں ملک یہ کرے گا،
 اس نے فلاں ہتھیار بنایا ہوا ہے، وہ یہ کرے گا،
 کہ سارا دن شرک کو بولا کرتے ہیں، اخبار کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر پڑھتے ہیں اور حیرت
 سے دوسروں کو سناتے ہیں، کیوں کہ قرآن کی خبروں کا تو یقین ہے نہیں، اور اخبار کی خبروں کا
 یقین ہے، اس لیے اسے پڑھ کر سناتے ہیں۔ اللہ تو انسانوں کے دلوں کا تاثر دیکھتے ہیں، اللہ
 تعالیٰ کا نظام یہ ہے اور ان کا ضابطہ یہ ہے کہ جو ہمارے غیر سے متاثر ہوتے ہیں، ہم ان پر اپنے
 غیروں کو مسلط ضرور کرتے ہیں۔ مسلمان کے اللہ کے غیر کے متاثر ہونے کی سزا میں ان پر
 غیروں کا تسلط ہے۔ ہاں، یہ میں آپ کو حدیث کی بات عرض کر رہا ہوں، روایت میں ہے کہ
 آپ ﷺ نے فرمایا: کہ جو اللہ کے غیر سے امید رکھے گا اللہ سے غیر کے حوالے کر دیں گے۔

تو کلمے "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" کی کثرت سے ایمان کی تازگی کا مطلب کیا ہے؟

اس پر غور کرنا پڑے گا صرف اس سے کلمے "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" کا ذکر مراد نہیں ہے، پیش کیا جگہ پر
 مسلم ہیں، کہ بندہ اپنی زبان سے کلمے کے الفاظ کہے، تو
 اس کے کیا فضائل ہیں،
 اس کے کیا انوارات ہیں،
 اس کے کیا برکات ہیں،

اس پر کیا وعدے ہیں؟

یہ سب اپنی جگہ پر مسلم ہیں۔ لیکن اللہ کے غیر کا تاثر دلوں سے نکالنے اور اللہ کی ذات اور اس کی قدرت، اس کی عظمت، اسکی بڑائی کو دل میں بٹھانے کے لیے، یہ ضروری ہے، کہ جہاں کلے کا ذکر کرو، وہاں اس کلے کا مطلب اور اس کے مفہوم کی دعوت بھی دو۔ کیوں کہ حدیث میں آتا ہے کہ تم کلے "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" کا اتنا ذکر کرو، کہ لوگ پاگل کہیں۔ میں نے اس حدیث پر غور کیا کہ ذکر کرنے والوں کو پاگل کہلانے جانے کا کیا مطلب ہے؟ تو سمجھ میں یہ آیا کہ نبیوں کو اس لیے پاگل کہا جاتا تھا کہ نبی اس کلے کو قوم کے عقیدے اور قوم کے یقینوں کے خلاف کہتے تھے۔ اس لیے قوم انھیں پاگل کہتی تھی۔

قوم شعیب کا خیال یہ تھا، کہ تجارت سے ہوتا ہے۔

قوم سبا کا گمان یہ تھا، کہ زراعت سے ہوتا ہے۔

قوم صالح کا یقین یہ تھا، کہ کارخانوں سے ہوتا ہے۔

فرعون کا خیال یہ تھا، کہ میری بادشاہت سے ہوتا ہے۔

نمرود کا خیال یہ تھا، کہ مال سے ہوتا ہے۔

پر نبی ان سارے کلموں کے خلاف اپنا کلمہ "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" لے کر آئے تو ان سب نبیوں کو پاگل کہا، کہ کوئی نبی ایسا نہیں ہے جس کو قوم نے پاگل نہ کہا ہو۔ آپ حضرات کو بات سمجھ میں آرہی ہے؟ کیوں بھائی! دیکھو! میں یہ تقریر نہیں کر رہا ہوں۔

ایمان کو نیا کرو

میں تو یہ سوچتا ہوں کہ آخر میرا مجمع روزانہ اللہ کی توحید کو، اس کی قدرت کو بولنے کی ضرورت کیوں نہیں محسوس کر رہا ہے؟ مجھے تو اس کی الجھن ہے کہ یہ اسے بولنے کی ضرورت محسوس نہیں کر رہا ہے؟ اصل میں ہمیں یہ نہیں معلوم کہ صحابہ کرامؐ کو ایمان کی تجدید کا جو حکم دیا گیا تو اس کے لیے صحابہ کرام کیا کرتے تھے؟ یہ ہمیں معلوم نہیں ہے۔

امام بخاریؓ نے تو ایمان کے تقویت کے باب میں جو ترجمۃ الباب باندھا ہے، ایمان کی تقویت کے لیے جو باب متعین کیا ہے۔ اس میں خود امام بخاریؓ نے معاذ بن جبلؓ کا واقعہ نقل کیا ہے کہ معاذ بن جبلؓ لوگوں کو مسجد میں لا کر انھیں تو حید سنا تے، غیب کے تذکرے کرتے اور لوگوں سے کہتے کہ آؤ آ تو تھوڑی دیر بیٹھو ایمان سیکھ لیں۔ مگر ہم تو دعوت سے اتنے نا آشنا ہو چکے ہیں کہ وہ کام جو صحابہ نے کیا ہے، اس پر ہمیں اشکال ہونے لگا۔ خوب غور کرو! کہ کہاں ایمان صحابہ کہ حضرت عثمانؓ کے ایمان کو اگر کسی ایک لشکر پر تقسیم کر دیا جائے، تو اس کے لیے اتنا کافی ہو، جتنا جتنا ایمان ہونا چاہیے۔ ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ کے پاس سے حضرت عمرؓ کا گزر ہوا تو ان کے ساتھ بیٹھے ہوئے لوگوں سے حضرت عمرؓ نے فرمایا، کہ تمہاری مجلس میں یہ عثمانؓ جو بیٹھے ہیں نا، یہ وہ شخص ہیں، کہ ان کے ایمان کو اگر ایک بڑے لشکر پر تقسیم کیا جائے، تو یہ ایمان سب کے لیے کافی ہو جائے۔ ایسا ایمان صحابہ کا، بھر ان کو حکم یہ کہ اپنے ایمان کو نیا کرو۔

تم مجھے یہ عرض کرنا تھا میرے عزیز دوستو! کہ ہمارا روزانہ کا کام یہ ہے کہ ہم مسجدوں میں ایمان کے حلقة قائم کریں، یہ مسجد کو آباد رکھنے کا پہلا عمل ہے، یہ صحابہ کی سنت ہے۔ ”اجلسُ بِنَاءً مُّنْ سَاعَةً“

مسجد میں ایمان کا حلقة

کہ آؤ بھائی بیٹھو تھوڑی دیر ایمان سیکھ لیں۔ معاذ بن جبلؓ، عبد الرحمن بن رواحہؓ وغیرہ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں۔ پرانا کارروزانہ کا معمول تھا کہ لوگوں کو لے کر مسجد میں ایمان کا حلقة قائم کرتے تھے۔ اب دعوت ایمان امت میں ختم ہو گئی، کہ ایمان کی تقویت کے اسباب ختم ہو گئے تو اس کا سارا اثر پڑا دین پر۔ کیوں کہ اسلام ایمان کے بقدر ہو گا، کہ جتنا ایمان اتنا اسلام، اللہ کی اطاعت ایمان کے بقدر ہو گی۔ اس لیے حدیث میں فرمایا ہے کہ مومن اللہ کی اطاعت میں نکیل پڑے اونٹ کی طرح ہے۔ مسلمانوں کا یہ سوچنا کہ ہم تو ہیں ہی ایمان والے، ہمیں کیا ضرورت ہے ایمان کو سیکھنے کی؟ یہ بڑی نا گھبی کی بات ہے۔ سنو! جتنی دیر بدن سے کرتا اتارنے میں لگتا ہے، اس سے کم دیر میں ایمان دلوں سے نکل جاتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: جب کسی

مسلمان سے گناہ کبیرہ ہو جاتا ہے تو ایمان ک انور اس کے دل سے نکل کر اس کے سر پر سایہ کر لیتا ہے۔ پھر جب تک وہ توبہ نہیں کرتا، ایمان کا نور واپس نہیں آتا۔ ہمیں تو گناہ کبیرہ کی بھی خبر نہیں کہ گناہ کبیرہ کیا کیا ہیں۔

احکامات کا علم عمل کے لیے ہے

اس لیے میرے دوست عزیز و بزرگ! پہلا کام ہمارا یہ ہے کہ کلمہ "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ،" کو دعوت میں لاو، اس کو دعوت میں لانے کا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ روزانہ،

اللہ کی توحید کو

اس کی قدرت کو

اس کے رب ہونے کو

اس کی عظمت کو اور

اس کے غیر سے کچھ نہیں ہو رہا، اس کو بولا کرو۔ ہمارے گشت کا یہ بنیادی مقصد ہے، علماء نے لکھا ہے احکامات کا علم عمل کے لیے ہے، اس سے عمل سیکھنا مقصود ہے، کہ اس سے تو فراغت ہو جائے گی۔ کہ

نماز کا علم حاصل ہو گیا، تو نماز کے علم سے فراغت ہو گئی کہ نماز ایسی پڑھی جائے گی۔

زکوٰۃ کا علم حاصل ہو گیا، تو زکوٰۃ کے علم سے فراغت ہو گئی کہ زکوٰۃ ایسے دی جائے گی۔

حج کا علم حاصل ہو گیا، تو حج کے علم سے فراغت ہو گئی کہ حج اس طرح کیا جائے گا۔

روزے کا علم حاصل ہو گیا تو روزے کے علم سے فراغت ہو گئی کہ روزہ ایسے رکھا جائے گا۔

ساری نیکیوں کا مدار تو حید پر ہے

علماء نے لکھا ہے کہ احکامات کا علم عمل کے لیے ہے تو عمل کے لیے علم سے فراغت ہو جائے گی، لیکن مومن کو اللہ کی توحید سے فراغت نہیں ہے کہ اتنا کہنا کافی نہیں ہے کہ ہم جانتے ہیں اللہ ایک ہے، بلکہ روزانہ اللہ کی توحید کو بیان کرو، اس کا حکم ہے۔

”يَا أَيُّهَا النَّاسُ! وَحَدُّوا اللَّهُ فِي أَنَّ التَّوْحِيدَ رَأْسُ الطَّاغَاتِ“

کہ اللہ کی توحید کو بولا کرو کیوں کہ ساری نیکیوں کا مدار توحید پر ہے۔ کہ

اعمال میں اخلاص

اعمال پر استقامت

اعمال پر وعدوں کا پورا ہونا

اعمال پر اجر کا مانا

ہر اعمال کے ساتھ یہ چار بنیادی چیزیں ہیں، یہ چاروں ایمان کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔

وعدے یقین سے پورے ہونگے۔

استقامت یقین سے ہوگی۔

اجر بھی یقین سے ملے گا

اخلاص بھی ایمان کے بقدر ہوگا۔

ایمان کی تقویت کے چار اسباب

❖ اس لیے ایمان کی تقویت کا پہلا سبب یہ ہے کہ اللہ کی توحید کو روزانہ بولا کرو، کہ

کرنے والی ذات صرف اللہ کی ہے، اللہ کے غیر سے تو کچھ ہوتا ہی نہیں۔ کہ قدرت کہاں ہے؟

قدرت کائنات میں نہیں ہے، قدرت تو اللہ کی ذات میں ہے، کہ جبریل میں یا نبیوں میں یا

ولیوں میں ان کسی میں قدرت نہیں ہے۔

تو وہ جب انسان اللہ کے غیر میں قدرت تصور کرتا ہے تو یہ خیال ہی اسے اللہ کے غیر کی

طرف لے جاتا ہے۔

وزیر سے یہ ہو جائے گا

صدر سے یہ ہو جائے گا۔

اب میں آپ کو کیسے سمجھاؤں، میں تو حضرتؐ کی باتیں عرض کر رہا ہوں، حضرتؐ فرماتے

تھے کہ ان کا اپنا یقین اپنے اعمال سے ہٹ کر دوسروں کے عمل پر جائے گا، وہ یوں کہیں گے کہ

فلان بزرگ سے یہ ہو جائے گا۔ یہ ہونگے وہ، جو اپنے عمل سے فارغ ہو جائیں گے اپنی حاجتوں کو عمل کرنے والوں کے حوالے کر دیں گے۔

حالانکہ کرنے والی ذات صرف اللہ کی ہے، اللہ کے غیر سے کچھ نہیں ہوتا اگر نبی بھی یہ کہے کہ یہ کل کروں گا اور انشاء اللہ کہنا بھول جائیں، ایسا نہیں ہے کہ نعوذ باللہ آپ ﷺ نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہو، کہ جب آپ سے پوچھا گیا کہ اصحاب کہف کون تھے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ میں کل بتا دوں گا، بلکہ آپ کہ بات فرماتے ہوئے انشاء اللہ کہنا بھول گئے۔

﴿وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ إِنَّمَا فَاعِلٌ ذَلِكَ غَدَّا، إِلَّا أَن يُشَاءَ اللَّهُ وَإِذْ كُرِّرَبَ إِذَا نِسْتَ

وَقُلْ عَسَى أَن يَهْدِيَ رَبِّي لِأَقْرَبَ مِنْ هَذَا رَشَدًا﴾ [کہف ۲۳-۲۴]

ہم تو غور کریں کہ صحیح سے شام تک ہماری زبان پر کتنے دعوے آتے ہیں کہ ہم یہ کریں گے۔

حکومت یہ کرے گی۔

تاجریہ کریں گے۔

ڈاکٹریہ کریں گے۔

پر آپ ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا: کہ میں کل بتا دوں گا، کہ اصحاب کہف کون تھے؟ اور آپ انشاء اللہ کہنا بھول گئے، تو علماء نے لکھا ہے کہ پندرہ دن تک وحی نہیں آئی، اتنا مبارکہ وحی کے بند ہونے کا کبھی نہیں ہوا۔ آپ ﷺ پر طعنے کے جانے لگے کہ کہاں ہیں محمد (ﷺ) جو کہتے تھے کہ آسمان سے وحی آتی تھی؟ کہاں وہ جبراہیل جو آسمان سے وحی لے کر آتے تھے؟ کیوں نہیں بولتے کہ آپ کے پاس غیب کی خبر آتی ہے۔ آپ وحی کے بند ہو جانے سے بہت پریشان ہو گئے، صرف بات اتنی تھی کہ میں کل بتا دوں گا کہ اصحاب کہف کون تھے؟ نہیں کہا کہ اللہ چاہیں گے تو میں کل بتا دوں گا۔ آپ (ﷺ) کو اس پر تنبیہ ہوئی کہ آپ نے کیوں کہا میں کل بتا دوں گا۔ پھر پندرہ دن کے بعد وحی آئی کہ

﴿وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ إِنَّكَ فَاعِلٌ ذَلِكَ غَدَاءٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ وَإِذْ كُرْرَبَ إِذَا نَيَسَّتْ وَقُلْ عَسَى أَنْ يَهْدِيَنَّ رَبِّي لَا قَرَبَ مِنْ هَذَا رَشَادًا﴾ [کہف ۲۲-۲۳]

نبی جی! آئندہ کبھی یہنا کہنے گا کہ یہ کام میں کل کر دوں گا جب تک آپ اپنے کہنے کو ہماری ذات پر موقوف نہ کرے کہ جب بھی آپ انشاء اللہ کہنا بھول جایا کریں تو انشاء اللہ ضرور کہہ لیا کریں۔ میں عرض کر رہا تھا میرے دوستو! کہ قدرت اللہ کی ذات میں ہے، اولیاء، انبیاء، فرشتے، جبریل سب کے سب محتاج ہیں، نبی بھی جس کام کے لیے بھیجے گئے ہیں نا، اس میں بھی وہ محتاج ہیں، مختار نہیں ہیں کہ کسی کو وہ ہدایت دے دیں۔ کہ نبیوں کا ہدایت کے لیے ہی بھیجا گیا ہے، لیکن وہ خود کسی کو ہدایت نہیں دے سکتے۔ آپ (ﷺ) نے سارا زور لگا دیا اپنے چچا ابوطالب پر کہ ان کو ہدایت مل جائے اور دوسرے چچا حضرت حمزہؓ کے قاتل حشی، کو حشی کو کوئی قتل کر دے، پر اللہ حشی کو ہدایت دے رہے ہیں اور ابوطالب بغیر ہدایت دنیا سے جارہے ہیں۔

حضرتؐ فرماتے تھے کہ انبیاء اور انسان اپنے ارادے میں ناکام کیے جاتے ہیں، اللہ کو پہچاننے کے لیے۔ حضرت علیؓ فرماتے تھے کہ میں نے اپنے ارادے میں ناکام ہو کر ہی اللہ کو پہچانا ہے۔ جو لوگ اسباب کا یقین رکھتے ہیں نا، وہ ناکامی میں اسباب کی کمی تلاش کرتے ہیں اور جو اللہ پر یقین رکھتے ہیں، وہ اپنی ناکامیوں میں اللہ کو پہچانتے ہیں۔ کہ چلو اللہ کی طرف، اس لیے کہ کام اللہ نے بگڑا ہے، کہ ان کو اسباب کی ناکامی اللہ کی طرف لے جاتی ہے اور جن کا یقین اسباب پر ہوتا ہے، کہ وہ تو بیچارے خود گشی کر بیٹھتے ہیں کہ سارے اسباب ہوتے ہوئے بھی کام نہیں ہوا۔

قدرت، اللہ کی ذات میں ہے، کائنات میں قدرت نہیں ہے

اس لیے میرے عزیز دوستو اور بزرگو! قدرت اللہ کی ذات میں ہے، کائنات میں قدرت نہیں ہے۔ کائنات تو قدرت سے بن کر قدرت کے تابع ہے، یہ جتنی زمین اور آسمان کے پیچے خلاء میں جو چیزیں ہیں، یہ سب اللہ کی پہچان کے لیے ہیں، کہ اللہ نے ظاہری نظام کو بنایا بندے کے امتحان کے لیے کہ دیکھنا یہ ہے کہ نظامِ عالم کے تغیرات تمہیں ہماری طرف لاتے ہیں

یا تمہیں ہمارے غیر کی طرف لے جاتے ہیں۔

اب کیا بتاؤں میں آپ کو، ہائے!! اس زمانے میں مسلمان چلتا ہے سائنس والوں کو دیکھ کر، کہ سائنس کیا کہہ رہی ہے۔ سب سے براشک جو مسلمان کے لیے ہے وہ سائنس کا نظام ہے، اس کا اختتام ہو گا دجال پر۔

اللہ کے غیر سے دنیا میں کوئی تغیر ہونا یہ سائنس کا خلاصہ ہے۔ سائنس میں پڑھایا ہی یہ جاتا ہے کہ اس کی وجہ سے یہ ہوا اور اس کی وجہ سے یہ، خدا کی قسم! سائنس میں اللہ کے غیر سے ہونا ہی پڑھایا جاتا ہے۔ یہ بے چار نہیں جانتے کہ اللہ کون ہے؟

اس کائنات کا نظام کیا ہے؟

خلاع کا نظام کیسے چل رہا ہے؟

اس کی خبر ہی نہیں، انہوں نے تو نظامِ کائنات سے جوڑا ہے، یہی سائنس کا خلاصہ ہے اور یہ سب سے براشک ہے۔

نظامِ کائنات کو کائنات سے جوڑنا شرک ہے

نظامِ کائنات کو کائنات سے جوڑنا، اس کو شرک کہتے ہیں۔ اور

نظامِ کائنات کو خالقِ کائنات سے جوڑنا، اس کو ایمان کہتے ہیں۔

یہ بات میری یاد رکھنا! کہ نظامِ کائنات کو کائنات سے جوڑنا اس کو شرک کہتے ہیں اور نظامِ کائنات کو خالقِ کائنات سے جوڑنا اس کو ایمان کہتے ہیں۔ میں کیسے عرض کروں!! کہ ہمیں رحم نہیں آتا اپنے چھوٹے بچوں پر کہ ساری قوت ہم لگادیتے ہیں کہ انھیں اللہ کے غیر کو سکھلانے پر، شرکیات سکھلانے پر، اب جب پوچھو گے ان بچوں سے کہ بارش کب ہوتی ہے، تو وہ سائنس میں پڑھا ہوا سبق بتا لیں گے کہ بارش ایسے ہوتی ہے۔ ہائے!! میں کیا عرض کروں۔

ہمارا جمیع کہاں جا رہا ہے؟

ہم کہاں جا رہے ہیں؟

اگر روزانہ توحید کو نہیں بولو گے نا، تو شرک ایسی جڑ پکڑ لے گا کہ تم سمجھو گے کہ ہم تبلیغ کا کام کر رہے ہیں اور اندر شرک کا مادہ پیدا ہو رہا ہو گا۔ اس لیے اللہ کے غیر سے نہیں ہو رہا، اس کو بولنے کی عادت ڈالو! کیوں کہ اللہ سے ہونے کو تو غیر بھی بول رہے ہیں کہ اوپر والا کرتا ہے، اوپر والا کرے گا اور اوپر والے نے کیا۔ صرف اسے بولنے کو تو حید نہیں کہتے، بلکہ اللہ کے غیر سے نہیں ہو رہا، اسے بولنا توحید کہتے ہیں، یہ نبیوں کی دعوت ہے۔ کہ اللہ کے غیر سے تو کچھ ہو ہی نہیں رہا ہے، کرنے والی ذات صرف اللہ کی ہے۔ ہمیں تروزانہ اس کی چوٹ مارنی پڑے گی اپنے دل پر، تب کہیں جا کر اس کی حقیقت کھلے گی ورنہ سب کے دلوں میں چوربیٹا ہوا ہے، جتنا یہ کائنات سے متاثر ہوں گے نا، اتنا ہی ان نقشوں میں چلنے والے غیروں سے متاثر ہوں گے۔

صحابی کے لیے جیل کی کوٹھری میں بادل کا ملکڑا آ کر برسا

اب کون سکھائے ایسے لوگوں کو، کہ بادل کا ملکڑا صاحبی کے لیے جیل کی کوٹھری میں آ کر برسا۔
کہ حضرت جبر بن عدیؓ کو ایک بار غسل کی حاجت ہوئی، اس وقت وہ ایک کوٹھری میں قید تھے۔ جو آدمی ان کی نگرانی میں لگایا گیا تھا، اس سے انھوں نے غسل کے لیے پانی مانگا، تو اس نے پانی دینے سے انکار کر دیا، پھر انھوں نے آسمان کی طرف دیکھ کر اللہ سے پانی مانگا، اسی وقت ایک بادل آیا اور کوٹھری کے اندر گھس کر برلنے لگا، انھوں نے اس سے غسل کیا اور ضرورت بھر کا پانی بھر لیا۔

کون سامنس والا اس کو قبول کر لے گا؟ تو یوں کہتے ہیں کہ بادل وہاں سے اٹھتا ہے اتنی بلندی پر جاتا ہے وہاں سے برتتا ہے۔ ان کا سارا نظام سامنس کا ہے، یہ تو اللہ کو جانتے ہی نہیں ہیں بے چارے، یہ تو سمجھتے ہیں کہ اللہ دنیا بنا کر فارغ ہو چکے ہیں، اب دنیا کا نظام خود چل رہا ہے۔ خدا کی قسم! یہی دہریت ہے، یہی دہریت ہے۔ دہریت اسی کا نام ہے کہ جو کچھ کائنات میں ہو رہا ہے، خود خود ہو رہا ہے، اپنے بچے کو بھی یہی پڑھا رہے ہیں اور خود یہی پڑھ رہے ہیں۔

بعض کی صحیح ایمان کے ساتھ بعض کی کفر کے ساتھ

حضور ﷺ نے اس لیے یہ بات پہلے ہی صاف کر دی کہ صحیح حدیبیہ کی رات بارش ہوئی، آپ ﷺ نے پہلے ہی صحابہ سے فرمایا: کہ سن لو کہ جب صحیح کو سوکر اٹھو گے تو تم میں سے بعض مومن ہوں گے اور بعض کافر ہوں گے۔ یہ بات سن کر صحابہ ہال گئے کہ یہ بات کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ اس لیے کہ وہ لوگ کفر سے ہی نکل کر ایمان میں آئے پھر آخر صحیح کیے کافر ہو جائیں گے؟ تو آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: کہ جب صحیح سوکر اٹھو گے تو تم میں سے بعض کافر ہوں گے اور بعض مومن۔ تو صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! ایسے کیسے ہو جائے گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو صحیح اٹھ کر یہ کہے گا کہ فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے تو وہ اللہ کا اذکار کرنے والا ہے اور ستاروں پر ایمان رکھنے والا ہے اور جو یوں کہے گا کہ بارش اللہ کے کرنے سے ہوئی ہے وہ اللہ پر ایمان رکھنے والا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو اس طرح ایمان سکھایا ہے، یہ بات جو صحابہ کہتے ہیں کہ ہم نے سب سے پہلے ایمان سیکھا تو اس طرح آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو ایمان سکھایا ہے۔

خوب غور کرو بات پر یہ جتنا خلاء کا نظام ہے، یہ تو میرے دوستو صرف امتحان کے لیے بنا یا گیا ہے، کہ ہم دیکھیں تم اس نظام کو دیکھ کر کیا فیصلہ کرتے ہو، جن کے اور اللہ کے درمیان کائنات کا نظام حاصل ہو جائے گا، نہ وہ کسی کو معبد سمجھ بیٹھیں گے۔ اس کو معبد سمجھنے کا کیا مطلب؟ کہ کائنات کے نظام کو وہ معبد اس طرح سمجھیں کے کرنے والی ذات تو اللہ ہی کی ہے، مگر کرنے کے لیے اللہ نے یہ چیزوں اور شکلوں والا راستہ بنایا ہے۔ بس سمجھ لوا نہیں نے اتنا کہتے ہی اللہ کا اذکار کر دیا۔ کیوں کہ اللہ رب العزت کسی نظام کے پابند نہیں ہیں۔ جیسے سائنس والے کہتے ہیں کہ جب یوں ہو گا تو یہ ہو گا۔

زلزلے، زنا کی وجہ سے آتے ہیں

جب زلزلے آتے ہیں نا، زلزلے تو لوگ سائنس والوں سے پوچھتے ہیں کہ زلزلہ کیوں آیا؟ کہ سو سال سے تو کبھی زلزلہ نہیں آیا اب یہاں زلزلہ کیوں آیا؟ تو وہ تمہیں لاکھوں پتیاں پڑھائیں گے۔ اگر تم یہ سوچو کہ اللہ نے زمین ہلا کیا ہے اور اللہ تعالیٰ تب ہی زمین ہلا کر زلزلے

لاتے ہیں، جب ان کی زمین پر زنا کیا جاتا ہے۔ ہاں زنا ہونے کی وجہ سے زلزلے آتے ہیں، کہ زمین زنا کو برداشت نہیں کر سکتی ہے کہ میں بھی اللہ کی مخلوق اور تو بھی اللہ کی مخلوق، میں بھی مامور ہوں اور تو بھی مامور ہے، تو تو نے اللہ کا حکم کیوں توڑا؟ پر لوگوں کو اندازہ نہیں ہے، کیوں کہ جنہوں نے خلاء کے نظام کو کائنات سے جوڑا ہوا ہے انھیں تو بھی اس کا خیال بھی نہ آئے گا کہ زلزلے کا تعلق زنا سے ہے۔ وہ تو جو سائنس والوں نے انھیں پڑھا دیا ہے، وہی پڑھا ہے، ان کی اسی اعتبار سے سوچ بی ہوئی ہے کہ ہم نے سائنس میں یہ پڑھا تھا۔

خوب دھیان سے سنو! ہم سب کے سب (اللہ میں معاف فرمائے کہ) ظاہر پرستی پر چل رہے ہی، ہاں سچی بات ہے یہ کہ ہم بجائے خدا پرستی کے ظاہر پرستی پر چل رہے ہیں۔ کیوں کہ ہم روزانہ اللہ کی توحید کو بولنے کو کام نہیں سمجھتے ہیں، ہم سب کے ذہنوں میں یہ ہے کہ تبلیغ کے ذریعے سے کچھ اعمال ہو جاتے ہیں، ان عملوں کو کرنے کی کوشش ہے، پھر ہدایت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ جب کہ مولانا الیاس صاحب فرماتے تھے، کہ اگر میں اس کام کا کوئی نام رکھتا تو اس کام کا نام ”تحریک ایمان“ رکھتا۔ کہ مسلمانوں کے اندر ایمان کے سیکھنے کا شوق پیدا کی جائے اور ہر مسلمان اپنے ایمان کو لے کر فکر مند ہو جائے۔ اب ذرا خود سوچو کہ جو آدمی نظام کائنات سے متاثر ہے، وہ ادکامات پر کیسے چلے گا؟ خوب سمجھ لو میں نے آپ کو ایمان کی تقویت کا پہلا سبب عرض کیا ہے کہ اللہ کی قدرت کو خوب بولا کرو۔ کہ قدرت اللہ کی ذات میں ہے، کائنات میں قدرت نہیں ہے۔ یہ کائنات اللہ کی قدرت سے بنی ہے اور ہر لمحہ قدرت، ہی کے تابع ہے، اللہ سورج اور چاند کو صرف اس لیے بنے نور کرتے ہیں کہ وہ بتانا چاہتے ہیں کہ ان کی روشنی ہمارے قبضے میں ہے، جو یقین نہیں کرتے وہی سورج کے پیچاری ہیں۔ کیوں کہ یہ لوگ بیچارے یہ سمجھتے ہیں کہ سورج کی روشنی اس کی اپنی ذاتی ہے۔

اس لیے میرے دوستو عزیز! جہاڑا روزانہ کا پہلا کام یہ ہے دیکھو میں برابر بیگلے والی مسجد میں عرض کرتا رہتا ہوں کہ ہمارے گشتوں کا مقصد مسلمانوں سے ملاقاتیں کر کر کے انھیں مسجد کے ماحول میں لانا ہے۔ کہ ان سے ملاقاتیں کر کے یہ کہنا کہ بھائی مسجد میں ایمان کا حلقة چل رہا ہے آپ

بھی تشریف لے چلے، چاہے آپ دس منٹ ہی کے لیے چلیں۔ خوب سمجھ لو کہ ہماری ملاقاتوں کا مقصد مسجد میں نقد لانا ہے۔ یہ صحابہ کی پہلی سنت ہے، کہ ملاقات تیں کر کے انھیں ایمان مجلس میں بٹاؤ، مسجد میں بیٹھ کر اللہ کی قدرت کو، اس کی عظمت کو، اس کے رب ہونے کو، اس کی یکتا نی کو بیٹھ کر سنوار سنا و پھر یہاں سے اسی دعوت کو لے کر باہر کے تمام کائناتی نقشوں کے خلاف سب نکلیں کہ سنو کرنے والی ذات صرف اللہ کی ہے، اللہ کے غیر سے تو کچھ نہیں ہو رہا ہے۔

مسجد کی آبادی کی بنیاد، مسجد میں ایمان کے حلقات کا قائم ہونا ہے
 میں تو اپنے یہاں نظام الدین میں صوبے والوں سے یہ پوچھتا ہوں کہ بتاؤ بھائی! تمہارے یہاں کتنی مسجد نبوی کی ترتیب پر آباد ہیں؟ کہ تمہارے یہاں مسجد میں ایمان کا حلقة لگا ہوا اور تمہارے ساتھی ملاقات تیں کر کر کے لوگوں کو مسجد کے ماحول میں لارہے ہوں۔ دیکھو مسجد کی آبادی کی بنیاد ہے کہ مسجد میں ایمان کے حلقات قائم ہوں۔
 ایک طرف تعلیم کا حلقة لگا ہو۔
 ایک طرف ایمان کا حلقة ہو۔

اور ملاقات تیں کر کر کے لوگوں کو مسجد میں لا یا جا رہا ہو۔
 پر کسی مسجد میں ایمان کو حلقة قائم نہیں۔ اگر کام کرنے والوں نے روزانہ ایمان کو نہ بولا، تو باہر کے ماحول کا اثر ان کے دلوں پر پڑ کر ہے گا۔

اس لیے روزانہ توحید کو بولنا ضروری سمجھوتا کہ ہمارے یقین اللہ کی ذات کی طرف پھریں، ورنہ اللہ کے غیر کا تاثر دلوں پر پڑے گا اور ساری بے دینی کی بنیاد اللہ کے غیر کا تاثر ہے۔

کیسے عرض کروں میں کہ مسلمان شریعت کے ایک ایک حکم کے بارے میں بیٹھا سوچ رہا ہے نا، کہ اگر اس حکم کے خلاف قانون آیا گیا تو کیا ہو گا؟ شریعت کے خلاف کسی قانون کو ذہن میں سوچنے کی جگہ دینا بھی اس کے ایمان کے خلاف ہے۔ شریعت کے کسی ایک حکم کے خلاف کسی قانون کے سوچنے کو ذہن میں جگہ دینا بھی ایمان کے خلاف ہے۔ اچھا ہی! تو اب مسلمان کیا کرے

گا؟ اختیاط کرے گا، اسٹرائک سے، ان کی بھوک ہڑتال سے، دین کے اس عمل کی حفاظت اس لیے نہیں ہوگی کیوں کہ یہ خود پورے دین پر نہیں ہیں۔ کیوں کہ غیر تو مسلمانوں کے دین کو جب ہی مٹاتے ہیں، جب مسلمان اپنے دین کو خود بگاڑ کا ہوتا ہے۔ غیر تو گڑے ہوئے دین کو مٹاتے ہیں، ورنہ کسی کی کیا مجال ہے کہ دین کو مٹائے۔ ہاں، اگر مسلمان خود اسلام کے ارکان کا پابند ہو تو کیا مجال ہے کسی کی کہ کوئی مسلمان کے ارکانِ اسلام کی طرف نظر بھی اٹھا کر دیکھ لے۔

میرے دوستو عزیزو! امت کے دعوت کو چھوڑنے ہی کی وجہ ہے کہ آج اذان تک پر مسائل کھڑے ہو رہے ہیں۔ یہ دعوت کے چھوڑنے کی وجہ سے، خوب غور سے سنو! وہ توجہنا اللہ کے غیر کا تاثر دلوں میں ہو گا، اتنا ہی اللہ کے غیر کا تاثر تسلط ہو گا۔ میں حضرتؐ کی بات عرض کر رہا ہوں، کہ ہمارا روزانہ کا کام یہ ہے کہ ہم لوگوں کو مسجد میں لا کر اللہ کی قدرت کو سمجھائیں، یہ صحابہؐ کی سنت ہے۔

❖ اب دوسرا سبب ایمان کی تقویت کا یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ جو غیبی مددیں ہوئی ہیں، ان کو بولا کرو۔ کیوں کہ انبیاءؐ کی غیبی مددوں کو بولنا، یہ ایمان کی تقویت کا دوسرا سبب ہے۔

”کہ نبی جی! ہم آپ کے دل کو زمانے کے لیے آپ پر پچھلے نبیوں کے واقعات وحی کرتے ہیں،“ [ہود۔ ۱۲۰] تو نبیوں کی غیبی مددوں کے واقعات کو بیان کرنا، دلوں کے جماؤ کا سبب ہے، ایک ایمان کی تقویت کا سبب یہ ہے۔

❖ تیسرا سبب ایمان کی تقویت کا یہ ہے کہ جتنا صحابہؐ کرام کے ساتھ

غیبی مددیں

برکتیں

نصرتیں اور

ظاہر کے خلاف جو مددوں کے واقعات ہوئے ہیں،

انھیں خوب بیان کیا کرو اور بیان کرنے میں کبھی یہ نہ سوچنا کہ ایسا ہو سکتا ہے یا نہیں؟ کیوں کہ انبیاء اور صحابہ کے واقعات اللہ کی مدد کے ضابطے بتانے کے لیے ہیں۔ ورنہ لوگ یہ سمجھیں گے کہ اللہ نے دنیا کو دارالاسباب بنایا ہے، تاکہ اللہ اس باب کے ذریعے ہماری مدد کرتے رہیں۔

اس باب پر نگاہ رکھ کر اللہ سے امید کرنا، یہ کفر کا راستہ ہے
دیکھو میرے دوستو! یہی وجہ ہے کہ ہم سب اللہ کے سامنے اپنے اس باب رکھ دعا کیں مانگتے ہیں۔ کہتے بھی ہیں ساتھی، کتم ظاہری اس باب میں کوشش کرو پھر اللہ پر بھروسہ کرو، ہائے!!! سوچو تو سہی کہ لتنی الٹی بات ہے۔

نہیں میرے دوستو! مجھے خود ہی اعتراف ہے کہ میری بات آپ کو مشکل سے سمجھ میں آئے گی۔ کیوں کہ جو آدمی چل رہا ہو مشرق کی طرف، اسے مغرب کی طرف پھرنا پڑے گا۔ آج تو ہم سب کی زبانوں پر یہ ہے کہ ظاہری اس باب میں تم کوشش کرو اور امید اللہ سے رکھو۔ میرے دوستو! یہ راستہ ناکامی کا ہے۔ ہائے!!! میں کیسے سمجھاؤں کتم نے اللہ کے لیے کیا ہی کیا ہے؟ جس سے تو اللہ سے امید رکھے۔ محنت کرتے ہیں اس باب پر اور امید رکھتے ہیں اللہ سے۔

حضرت فرماتے تھے کہ ”اس باب پر نگاہ رکھ کر اللہ سے امید کرنا یہ کفر کا راستہ ہے“
کہ اللہ سے امید تو غیر مسلم بھی رکھتے ہیں، وہ بھی صحیح کہتے ہیں کہ ظاہری اس باب ہمارے ذمہ ہے اور کرنے والی ذات اللہ کی ہے۔ اتنی امید تو وہ بھی اللہ سے رکھتے ہیں۔ میں حضرتؐ کی بات عرض کر رہا ہوں، وہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ کریں گے مگر ظاہری اس باب بنانا ہمارے ذمہ ہے اور مسلمان بھی یہی کہتے ہیں کہ اللہ کریں گے مگر ظاہری اس باب بنانا ہمارے ذمہ ہے۔ حضرتؐ فرماتے تھے کہ تم ذرا بیٹھ کر غور کرو کہ تم میں اور ان میں کیا فرق رہ گیا ہے؟!

ہمارے ایک ساتھی کو اولاد نہیں ہوتی تھی، اس نے ایک غیر مسلم ڈاکٹر سے اپنا علاج کرایا۔ اس ڈاکٹر نے سب دیکھ بھال چیک آپ وغیرہ کیے، پھر اس نے کہا کہ کوئی کمی نہیں ہے، میں نے تو اپنا کام پورا کر دیا ہے، اب صرف اوپر والے کے حکم کی دیر ہے۔ کس کی دیر ہے؟ کر

اوپر والے کے حکم کی دیر ہے۔ جب اس نے مجھے آکر یہ بتایا کہ وہ غیر مسلم ڈاکٹر تو یہ کہہ رہا تھا کہ میں نے اپنا کام پورا کر دیا ہے، اب اوپر والے کے حکم کی دیر ہے۔ تو میں سوچ میں پڑ گیا، کہ ہم میں اور اس میں کیا فرق رہ گیا؟! وہ بھی یہی کہہ رہے ہے ہیں کہ اسباب میں نے بنائے ہیں، اب اوپر والا کرے گا اور ہم بھی یہی کہہ رہے ہے ہیں کہ اسباب ہم بنائیتے ہیں اب کرنے والی ذات اللہ کی ہے۔ تو میں نے کہا کہ ہم میں اور ان میں فرق کیا رہ گیا؟!؟!

میرے دوستو عزیز و بزرگو! دیکھو، ہم میں اور ان میں فرق یہ ہے کہ جو اللہ کو کرنے والا نہیں مانتے، تو ان کے اور اللہ کے درمیان اسباب ضابطہ ہیں اور جو اللہ کو کرنے والا مانتے ہیں، ان کے اور اللہ کے درمیان احکامات ضابطہ ہیں، کہ

اے اللہ! میں نے نماز پڑھ لی۔

اے اللہ! میں نے صدقہ دے دیا۔

اے اللہ! میں نے حج بول دیا۔

اب کرنے والی ذات تیری ہے، مومن حکم پورا کر کے امید کرے گا اور کافر اسباب پورے کر کے امید کرے گا۔ خوب سمجھو! امید دنوں اللہ سے ہی کرتے ہیں، پر اتنا فرق ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے ایک مشرک کو بیلا کر پوچھا کہ یہ بتاؤ جب دنیا میں تم کو کوئی نقصان ہو جاتا ہے تو تم اس نقصان کی تلافی کس سے کراتے ہو؟ اس مشرک نے یہ کہا کہ جو اللہ آسمانوں کے اوپر ہے، میں اس سے کہتا ہوں، تو وہ میرے نقصان کی تلافی کرتا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ جب وہ اللہ تمہارا کام بناتا ہے، تمہارے نقصان کو دور کرتا ہے، پھر بھی تم اس کے ساتھ ہوں کو شریک کرتے ہو۔

نہیں، میرے دوستو عزیز و بزرگو! ہمارے اور اللہ کے درمیان کائنات ذریعہ نہیں ہے۔

بلکہ ہمارے اور اللہ کے درمیان احکامات ذریعہ ہیں۔ اب رہی بات کہ اللہ نے پھر اسباب کیوں بنایا؟ تو اللہ تعالیٰ نے اسباب صرف امتحان کے لیے بنائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہ دیکھنا چاہتے ہیں، کہ اسباب سے ظاہر ہونے والی حاجتوں کو تم ہماری طرف پھیرتے ہوئی اسباب کی طرف

پھیرتے ہو، صرف اتنا سامتحان ہے۔ اس لیے یہ سارے اسباب امتحان کے لیے ہیں، چاہے ہماری دکان ہو، یا چاہے سلیمان کی بادشاہت ہو، یہ سب کا سب امتحان کے لیے ہے۔

ایسی بادشاہی، کہ ساری مخلوق تابع

کیا بادشاہت تھی سلیمان کی۔ ﴿قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَابُ﴾ اے اللہ! مجھے ایسی بادشاہی چاہیے جو میرے بعد کسی کو میر نہ ہو، ایسی بادشاہی کہ ساری مخلوق تابع، جس سے چاہے جو کام لے۔ مگر کاہے کے لیے؟ کہ صرف آزمائش کے لیے۔ اسباب کسی کے پاس ہوں، نبی کے پاس ہوں، یا چاہے امتنی کے پاس ہوں، آزمائش کے لیے ہیں۔ اسباب میں سب کی دو آزمائشیں ہیں۔ ایک آزمائش اطاعت کی ہے۔

اور

ایک آزمائش گمان کی ہے۔

کہ تم نے عمل کی نسبت کدھر کی ہے۔ یہ دو آزمائشیں ہیں اسباب میں، ایک آزمائش اطاعت کی ہے کہ جو اسباب ہم تم کو دیتے ہیں، تم ان میں ہمیں بھول تو نہیں جاتے۔

سورج کا واپس نکلنا

کہ سلیمان گھوڑوں کا معاہدہ کر رہے تھے، ویسے گھوڑے اس وقت دنیا میں نہیں ہیں، سارے ختم ہو گئے۔ ایسے گھوڑے جو دوڑتے بھی تھے، اڑتے بھی تھے اور سمندر میں تیرتے بھی تھے، ایسے عمدہ گھوڑے۔ ان گھوڑوں کا سلیمان معاہدہ کر رہے تھے، اسی میں عصر کی نماز قضاہوئی کہ سورج ڈوب گیا۔ اسباب کے دیکھنے میں ایسا مشغول ہو گئے کہ عصر کی نماز قضاہوئی۔ لیکن بات یہ ہے کہ جنہیں عمل کے ضائع ہونے کا ایسا غم ہوتا ہے، اللہ ان کو ضائع نہیں کرتے۔ اور فرمایا: ﴿وَرُدُّهَا عَلَىٰ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْأَغْنَاقِ﴾ اے اللہ سورج کو واپس کر دے کہ میری نماز قضاہوئی ہے۔ جنہیں عمل کے ضائع ہونے کا سچا غم ہوتا ہے، اللہ ان کے عمل کو ضائع نہیں

کرتے۔ اسی لیے فرمایا کہ ساری نیکیوں کا مدار تقوے پر ہے، چنانچہ سورج والپس نکلا۔

میں آپ کو بتا رہا تھا کہ اسباب میں ایک امتحان اطاعت کا بھی ہو گا، کہ ایسا تو نہیں کہ تم نماز کو ضائع کر دو۔ ایک بات اور دوسری بات یہ ہے کہ تم اسباب میں مدعی ہو، جس کی وجہ سے تم یہ سوچو یا خیال کرو کہ اس سبب سے ہم یہ کر لیں گے یا پھر تم اسباب کی نسبت ہماری طرف کرتے ہو، کہ سب سے نہیں اللہ کریں گے۔ یہ اسباب تو ہمارا امتحان ہیں، کہ اسی بات پر ان کی آزمائش ہوئی۔

گوشت کا لوہڑا، سلیمان کی شاہی کرسی پر؟!!

کہ سلیمان نے بڑا نیک ارادہ کیا، طے کیا کہ آج میں اپنی سو (۱۰۰) بیویوں پر چکر لگاؤں گا، کیوں کہ مجھے اللہ کے راستے کے لیے سو مجاہد تیار کرنے ہیں۔ (سوڑ کے پیدا کروں گا) نیک ارادہ کیا کہ اپنی سو (۱۰۰) بیویوں کے پاس چکر لگاؤں گا، کہ مجھے سو بیٹے چاہیے، جو اللہ کے راستے میں مجاہدہ کریں، شیطان نے ان کو بھی یہاں انشاء اللہ کہنا بھلا دیا۔ روایت میں ہے، حالانکہ خیر کا ارادہ ہے، اسی لیے اللہ کی مدد اسی کام میں ہو گی، جو کام اللہ کے حوالے کیا گیا ہے۔ ارادہ چاہے دین کا ہو یا دنیا کا، تو سلیمان نے نیک ارادہ کیا کہ سو مجاہد اللہ کے راستے کے لیے چاہیے اور اس ارادے کے ساتھ اپنی سو بیویوں سے صحبت کی، پر سو بیویوں میں سے صرف ایک بیوی کو حمل مٹھرا۔ اور ننانوے (۹۹) بیویوں کو کوئی حمل نہیں مٹھرا، صرف ایک بیوی کو حمل مٹھرا اور اس بیوی سے بھی ایک گوشت کا لوہڑا پیدا ہوا، کہ اس گوشت کے لوہڑے پرنہ کان، نہ ہاتھ، نہ پیر، نہ آنکھ اور منہ، صرف گوشت کا لوہڑا اور نسبت سلیمان کی تھی مجاہد کی۔ تو دیا نے ان کی بیوی سے پیدا ہوئے اس گوشت کے لوہڑے کو شاہی کرسی پر لا کر رکھ دیا۔ کہ یہ پیدا ہوا ہے، قرآن میں اسی طرح ہے کہ ﴿وَلَقَدْ فَتَأَسْلَمَ عَلَىٰ ۖ كُرْسِيٍّ جَسَدًا ۗ آنَابَ ۚ﴾

دیا نے اس جنے ہوئے گوشت کے لوہڑے کو سلیمان کی شاہی کرسی پر کیوں ڈالا؟ کیوں کہ وہ کرسی پر ڈالنے والی چیز تو نہیں تھی، پھر کیوں ڈالا کرسی پر؟ کہ کرسی پر اس لیے ڈالا گیا ہے کہ سلیمان کو یہ پتہ چلے کہ تم اپنی بادشاہت سے یہ نہ سمجھو کہ کچھ کر لیں گے۔

اسباب پر اللہ کا کوئی وعدہ نہیں

غور کرو اس پر کہ جن کے تابع ساری مخلوق، لیکن سو (۱۰۰) بچوں کو پیدا کرنے کے ارادے کو اللہ کو سامنے نہ رکھا کہ جب بندہ کسی کام کے ارادے پر اللہ کو بھول جاتا ہے تو پھر اللہ رب العزت اپنی یاد دلانے کے لیے اس کو اس کے کام میں ناکام کرتے ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ یاد آجائے ایسے حالات میں، تو پھر اللہ ان کے لیے راستے کھول دیتے ہیں اور جنہیں اللہ یاد نہیں آتے ان حالات میں، تو پھر وہ آگے بے برکتی کا پریشانیوں اور مصیبتوں کے شکار ہو جاتے ہیں۔ اس لیے میرے دوستو عزیزو! اسباب کی حیثیت اس سے زیادہ نہیں ہے۔ اس لیے کہتے ہیں کہ انبیاء اور صحابہ کے غیبی مددوں کے واقعات خوب بولا کرو، کہ اللہ نے ان کے ساتھ جو بھی کیا ہے، وہ اپنے ضابطے بنانے کے لیے اور ان کے دلوں میں جانے کے لیے کیا ہے۔ یہ تیرا سبب ہے ایمان کی تقویت کا، کہ صحابہ کے ساتھ اللہ کی غیبی تائید کے واقعات کو خوب بولا کرو۔ اس لیے حضرتؐ نے ساری "حیات الصحابة" مرتب کر کے آخر میں غیبی تائیدوں کے واقعات کو جمع کیا ہے۔ کہ اللہ نے صحابہ کی تائید کس طرح اور کن اعمال پر کی ہے۔ تو میں عرض کر رہا تھا، کہ اسباب کی حیثیت یہ ہے، اب چاہے وہ اسباب نبی کے پاس ہوں، چاہے وہ اسباب ولی کے پاس ہوں اور چاہے وہ اسباب اُمیٰ کے پاس ہوں، اسباب کی حیثیت یہ ہے۔ اللہ کا اسباب پر کوئی وعدہ نہیں ہے، یہ کلی بات ہے۔

اللہ کی قدرت وعدوں کے ساتھ ہے۔ اور

اللہ کے وعدے اس کے حکموں کے ساتھ ہیں۔

﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾

یہ سیدھا اور صحیح راستہ ہے۔ اسباب کے ساتھ وعدے بھی نہیں اور قدرت بھی نہیں، لوگوں پر تجھب ہے کہ وہ اللہ کے سامنے اپنے اسباب رکھ کر دعا میں مانگتے ہیں۔ میرے دوستو! اللہ کے سامنے اعمال رکھ کر دعا میں مانگو، کہ

اے اللہ! یہ صدقہ میں نے دیا ہے، اس پر تیرا یہ وعدہ ہے۔

اے اللہ! میں نے یہ نماز پڑھی ہے، اس پر تیرا یہ وعدہ ہے۔

اے اللہ! میں نے یہ سچ بولا ہے، اس پر تیرا یہ وعدہ ہے۔

مشہور واقعہ ہے کہ تین آدمیوں کا جو عمار میں پھنسنے تھے اور چٹان نے راستہ بند کر دیا تھا۔

یہاں ان کے لیے سوائے موت کے اور کوئی راستہ نہیں تھا، تو یہاں ہر ایک نے اللہ کے سامنے اپنا اعمال پیش کیا۔ ہاں سبب نہیں بلکہ عمل پیش کیا۔

ایک نے معاشرے کا عمل پیش کیا احسان کا۔

ایک نے معاملات کا عمل پیش کیا احسان کا۔

ایک نے اخلاق کا عمل پیش کیا احسان کا۔

کسی نے بیٹھ کر یہ دعا نہیں مانگی کہ اے اللہ! کوئی ایسی کریں بھیج دیجئے جو اس چٹان کو ہٹا دے، یا کوئی ایسا سیلا ب ہو جو چٹان کو ہٹا دے، یا کوئی زلزلے کا ایسا جھٹکا ہو جو چٹان کو یہاں سے سر کا دے۔ جی ہاں، یہاں پر ان تینوں نے اللہ کے سامنے اپنا اپنا عمل پیش کیا۔

ایک نے اپنا عمل پیش کیا کہ اے اللہ! میں اپنے والدین سے پہلے اپنے بچوں کو کبھی خوراک نہیں دیتا تھا، کبھی دودھ نہیں پلا یا تھا۔ جب بھی میں جنگل سے آتا تو سب سے پہلے میں بکری سے دودھ نکال کر اپنے والدین کو پلاتا تھا۔ ایک مجھے واپسی میں دری ہو گئی، جس کی وجہ سے میرے والدین سوچ کر تھے، تو میں ساری رات دودھ کا پیالہ لے کر والدین کے سرہانے کھڑا رہا۔ ادھر میرے بچے بھوک کی وجہ سے روتے بلکتے رہے، پر میں نے ان کو دودھ نہیں دیا۔ بلکہ دودھ کا پیالہ لیے ہوئے میں والدین کے سرہانے کھڑا رہا۔ کہ ان کو نیند سے اٹھانا میں نے مناسب نہیں سمجھا اور بچوں کو ان سے پہلے دودھ پلانا ٹھیک نہیں سمجھا۔

والدین کے ساتھ اولاد کا معاملہ، جانوروں جیسا

اب تو اللہ معاف فرمائے کہا ب تو مسلمان کا معاملہ اپنے والدین کے ساتھ ایسا ہے، جس

طرح جانوروں کے بچوں کا معاملہ ہوتا ہے۔ کہ کسی جانور کا بچہ بڑا ہو کر اپنے والدین کو

نہیں پہچانتا، حالانکہ انسان کو اس کی وصیت کی گئی ہے کہ تیری پیدائش کے وقت تجھے پیٹ میں رکھنے کی انہوں نے تکلیف اٹھائی۔ تجھے دودھ پلانے کی انہوں نے تکلیف اٹھائی، پر اب والدین بوجھ ہو گئے۔ والدین کی خدمت نہ کرنا آج مسلمانوں میں سب سے بڑی ہے برکتی کی وجہ ہے۔ لوگ برکتوں کے تعویذ لیتے ہیں، حالانکہ والدین کی خدمت سے بڑھ کر کوئی چیز برکت کا سبب نہیں ہے، سارے اعمال ایک طرف۔ اس لیے کہ اولاد والدین کی مقروض ہے، کہ اس پر حمل کا قرض، اس پر دودھ پلانے کا قرض اور اس کو جننے کا قرض، یہ سارے قرضے ہیں اولاد پر اپنے والدین کے اور اب اللہ معاف فرمائے کہ آج اولاد کا اپنے والدین سے معاملہ جانوروں کے جیسا ہے۔ کہ بڑے ہوئے اور والدین کو چھوڑا۔

تو وہاں غار میں انہوں نے عمل پیش کیا تو چان سرک گئی اپنی جگہ سے۔ لیکن کسی کے نکلنے بھر کا راستہ نہ بنا، ایسا نہیں ہے کہ تم عمل کرو تو تمہاری نجات، اور وہ عمل کریں تو ان کی نجات کر امت کا معاملہ اجتماعی ہے اور دین بھی اجتماعی ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ جو عمل کر لے اس کی نجات ہو جائے بلکہ دین مجتمع ہے اور امت مجموعہ ہے۔

میں تجھ سے مذاق نہیں کر رہا ہوں

تو دوسرے نے عمل پیش کیا معاملات میں احسان کا، کہ میں نے ایک مزدور سے کام لیا پر وہ اپنی مزدوری چھوڑ کر چلا گیا اور میں نے اس کی مزدوری سے بہت سامال تیار کیا۔ پھر ایک عرصے کے بعد جب وہ میرے پاس اپنی مزدوری لینے کے لیے آیا تو اس وقت ساری وادی جانوروں سے بھری ہوئی تھی۔ تو میں نے اس سے کہا کہ یہ سب تیری مزدوری ہے، تو انھیں لے جا۔ کیوں کہ اس نے اس کی مزدوری سے ہی یہ سارا مال بنایا تھا۔ اور جتنا مال اس کی مزدوری سے بنا، اس نے اس کو بچا کر رکھا۔ پھر اس کے آنے پر میں نے اس کو سارا سامان لے جانے کے لیے پیش کیا، تو اس مزدور نے کہا کہ اے اللہ کے بندے! مجھ سے مذاق نہ کر بلکہ میری مزدوری دے دے۔ اس نے کہا کہ میں تجھ سے مذاق نہیں کر رہا ہوں، یہ سارا کا سارا تیرا ہی ہے، تو اسے لے جا۔ معاملے میں احسان کا عمل۔

جی ہیں، عمل پیش کر کے کہا کہ اے اللہ! اگر یہ میں نے تیرے لیے کیا ہے تو تو ہمیں یہاں سے نکال دے۔ چنان پھر سر کی، لیکن ایک کے بھی نکلنے کا راستہ نہ ہوا کہ دین مجموعہ ہے اور امت مجموعہ ہے۔

معاملات کی وجہ سے آنے والے حالات، عبادت سے ٹھیک نہیں ہونگے

اب میں کیسے سمجھاؤں دوستو! لوگ لمبی نمازیں، بڑی بڑی عبادتیں، حج پر حج کرتے ہیں، ذکر بہت لمبا لمبا، لیکن معاملات، معاشرت اور اخلاق ان تینوں لائنوں میں یہ فیل ہے۔ حضرت فرماتے تھے کہ جو حالات معاملات کی وجہ سے آئیں گے، وہ عبادت سے ٹھیک نہیں ہونگے۔ اگر یہ چاہے کہ ہماری عبادات سے تنگی دور ہو جائے، تو یہ تنکیوں سے نہیں نکل پائیں گے۔ میرے دوستو! معاملات بہت اہم چیز ہے، اللہ مجھے معاف فرمائے کہ ہمارے ماحول میں اس کا اہتمام نہیں ہے۔ کیوں کہ جن کی نظر اپنی عبادات پر ہوتی ہے، ان کے اندر اتنا فخر پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ معاملات کی پرواف نہیں کرتے۔ حالانکہ خدا کی قسم! معاملات کو بگاڑ کر دنیا میں عبادتیں کرنے والے، اپنی ساری عبادتیں صرف دوسروں کے لیے کر رہے ہیں۔ کہ یہ اپنی عبادات سے قیامت میں ایسے خالی ہو جائیں گے کہ شاید انہوں نے دنیا میں کوئی عمل کیا ہی نہیں ہے۔ کہ قیامت میں حق والوں کو اکی عبادتیں دی جائیں گی اور جب عبادتوں سے یہ خالی ہو جائیں گے، تو ان عابدوں پر حق والوں کے گناہ ڈالے جائیں گے، پھر ان عابدوں کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ کہ یہ گے وہ عابد جس نے معاملات کی پرواف نہ کر کے عبادتیں کی ہیں معاملات کے حکم توڑ کر۔

یہ بڑی فکر کی بات ہے کہ کہیں ہمارے معاملات کی وجہ سے ہماری عبادت پر دوسروں کا قبضہ نہ ہو جائے، کہ ہمارے معاملات پر عبادت کا پردہ نہ پڑ جائے، کہ قیامت میں اللہ اس پر دے کو اٹھائیں گے اور مطالبہ کرنے والوں کے مطالبے کو، اس کی عبادت سے پورا کریں گے۔ کیوں کہ آخرت کی کرنی اعمال ہیں۔ یہ وہاں کی ضرورت ہے، اس لیے اپنی عبادات کو محفوظ کرو۔ ورنہ حق والے ساری عبادتیں ایسی لے اڑیں گے کہ گویا ان عبادات میں آپ کا کوئی حصہ ہی نہیں ہے۔

مقبول نمازیں

مقبول حج
مقبول اذکار
مقبول روزے
سب نیکیاں دوسرے لے اڑیں گے۔

فاقہ تو کفر تک پہنچا دیتا ہے

میں عرض کر رہا تھا کہ پھر تیرے نے عمل پیش کیا کہ اے اللہ! میرے چچا کی لڑکی جو مجھے محبوب تھی، میں اس کے ساتھ خلوت چاہتا تھا۔ کیوں کہ دنیا میں اگر مجھے کسی عورت سے محبت تھی تو اسی سے تھی، میں اس کے ساتھ خلوت چاہتا تھا، مگر وہ خلوت کا موقعہ نہیں دیتی تھی، پھر قحط سالی کی وجہ سے اس پر تنگی آئی، تو وہ محتاج ہو کر میرے پاس آئی۔ میں نے کہا کہ میں تجھے ایک سو بیس (۱۲۰) دیناروں کا گاہگر شرط یہ ہے کہ تو میرے ساتھ خلوت اختیار کر لے۔ وہ اس بات پر راضی ہو گئی۔ کیوں کہ فاقہ تو کفر تک پہنچا دیتا ہے، تو اس کو اس کے فاقہ نے بدکاری کے لیے تیار کر دیا۔ پھر اے اللہ! جب بدکاری کے ارادے سے میں اس کی نائلوں کے درمیان بیٹھ گیا، تو وہ مجھ سے بولی کہ اللہ سے ڈر! اے اللہ! میں نے صرف تجھ سے ڈر کریے کام نہیں کیا کہ اے اللہ! میں نے تیرے ڈر سے اس سے زنا نہیں کیا اور وہ ایک سو بیس (۱۲۰) دینار بھی اس کو دے دئے۔ اے اللہ! تو میرے نکلنے کا یہاں سے انتظام کر دے۔

مد کے ضابطے

دیکھو بھائی میرے دوستو بزرگو! یہ واقعات مدد کے ضابطے بتانے کے لیے ہیں۔ لوگ ایسے واقعات سن کر کہتے ہیں ”سبحان اللہ سبحان اللہ“ پر زندگی وہیں کی وہیں۔ حضرت فرماتے تھے کہ جتنے پچھلوں کے واقعات ہیں ان سے پچھلوں کو نہیں بتانا ہے بلکہ ان کے واقعات سے قیامت تک اللہ کی مدد کے ضابطے بتانا ہے کہ یہ مدد کے ضابطے ہیں۔ وہ ایسے تھے، وہ ایسے تھے بلکہ یہ واقعات تو یہ بتانے کے لیے تھے کہ اگر تم نے ایسا کیا تو تمہارے ساتھ بھی ایسے ہی ہو گا۔ بلکہ جتنا ان کے ساتھ ہوا ہے، اس سے دس گناہ زیادہ ایک مؤمن کے ساتھ ہو گا۔ حدیث میں آتا ہے، کہ ایک مؤمن کی مدد دس

(۱۰) صحابہ کے بقدر ہوگی اور ایک مومن کو عمل پر اجر پچاس (۵۰) صحابہ کے برابر ملے گا۔ دیکھو یہ بہت بڑی بات ہے، صحیح روایت میں ہے۔ ”مختب احادیث“ میں حضرت نے یہ بات نقل کی ہے۔ ایسی حدیثیں حضرت نے ”مختب احادیث“ میں چن چن کر جمع کی ہیں۔ غور کیا کرو ان حدیثوں پر۔ تو ایمان کے سکھنے کا یہ تیسرا سبب ہے کہ صحابہ کے ساتھ جو غنیمی مددیں ہوتی ہیں، انھیں خوب بولا کرو۔

❖ اور چوڑھا ایمان کی تقویت کا سبب یہ ہے کہ ایمان کی علامتوں کو خوب بولا کرو تاکہ ایمان کی کمزوری کا ہمارے اندر احساس ہو جائے کہ کتنی بے پرواہی ہے ایمان سے۔ کہ جب تمہیں نیکی خوش کرے اور گناہ غمگین کرے تو جان لے کر تو مومن ہے کہ ایمان تو اپنی علامتوں کے ساتھ ہے۔ نیکیوں سے خوش ہونا کہ اللہ کا حکم پورا کر کے خوشی ہو رہی ہو اور گناہ سے غمگین ہونا کہ ایک ادنیٰ سی سنت کے چھوٹے پر ہمیں خم ہو رہا ہے، اسی کو توبہ کہتے ہیں۔ جو گناہ کر کے غمگین نہیں ہو گا وہ تو نہیں کرے گا، یہ ہے ایمان کی تقویت کے اسباب۔

ایمان کی سب سے اہم علامت ”تقویٰ“

کہ ایمان کی سب سے اہم علامت تقویٰ ہے، کہ قرآن میں کلمہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کو تقویٰ کا کلمہ فرمایا ہے۔ اور مومن کو اس کا حق دار بتایا۔

﴿إِذْ جَعَلَ اللَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيمَةَ حَمِيمَةُ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَهُمُ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ وَكَانُوا أَحَقُّ بِهَا وَأَهْمَها وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾ (فتح: ۲۶)

کہ اللہ نے جمایا ایمان والوں کو تقویٰ کے کلے پر کیوں کہ ایمان کی علامت تقویٰ ہے۔ اس لیے میرے دوستو بزرگو عزیزو! سب سے پہلے ہمیں زندگی میں تقویٰ لانا ہو گا۔ تقویٰ کہتے ہیں حرام سے بچنے کو یہ تقویٰ سب سے پہلے معاملات میں چاہیے، معاملات میں سب سے پہلے تقویٰ لانا اس لیے ضروری ہے کہ جس طرح بغیر وضو کے نماز نہیں ہوتی اسی طرح بغیر معاملات کے عبادات ہو گی پہلے طہارت پھر عبادت، پہلے وضو پھر نماز، بالکل اسی طرح خدا کی قسم پہلے معاملات، پھر عبادات، اس پر بہت غور کرنا ہو گا کہ جسم میں دوڑنے والا خون اگر

سودے

غیر سے

جھوٹ سے

خیانت سے

رشوت سے

پاک نہیں ہے تو اس نے اپنے جسم کو عبادات کے لیے بنایا ہی نہیں ہے، کہ جسم میں خون دوڑ رہا ہے حرام اور یہ کر رہا ہے عبادت۔

معاملات کے گناہ، عبادت سے کیسے معاف ہو جائیں گے

لوگ بے چارے یہ سمجھتے ہیں کہ معاملات کے گناہ عبادت سے پاک ہو جائیں گے لیکن ایسا نہیں ہو گا معاملات کے گناہ عبادت سے کیسے معاف ہو جائیں گے۔ کہ اس نے عبادت کی جو پہلی شرط طہارت ہے اسی کو پورا نہیں کیا، کہ طہارت کے بغیر تو عبادت نہیں ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ جس طرح مصلیٰ کپڑے اور بدن کا ظاہر پاک ہے اسی طرح بدن کا باطن بھی پاک ہو، یہ بھی ظاہری تقویٰ ہے کہ اپنے خون کو پاک رکھو۔ کاہے کے لیے؟ عبادت کے لیے، اللہ مجھے معاف فرمائے کہ غیر تو خوب جانتے ہیں اس بات کو انھیں سو دھلاؤ پھر ان کی بد دعاؤں سے ڈرنے کی ضرورت نہیں، کیوں کہ ان کی دعاؤں سے خود ان کو کچھ ملنے والا نہیں۔ کیوں کہ اللہ کی طرف سے حرام کھانے والے کے لئے دعا کے جواب میں یہی جملہ ہے

“أَنْتَ لَكَ الْأَجَابَةُ؟”

میں تیری دعا کا ہے کو قبول کرلوں؟۔

کھانا حرام کا

پناہ رام کا

پہنچا حرام کا

اور پھر یہ بڑی لجاجت کے ساتھ اللہ کو پکاریں کہ اے میرے رب! اے میرے رب! رو رو کر دعائیں مانگیں۔ اپنی حاجب اللہ کے سامنے رکھیں اور اللہ کہے ”آنی لَكَ الْإِجَابَةُ“؟ کہ

میں تیری دعا کیوں قبول کروں؟۔

اس لیے میرے دوستو عزیز و بزرگو! کہ سب سے پہلے معاملات میں دین لانا ہوگا، یہ ایسا ہے جیسے نماز کے لیے طہارت کی، پہلے تقویٰ معاملات میں لاو، اس لیے کہ ساری نیکیوں کا مدار تقویٰ پر ہے، اور اللہ کا تقویٰ پر وعدہ ہے کہ جو حرام سے بچنا چاہے گا، ہم اسے بچا کر نکالیں گے۔

ہم تو متقیٰ کے لیے راستہ ضرور نکالیں گے

کہ یوسفؑ نکلتے چلے گئے اور ان کے لیے دروازے کھلتے چلے گئے ایک آدمی اگر حرام سے بچنا اور اللہ اس کے لیے راستہ نہ بنائیں ایسا کیسے ہو سکتا ہے، کہ یوسفؑ نکلتے چلے گئے اور دروازے کھلتے چلے گئے، ہاں دیکھو ایک بات یاد رکھو کہ جو آدمی تقویٰ کی لائے اختیار کرے گا تو اللہ رب العزت اس کے تقویٰ کا امتحان ضرور لیں گے، کہ یہ اپنے تقویٰ میں مغلص ہے یا نہیں۔ تو یوسفؑ نجح کر نکلے تقویٰ کی وجہ سے لیکن انھیں جیل ہو گئی، دیکھو اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آدمی گناہ سے بچتا ہے تو اللہ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ یہ کہیں گناہ کی طرف واپس تو نہیں جاتا، کیوں کہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ بہت سے لوگ آپ کو ایسے ملیں گے کہ جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا حرام کا روبرار چھوڑ دیا، پھر اللہ نے ان پر حالات ڈالے کہ قرضہ آیا اور تنگی آئی تو اللہ ہمیں معاف فرمائے اور اللہ حفاظت فرمائے کہ بعض لوگ ان حالات سے تنگ آ کر حرام کی طرف پھر واپس چلے جاتے ہیں، جب کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ ہم ہلاکا ساتھیں آزمائیں گے کہ

﴿وَلَنَبْلُونَكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُحُودِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ

وَالشَّرَّاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ﴾ [البقرة: ۱۵۵-پ: ۲]

تحوڑی سی بھوک

تحوڑا سانقسان

تحوڑا ساخوف

اگر اس پر مجھے رہے، تو پھر اس کے بعد راستے کھول دیں گے، یہ آزمائش کے لیے

ہوتا ہے پر لوگ ان حالات کے آنے پر حرام کی طرف پھر واپس ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ
بولنے والوں کو آزمائیں گے سچائی میں کہ کعب بن مالکؓ کی طرح کہ وہ غزوہ تجوہ سے پیچھے رہ
گئے تھے تو یہ بول دی کہ میرے پاس کوئی عذر نہیں تھا۔ کیوں کہ میرے پاس مال بھی تھا، سواری
بھی تھی پر میں اللہ کے راستے میں نکلنے سے پیچھے رہا ہوں۔ عذر کوئی نہیں تھا مجھ سے غلطی ہو گئی
ہے، صاف صاف بات۔ تو اللہ کے نبی ناراض ہو گئے، کیوں کہ کعب بن مالکؓ نے یہ بات کہہ
دی تھی۔ جب آپ کے پاس سے وہ باہر نکلنے تو لوگوں نے کہا کہ اے کعب! تم نے یہ کیا کیا؟ اگر
تم جھوٹا عذر کر دیتے تو جان بھی ٹکچ جائی اور اللہ کے نبی تمہارے لیے استغفار بھی کرتے، پھر اس
استغفار سے تمہارا جھوٹ بولنے کا گناہ معاف ہو جاتا۔ ان لوگوں نے ان کو یہ مشورہ دیا، تو ان کو
خیال آیا کہ میں واپس جاؤں اور اللہ کے نبی سے کہوں کہ میں نے آپ سے جو کچھ بتلایا ہے وہ
جمھوٹ ہے اور بات یہ ہے۔ پھر مجھے خیال آیا کہ اللہ کے نبی سے اوپر اللہ موجود ہے اور وہ دیکھ
رہا ہے، اگر میں نے جھوٹ بول کر اللہ کے نبی کو راضی کر بھی لیا تو اللہ اپنے نبی کو مجھ سے ناراض
کر دیں گے۔ اس لیے اب صبر کرو۔

دوستو! مجھے تو یہ عرض کرنا تھا کہ جب کوئی آدمی حرام سے حکم کی طرف آتا ہے، تو اللہ اس کو
آزماتے ہیں۔ کہنگی میں یہ جنتا ہے یا نہیں جنتا۔

اس لیے میرے دوستو عزیز و ایوسٹ تقویٰ اختیار کر کے نکل کر بھاگے، لیکن وہاں سے نکلنے
کے بعد جیل ہو گئی۔ لیکن جیل کے اندر بھی دو کام کرتے رہے، کہ جیل میں آنے والوں کو دعوت بھی
دیتے رہے اور عبادت بھی کرتے رہے۔ نہیں کہ اب ہمارے حالات دعوت دینے کے نہیں ہیں۔

حالات میں کام نہ کرنا، کام کو چھوڑ کر،

اس سے بڑے حالات کو دعوت دینا ہے

کہ ایسے بھی لوگ ہیں کہ جو یہ کہتے مل جائیں گے کہ ابھی ہمارے حالات ذراٹھیک نہیں ہیں۔

نہ سال کا چلہ

نہ مہینے کے تین دن

نہ ہفتے کے دو گشت

کہ کچھ مقدمہ وغیرہ ہو گیا تھا، ہم پر جھوٹا الزام لگا دیا گیا تھا، تو ذرا اس سے نیٹ جائے پھر انشاء اللہ کام کریں گے۔ حضرت مولانا یوسف فرماتے تھے کہ ”جو حالات میں کام نہیں کریں گے، انھوں نے کام کو چھوڑ کر، اس سے بڑے حالات کو دعوت دے دی ہے۔“ اب آگے ان پر اس سے بڑے حالات آئیں گے، جسے یہ برداشت نہیں کر پائیں گے۔ کیوں کہ جو اپنے موجودہ حال میں دعوت نہیں دے گا، وہ اس سے بڑے حال میں بنتا ہو گا۔ یوسف جیل میں دعوت دیتے رہے اور اللہ نے اسی دعوت کے ذریعہ سے انھیں جیل سے نکالا۔

اس لیے میرے دوستو بزرگ عزیزو! دیکھو یاد رکھو کہ اللہ رب العزت تقویٰ اختیار کرنے والے کو آزمائیں گے۔ اگر تقویٰ پر جمے رہے تو اللہ ہمیشہ کے لیے برکتوں کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ لیکن ایک ضروری بات جو مجھے عرض کرنی ہے وہ یہ ہے کہ تقویٰ اور صبر یہ دونوں چیزیں یوسف نے برابر اختیار کی ہیں۔ ہماری مشکل یہ ہے ہم صبر کو تو اختیار کرتے ہیں، پر تقویٰ اختیار نہیں کرتے۔ قرآن میں جہاں بھی ملے گا صبر اور تقویٰ ساتھ ملے گا۔

کہیں صبر آگے، کہیں تقویٰ آگے کہ قرآن میں دونوں ساتھ ساتھ ملے گا، پر مسلمان کی مشکل یہ ہے کہ اس زمانے میں صبر کر رہا ہے تقویٰ کے بغیر، آج جتنی ان کی پٹائی ہو رہی ہے، دھماکے ہو رہے ہیں، قتل ہو رہے ہیں۔ سارے مسلمان اس انتظار میں بیٹھے ہیں، کہ اب اللہ کی مدد آنے والی ہے اور اب اللہ کی مدد آنے والی ہے۔

میری بات دھیان سے سنو، دوستو! سب یہ کہہ رہے ہیں کہ صبر کرو، یہ خون بے کار نہیں جائے گا، اللہ کی مدد ضرور آئے گی۔ ایک بات یاد رکھو کہ جب مسلمان اللہ کے حکم و کوتولہ کر صبر کرتا ہے، تو پھر اللہ رب العزت باطل کو ان پر مسلط کرتا ہے اور اگر مسلمان تقویٰ کے ساتھ صبر

کرتا ہے تو اللہ ان کو اہل باطل پر غالب کرتے ہیں۔ صحابہ کے اور نبیوں کے واقعات کا یہ خلاصہ ہے۔ اس لیے کہ جو حالت گناہوں کی وجہ سے آتے ہیں وہ صبر کر لینے سے نہیں نہیں ہوتے، کہ آج مسلمان صبر تو کر رہا ہے، پر تقویٰ نہیں ہے۔ یہ صبر کرنا اللہ نے قرآن میں فرمادیا۔

﴿اَصْبِرُوَا اَوْلَاتْصِبْرُوَا سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ اِنَّمَا تُحْزَوُنَ ﴾ ”کتم صبر کرو یا نہ کرو ہمارے لیے دونوں برابر ہیں، اس لیے کہ تمہیں صبر سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔“

جنہیوں سے کہا جائے گا: ﴿اَصْبِرُوَا اَوْلَاتْصِبْرُوَا سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ اِنَّمَا تُحْزَوُنَ ﴾ کتم صبر کرو یا نہ کرو، کہ تمہیں یہ جو عذاب دیا جا رہا ہے اہانت کا، یہ تمہارے گناہوں کا ہے۔

یاد رکھو! یہ جتنے حالات دنیا میں مسلمانوں پر اس وقت ہیں، یہ صرف صبر سے ختم نہیں ہونگے۔ کیوں کہ ان حالات کے آنے کا جو سبب ہے، وہ مسلمانوں کا غیروں کے طریقے پر زندگی گزارنا ہے۔ تم ان طریقوں سے الگ ہو جاؤ، تو پھر تمہارے لیے دوچیزیں ہوں گی۔

پہلی: امن اور

دوسری: بہادیت

یہ قرآن کی بات ہے۔ بہادیت کا مطلب یہ ہے کہ جنت کا راستہ آخرت میں اور امن کا مطلب یہ ہے کہ سکون کی زندگی دنیا میں۔ یہ وعدہ ان سے ہے جو غیروں کے طریقوں سے پوری طرح الگ ہو جائے، یہ جو میں عرض کر رہوں کہ قرآن کی آیت کا مفہوم ہے۔

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلِسْسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ ﴾ [انعام: ۸۲] کہ راستہ وہ پانے والے ہیں اور امن انھیں ملے گا، جن کے ایمان میں غیروں کے طریقوں کی آمیزش نہ ہو۔ اس لیے میرے دوستو بزرگو عزیزو! مسلمان تقویٰ کے بغیر غیروں سے ممتاز نہیں ہو سکتا، کہ مسلمان کی امتیازی شان تقویٰ سے ہے۔

﴿إِنَّمَا تَتَّقُوا اللَّهُ يَجْعَلُ لَكُمْ فُرْقَانًا ﴾ [انفال: ۲۹] اگر تم میں تقویٰ ہوگا تو تم غیروں سے چھانٹے جاؤ گے اور اگر تقویٰ نہیں ہے تو تم میں اور غیروں میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔

اسلام، صرف اسلامی جہنڈے کے کا نام نہیں

اس لیے میرے دوستو عزیزو! اسلام صرف اسلامی جہنڈے کا نام نہیں ہے یا اسلام اسلامی حکومت کا نام نہیں ہے، بلکہ اسلام تو مکمل طریقہ زندگی کا نام ہے۔ اس طریقے پر چلنے والا مسلمان ہے، اسلام کی بنیاد پانچ چیزیں ہیں۔ توجہ پانچ چیزیں اسلام کی بنیاد ہیں، پھر اسلام کیا ہے؟ جس طرح مکان کی بنیاد ہوتی ہے یا مسجد کی بنیاد، ہوں کی بنیاد، کمزین کے نیچے ہوتی ہے، پھر اس بنیاد پر مکان کی تعمیر کی جاتی ہے۔ توجہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزیں ہیں، پھر اسلام کیا ہے؟ کہ

معاملات،

اخلاق،

معاشرت،

یا اسلام کی عمارت ہیں

اور سات چیزیں ایمان کی بنیاد ہیں۔

اللہ پر ایمان رکھنا،

اس کے فرشتوں پر،

اس کی کتابوں پر،

اس کے رسولوں پر،

مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے پر،

اچھی، بری تقدیر پر،

آخرت کے دن پر،

یہ ایمان کی بنیاد ہے، یعنی عقائد ہیں، کہ عقائد کے بغیر عمارت نہ قائم ہوگی اور عمارت کے بغیر بنیاد کافی نہ ہوگی دونوں باتیں برابر ہیں، کہ اگر کوئی عقائد کے بغیر چاہیے عمارت قائم ہو جائے تو عمارت قائم نہ ہوگی۔

ای طرح پانچ چیزیں اسلام کی بنیاد ہیں۔

کلمہ کا اقرار،

نماز،

روزہ،
حج،
زکوٰۃ،

اور معاملات، اخلاق اور معاشرت، یہ اسلام کی عمارت ہیں۔ صرف بنیاد کافی نہیں ہے ضرورت پوری کرنے کے لیے اور عمارت بنانا کافی نہیں ہے بنیاد ہے بغیر۔ اس لیے کہ وہ عمارت قائم ہی نہیں رہے گی، جس کے نیچے بنیاد ہی نہ ہو، کہ لوگ کہیں کہ ہاں، میاں نماز، روزہ اپنی جگہ مگر معاملات ٹھیک ہونا چاہیے، کہ معاملات، اخلاق اور معاشرت کی عمارت قائم ہی نہیں ہوگی، جب تک بنیاد نہ ہو اور صرف بنیاد بھی کافی نہ ہوگی جب تک اس پر عمارت نہ ہو۔

سنن کے بغیر کوئی ولایت اور کوئی بزرگی نہیں ہے

اس لیے میرے عزیز و دوستو! ایک تو سنتوں کا احترام زیادہ کیا کرو، کہ سنن کے بغیر کوئی ولایت اور کوئی بزرگی نہیں ہے۔ مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے کہ ”میرے کام کا مقصد احیائے سنن ہے“ کہ مسلمانوں کے اندر حضور ﷺ کے طریقے پر اپنی ضروریاتِ زندگی کو حاصل کرنے کا روانج پڑ جائے۔ کیوں کہ اللہ نے اپنی مدد میں اور برکتیں حضور ﷺ کی سنتوں کے ساتھ لازم کر دی ہے۔ مسلمانوں کی شان ہی سنتوں کے ساتھ ہے، ورنہ بھائی صاف صاف بات یہ ہے کہ مسلمان سنتوں کو ہلکا سمجھ کر اگر چھوڑ دے تو یہ سب سے پہلے معاشرتی ارتاد میں پڑے گا۔ کہ سب سے پہلے اس کا معاشرت مرد ہو گا۔

کہ اس نے سنن کو ہلکا سمجھ کر چھوڑ دیا۔ مسلمان کا اپنا امتیاز سنتوں کے احترام میں ہے۔ ورنہ آپ خود کیھیں کہ کہیں تین ٹکڑا جائے یا کہیں زلزلہ آجائے، تو لوگوں میں دیکھنا پڑتا ہے کہ ان میں مسلمان کون ہے؟

حضرتؒ فرماتے تھے کہ وہ ساری علامتیں آج مسلمانوں کے اندر سے ختم ہو گئیں، جس کی وجہ مسلمان کو دور سے دیکھ کر ہی اللہ کی یاد آتی تھی۔ اب تو ختنہ دیکھ کر مسلمان کی پہچان کی جاتی

ہے۔ کہاں مسلمان سر سے لے کر پیر تک اسلام کی علامتوں سے بھرا ہوا تھا کہ دور سے پتہ چل
جائے۔ آپ (ﷺ) کے صحابہ ایسے تھے آپ (ﷺ) کے ساتھ،

مسلمان کے علاوہ کو سلام کرنا جائز نہیں

جیسے کالے رنگ کے بال میں چند بال سفید ہوں کہ وہ سفیدی الگ ہی نظر آئے گی۔ آج
تو سلام کرنے کے لیے، پہلے نام پوچھنا پڑتا ہے، اس لیے کہ چہرے سے لگتا ہی نہیں ہے کہ کون
مسلمان ہے، جس کو سلام کیا جائے۔ کیوں کہ مسلمان کے علاوہ کو سلام کرنا جائز نہیں ہے۔ اس
کو بھی پتہ ہی نہیں کیا کہ اسلام میں داڑھی کا کیا مقام ہے؟ بس اتنے جانتے ہیں داڑھی سنت
ہے، مسلمان ہلکا سمجھتے ہیں داڑھی کو۔ بس ہم میں اور صحابہ میں یہی فرق ہے کہ وہ سنت پر عمل
کرتے تھے، سنت ہونے کی وجہ سے۔ ہم سنت کو چھوڑتے ہیں، سنت ہونے کی وجہ سے۔ ہم میں
اور صحابہ میں یہ فرق ہے۔

اس لیے محترم دوستو بزرگ عزیز و اس کام سے نہیں اپنے اندر یہ تبدیلیاں لانی ہے، کیوں کہ
دعوت تو ہدایت کے لیے ہے
دعوت تو تربیت کے لیے ہے
دعوت تو اپنے آپ کو بدلنے کے لیے ہے
اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ رب العزت نے اس محنت میں ماحول اور یقین کو بدلنے کی
خاصیت رکھی ہے۔

ایک کششی چلانے والے کی دعوت پر ہدایت

آپ (ﷺ) نے ہر فرد کو دعوت والا بنایا تھا کہ ابو جہل کے بیٹے عکرمه کو ایک کششی چلانے
والے کی دعوت پر ہدایت ہوئی ہے۔ حضرت عکرمهؓ اسلام سے بھاگے، یہ یمن کی طرف جا رہی
کششی میں سوار ہوئے تو طوفان آگیا، کششی پلنے لگی۔

حضرت عکرمهؓ نے کششی والے سے کہا کہ کیا میرے بچنے کا کوئی سامان ہو سکتا ہے؟

کشتنی والے نے کہا کہ کاں، بچتے کے ایک راستہ ہے اور وہ یہ کہ تم کلمہ اخلاص کہہ لو۔

حضرت عکرمہؓ نے پوچھا کہ یہ کلمہ اخلاص کیا ہے؟

کشتنی والے نے کہا! کہ کہو "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ"

حضرت عکرمہؓ نے کہا! کہ میں اس سے فتح کرہی میں بھاگ رہا ہوں، اگر یہ کلمہ ہی کہنا ہوتا تو میں کیوں بھاگتا؟ ادھر کشتنی والے دعوت دی اور ادھر کنارے سے ان کی بیوی نے کپڑا اہلا کر انھیں اشارہ کیا۔ پھر یہ واپس آ کر حضور ﷺ کی خدمت میں گئے۔

مجھے اس میں عرض یہ کرنا تھا، کہ آپ ﷺ نے ہر فرد کو داعی بنایا تھا، سو فیصلہ صحابہ دعوت والے، تو اس دعوت کی عمومیت نے لوگوں کے اسلام میں آنے کا راستہ کھولا ہوا تھا، اسلام سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔

اس لیے میرے دوستو بزرگو عزیزو! یہ ارادے کرو اور نتیجیں کرو کہ ہمیں انشاء اللہ اس کام کو مقصد بنا کر کرنا ہے اور ساری امت کو اس پر جمع کرنا ہے۔ یہ بھی ہماری ذمہ داری ہے، کیوں کہ ہر امتی ساری امت کا ذمہ دار ہے۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ اللہ رب العزت یہ کام انھیں لوگوں سے لیں گے، جو دین کے نقصان کو برداشت نہ کریں۔ ابو بکرؓ مدینے کو خالی کرانا چاہتے تھے، کہ دین کا نقصان نہ ہو، کہ لوگ زکوٰۃ میں رہی دینے سے انکار کریں اور تم مدینے میں رہو۔ کہ چاہے مدینے میں ازواج مطہرات کو کوئی دفن کرنے والا نہ ہو، پر تم سب چلے جاؤ اور مجھے یہاں اکیلے چھوڑ دو، مجھے یہاں چاہے ختم کیا جائے اور کوئی مجھے بھی دفن کرنے والا نہ ہو، تب بھی میں مدینے کو دین کے تقاضے پر خالی کروں گا۔ یہ جذبہ تھا دین کے ساتھ صحابہ کا، اب یہ جذبہ ختم ہو گیا، کہ اللہ کے دن کا نقصان ہوا اور ہم گھر بیٹھیں۔ کہ سارے مدینے کو خالی کیا کہ نکلو! یاد رکھو! جب تک امت میں نقل و حرکت رہے گی، دین کی حیات باقی رہے گی۔

امت دعوت کے بغیر نجات نہیں پاسکتی

میں نے اس لیے شروع میں ہی عرض کر دیا تھا کہ امت دعوت کے بغیر نجات نہیں پاسکتی، یہ بالکل کپکی بات ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اس لیے یہ اللہ تعالیٰ خود یہ فرمایا ہے ہیں۔

﴿وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي حُسْرٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّابِرِ﴾

ہر فرد کے ذمہ یہ کام ہے، چاہے وہ عمل کرتا ہو یا عمل نہ کرتا ہو۔ یہ بھی سنو! کہ عمل کرنا شرط نہیں ہے دعوت کے لیے۔ ہاں یہ بات صحیح ہے کہ دعوت دینے والے کہ عمل بھی کرنا چاہیے، لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے کہ جو عمل نہ کرے وہ دعوت نہ دے۔ عمل نہ کرنے والا دعوت زیادہ دے۔ حضرت تھانویؒ فرماتے تھے ”کہ میں جس چیز کو اپنے اندر پیدا کرنا چاہتا تھا، تو اس کی دعوت دوسروں کو دیتا ہتا اور جس براہی کو اپنے اندر سے نکالنا چاہتا تھا، اس سے دوسروں کو روکتا تھا“ یہ دونوں کام، خود اپنی ذات کے لیے ہیں، اس لیے عمل شرط نہیں ہے دعوت دینے کے لیے۔ ہاں! دعوت دینے والے کو چاہیے کہ وہ عمل بھی کرے کہ کہیں اس کی دعوت عمل سے خالی نہ ہو جائے۔

اس لیے یہ یاد رکھو! کہ دعوت دینا تو ہر ایک کے ذمہ ہے، وہ عمل کرتا ہو یا عمل نہ کرتا ہو، جب تک دعوت کی نسبت پرقل و حرکت باقی رہے گی، اس وقت تک دین زندہ رہے گا اور امت پاک ہوتی رہے گی کہ یہ راستہ پاک ہونے کا ہے۔ اس لیے کہ بھرت پچھلے سارے گناہوں سے پاک کر دیتا ہے۔

سُوقْتُلَ كَرْنَے وَالْقَاتِلَ كَرْلَيْزِ مِنْ كَرْسَارَنَے نَظَامَ كَابْدَلَنَا
حدیث میں ہے کہ بھرت پچھلے سارے گناہوں سے پاک کر دیتی ہے۔ ایک آدمی سُوقْتُلَ کر کے قوبہ کے لیے چلا تو اللہ نے زمین کے سارے نظام کو بدل دیا کہ میرا بندہ اصلاح کے لیے چل رہا ہے۔ کہ سُوقْتُلَ کر کے اصلاح کے لیے چلا تو موت آگئی۔ کوئی عمل نہیں کیا۔

نہ نماز کا

نہ ذکر کا

نہ تلاوت کا

نہ سچائی کا

نہ امانت داری

مکہ کوئی عمل نہیں کیا ہے، صرف اصلاح کے لیے قدم اٹھایا ہے کہ بہت گناہ کر لیے ہیں،

اب چلو اللہ کی طرف۔ کہ اللہ کا اپنے بندے کی طرف دوڑ کر آنے کا مطلب ہی یہی ہے کہ اللہ نے سوچ کرنے والے قاتل کے لیے زمین کے سارے نظام کو بدل دیا۔

جی ہاں! اس زمین سے کہا کہ تو پھیل جا اور اس زمین سے کہا کہ تو سکھ جا۔ زمین کی فرشتوں نے نپائی کرائی ورنہ اس کا سفرابھی شروع ہی ہوا تھا، اس لیے میرے دوستو یا درکھو! کہ اس راستے کی نقل و حرکت اسلام کو پھیلائے گی اور مسلمان کو مسلمان باقی رکھے گی، غیروں کے اسلام میں آمد کا اور مسلمان کے مسلمان باقی رکھنے کا یہی ایک راستہ ہے۔ جب حضرت اسامہؓ کی جماعت روانہ ہوئی مدینہ منورہ سے توجہاں جہاں سے حضرت عثمانؓ کی جماعت گزری، وہاں کے مرتدین اسلام میں داخل ہو گئے کہ اگر مدینے سے اسلام ختم ہو گیا ہوتا تو مدینے سے مسلمانوں کی اتنی بڑی جماعت نہ آتی۔

تشکیل

میرے بزرگو دوستو! اب اس کے لیے ارادے فرماؤ اور نتیں فرماؤ کہ انشاء اللہ ہمیں اپنی ذات سے کرنا ہے اور ساری امت تک یہ محنت اور ذمہ داری پہنچانی ہے۔ اس کے لیے ہمت کر کے چار چار مہینے کے لیے کھڑے ہو، ایک دوسرے کو آمادہ بھی کرو، تیار بھی کرو کہ یہ سارے مجمع مطلوب ہیں، یہ جتنے پرانے مجمع کے اندر آئے ہوئے ہیں، یہ سب یہیں سے جماعتیں بنائیں کر قربانیوں کے ساتھ نکل جائیں۔ اصل قربانیاں مقصود ہیں اور پرانوں کو بدلایا ہی اسی لیے جاتا ہے کہ یہ تقاضوں پر قربانیاں دے ڈالیں۔ اس کے لیے افراد بھی لکھائیں اور جماعتیں بھی لکھائیں، اب کھڑے ہو کر اپنے ناموں کا اظہار کرو۔



❖ بیان ❖

”حضرت مولا ناسعد صاحب“

۶ دسمبر ۲۰۰۹ء بروز: اتوار صبح ۰۱ بجے

مقام: ایٹ کھیڑا، بھوپال (روانگی کی ہدایت)

میرے محترم بزرگو، عزیزو! اس وقت کی بندیا دی بات یہ ہے کہ امت ایمان اور اسلام کو بغیر محنت اور کوشش کے حاصل کرنا چاہتی ہے پر دنیا کو محنت کے بغیر حاصل کرنا خلاف عقل اور خلاف قیاس سمجھتے ہیں۔ ہاں لوگ کہتے بھی ہیں کہ دنیا بغیر محنت کے حاصل نہیں ہوتی۔ توجہ دنیا بغیر محنت کے حاصل نہیں ہو سکتی، تو دین صرف دعاوں اور اندر کی طلب سے کیسے حاصل ہو جائے گا؟! یہ قاعدہ دنیا کا ہر شخص جانتا ہے، کہ دنیا بغیر محنت کے حاصل نہیں ہوتی۔ اس لئے انسان اسی چیز پر محنت کرتا ہے، جس چیز سے اسے اپنے مسائل کے حل ہونے کا یقین ہوتا ہے، جس چیز سے اسے اپنے مسائل کے حل ہونے کا یقین نہیں ہوتا، وہ اس لائے کی محنت، ہی نہیں کرتا میرے دوستو! جس لائے کی محنت کی جاتی ہے، اسی لائے کا یقین دل کے اندر پیدا ہوتا ہے اور جس لائے کی محنت چھوٹ جاتی ہے، تو اس لائے کا یقین بھی دل سے نکل جاتا ہے۔

میرے دوستو! یہ دنیا، جو اللہ کی نظر میں

کہیں ہے،

رذیل ہے،

ختم ہونے کے لئے ہے،

جس پر کوئی وعدہ نہیں،

جب یہ محنت کے بغیر نہیں حاصل ہوتی، پھر وہ دین، وہ طریقہ جو اللہ کو محبوب و مطلوب ہے اور ہمیشہ کیلئے کامیابی دلانے والا ہے، اسی پر سارے وعدے ہیں، تو وہ دین بغیر محنت اور بغیر کوشش کے کیسے حاصل ہو جائے گا؟! اللہ رب العزت نے تاکید و تاکید وعدہ کیا ہے، کہ ہم

اپنے راستے میں محنت کرنے والوں کو ہدایت ضرور دیں گے، لیکن جب تک محنت نہیں متعین ہوگی اور راستہ نہیں متعین ہوگا، اس وقت تک ہدایت حاصل نہیں ہوگی۔ اس لئے انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ سب سے پہلے محنت کا رخ قائم کیا گیا ہے، کہ پہلے محنت کا رخ طے کرو، اس کے بعد اس محنت کے نتائج کی۔ محنت تو بعد میں ہوگی، پہلے محنت کا رخ طے کرو، کہ کس لائے کی محنت سے ہدایت آتی ہے، صلاحیت دنیا پر لگتی ہو اور ہدایت دین کی ہو جائے، ایسا ممکن نہیں ہے۔ التدرب العزت نے انبیاء علیہم السلام کی محنت کو قیامت تک کے لئے ہدایت حاصل ہونے کا راستہ متعین کر دیا ہے اس لئے فرمایا ہے کہ۔

﴿قُلْ هَذِهِ سَيِّلٌ أَدْعُ إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا آنَامِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ (یوسف: ۱۰۸)

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت میں جور کا ویں اور انکار اور آپ کو جو تکلیفیں پہنچائی گئیں ہیں، اس کے ساتھ ساتھ اللہ کی طرف سے بھی فرمایا گیا ہے کہ۔

﴿فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَا يَسْتَحْفِنْكَ الَّذِينَ لَا يُؤْفِقُونَ﴾ (روم: ۲۰) نبی حی! اس راستے کی رکاوٹیں اور لوگوں کو آپ کی دعوت کا قبول نہ کرنا۔ یہ کہیں آپ کو اپنے راستے سے ہٹانے دیں۔

میرے عزیز دوستو، اور بزرگو! حضرت فرماتے تھے کہ شیطان کی سب سے زیادہ طاقت دعوت سے روکنے پر لگتی ہے۔ کہ اگر امت دعوت پر آگئی تو پھر اس امت کو نجات سے کوئی اور طاقت نہیں روک سکتی۔ لہذا شیطان سب سے پہلی کوشش دعوت سے روکنے پر کرتا ہے۔ آپ نے سنا ہوگا، کہ جب اذان دی جاتی ہے، تو شیطان پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ بھاگتے ہوئے اس کی اتنی بڑی حالت ہوتی ہے، کہ ڈر کی وجہ سے رتھ خارج کرتے ہوئے پوری قوت لگا کر داعی سے دور بھاگتا ہے۔ پرمیسے ہی داعی دعوت ختم کرتا ہے، اذان ختم ہوتی ہے، دیسے ہی شیطان واپس آ جاتا ہے، جب اقامت ختم ہو جاتی ہے، تو شیطان پھر آ جاتا ہے۔ پھر

عبدات میں رخنہ ڈالتا ہے، بھولی ہوئی باتیں نماز میں یاد دلاتا ہے، کہ اگر میرڈا لئے والے خیال سے اسکی نماز بگڑ گئی، تو اس کے سارے دین کو بگاڑنے کے لئے پھر مجھے کسی محنت کی ضرورت نہیں ہے، کیوں کہ اس کا سارا دین خود بخود بگڑے گا۔ حدیث میں آتا ہے، کہ جو نماز کو بگاڑ لے گا، وہ اپنے سارے دین کو بگاڑ لے گا، شیطان اس کوشش میں نہیں رہتا کہ ان کے معاملات، معاشرت اور اخلاق بگاڑوں، شیطان کی کوشش یہ ہوتی ہے، کہ اس کی نماز بگاڑ دوں، تاکہ یہ دین کے کسی شعبے میں حکم پر نہ چل سکے، کیوں کہ صحیح روایتوں میں ہے کہ جو نماز کو بگاڑ لے گا، وہ سارے دین کو ڈھانے لے گا۔ سارے اعمال صحیح نکلیں گے اگر نماز صحیح نکل جائے۔

میں عرض کر رہا تھا، میرے عزیزو، دوستو! کہ یہاں شیطان کی سب سے پہلی کوشش دعوت سے روکنے پر ہوتی ہے، کہ اگر امت دعوت پر جمع ہو گئی، تو یقین کی تبدیلی سے، ان کے اعمال ایسے قائم ہوں گے، کہ پھر یہ میرے پھندے میں نہیں پھنس سکیں گے۔ اس لئے میرے دوستو! اس بات کو خوب اچھی طرح جان لو، کہ دعوت الی اللہ، یہ عبادت میں کمال پیدا کرنے کے لئے ہے اور سب سے زیادہ شیطان سے جو مورچ بندی کا عمل ہے، وہ دعوت الی اللہ کا عمل ہے۔ عبادت میں رخنے ڈالنے کیلئے شیطان پھر حاضر ہو جاتا ہے، اس لئے دعوت میں تسلسل رکھا ہے، کہ دعوت اور عمل کو یعنی دعوت اور عبادت کو مسلسل جمع رکھوتا کہ تم شیطان کے کمر و فریب سے بہک نہ جاؤ۔

میرے بزرگو، عزیزو! اصل میں دعوت دینے کے وجہ یہ ہے کہ اس سے اپنے دین پر استقامت اور اپنے دین پر ہدایت اللہ کی طرف سے ملتی ہے، اللہ رب العزت نے دعوت کو ہدایت کے لئے متعین کیا ہے۔

﴿إِنَّكَ عَلَيٍّ صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ﴾ (زخرف: ٢٣)

آپ سید ہے راستے پر ہیں،
آپ سید ہے راستے کی طرف رہبری کرنے والے ہیں۔
میرا رب بھی سید ہے راستے پر ہے۔

جو سید ہے راستے پر چلے گا، وہ رب تک پہنچ جائے گا۔

”إِنَّ رَبِّيْ عَلَيْ صَرَاطِ مُسْتَقِيْمٍ“ کی علماء نے یہی تفسیر کی ہے، کہ جو سید ہے راستے پر چلے گا، وہ رب کو پالے گا۔

اس لئے مجھے شروع ہی میں یہ عرض کرنا پڑے گا، کہ سارا جمیع اور ساری امت، دل کی گہرائیوں سے یہ طے کرے، کہ جو محنت نبیوں سے منتقل ہوتے ہوتے امت تک پہنچی ہے۔ یہی محنت قیامت تک امت کی ہدایت کا ذریعہ ہے۔ جتنی کام پر بصیرت ہوگی، اتنی ہی استقامت ہوگی۔ اس لئے میرے عزیز دوستو، اور بزرگو! اس محنت کو پہلے اپنی ذات سے کرنے کے لئے طے کرو! کیوں کہ اللہ کی ذات سے تعلق اور اس کے دین کا زندگی میں آنا اسی محنت سے ہوگا۔ اس لئے زندگی کا مقصد بنا کر اس محنت کو اپنے ذات سے کرنا طے کرو۔

یہ پہلی شرط ہے کہ اگر اس محنت سے ہمیں

اپنے تزکیہ کا،

اپنی اصلاح کا،

اپنی تربیت کا،

اللہ کی ذات کے ساتھ تعلق کا،

دل سے یقین نہیں ہے، تو اعمالی دعوت کو ہلاک سمجھ کر جھوڑ دیا جائیگا۔

حالانکہ اعمالی دعوت، اعمالی نبوت ہے۔ جو ہدایت کیلئے، تربیت کیلئے، تزکیہ کیلئے، اللہ کی طرف سے دئے گئے ہیں۔ اس لئے حضرت فرماتے تھے، کہ جس چیز کو اپنے اندر پیدا کرنا چاہتے ہو، اس کو اللہ کے راستے میں نکل کر زیادہ کرو۔ کیوں کہ دعوت خود اپنی ہی ذات کیلئے ہے، داعی کے لئے تو دعوت ہر حال میں مفید ہے۔ اس لئے یاد رکھو! کہ اللہ کے عذاب سے، اس کی پکڑ سے، ڈرانا اور اللہ کی طرف سے ثواب کی اور اسکے انعام کی امید دلانا، ان دونوں کا فائدہ دعوت دینے والے کو ضرور ہوتا ہے۔ اللہ کے عذاب سے ڈرانا اپنے اندر ڈر پیدا کرنے کیلئے ہے۔ دعوت داعی کی خود

اپنی ذات کیلئے ہے اگر ہمارا اس راستے میں پھرنا دوسروں کی اصلاح کیلئے ہے تو ہمیں کام چھوڑ کر بیٹھنا پڑیگا کہ کام چھوڑ کر بیٹھنے والے یوں کہیں گے کہ ہم بات پہنچا چکے ہیں اب ضرورت نہیں ہے۔ کیوں کہ بہت کوشش کی پر یہ لوگ مانتے ہی نہیں ہیں۔

”دعوت“ خود داعی کے لیے ہے

میرے بزرگو، دوستو، عزیزو! دعوت دینا تو خود اپنی ذات کیلئے ہے۔ آپ دیکھتے ہوں گے، کہ جتنے تاجر ہیں چاہے پھیری لگانیوالے ہوں، یا دوکان پر بیٹھنے والے ہوں، یہ سب اپنی چیز کو صرف اپنے لفظ کیلئے بچتے ہیں۔ اپنی چیز کی دعوت اپنے لفظ کیلئے دیتے ہیں لوگ ان کی دعوت پر انکی چیز کو خریدتے ہیں، جس سے انکو فونج حاصل ہوتا ہے۔ کوئی تجارت کرنے والا دوسروں کے لئے تجارت نہیں کرتا۔ ہر تاجر، اپنے نفع کیلئے تجارت کرتا ہے۔

بالکل اسی طرح سمجھ لو کہ یہ دعوت خود اپنی ذات کیلئے ہے، اپنے اندر اتارنے کی غرض سے دوسروں کو دعوت دو، کیوں کہ دعوت کا خالصہ اس کی تاثیر یقین پیدا کرنا ہے۔

میرے دوستو، بزرگو، عزیزو! سب سے پہلے اس محنت میں کلمہ کہ دعوت ہے ایسی محنت اس کلمے پر کرو، کہ ہمیں اس کا اخلاص حاصل ہو جائے۔ اس لئے میرے دوستو، عزیزو، بزرگو! سب سے پہلے اس محنت میں کلمے کی دعوت ہے۔ ایسی محنت اس کلمے پر کرو کہ ہمیں اس کا اخلاص حاصل ہو جائے۔ اس کا اخلاص یہ ہے کہ کلمہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“، اپنے کہنے والے کو حرام سے روک دے۔ پوچھا گیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے، کہ یا رسول اللہ کلمے کا اخلاص کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: کہ اس کا اخلاص یہ ہے کہ یہ کلمہ اپنے کہنے والے کو حرام سے روک دے۔ اسلئے ہمیں کلمے کی دعوت سے کلمے کا اخلاص حاصل کرنا ہے، اس کیلئے کلمے کی دعوت کا ایک ماحول بنانا پڑے گا، وہ یہ ہے کہ مسجد میں ایمان کے حلقتے قائم کرو۔ جس میں غیب کے تذکرے ہوں۔ اللہ کی قدرت کے تذکرے ہوں اور مسجد کے ساتھی لوگوں سے ملاقاتیں کر کے نقد مسجد میں لیکر آنے کی محنت کرو۔ اور ان آنے والوں کو ایمان کے حلقتے میں بیٹھاؤ، ایک ایک کے پاس جا کر ملاقات کرو۔

اور اس سے کہو، کہ بھائی مسجد میں ایمان کا حلقة قائم ہے، آپ بھی تشریف لے چلیں۔

میرے بزرگو، دوستو، عزیز و اصل میں ایمان کی باتیں تب سمجھ میں آتی ہیں، جب آدمی اسباب کے کائنات کے اور اللہ کے غیر سے ہونے کے ماحول سے نکل کر باہر آتا ہے۔ یہ کلمہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کے اخلاص کے حاصل کرنے کا جو پہلا سبب ہے، وہ میں آپ سے عرض کر رہا ہوں۔ کیوں کہ ہمارا ہدف اور ہمارا نشانہ یہ ہے، کہ سارے عالم کی ساری مسجدوں کو مسجد نبوی ﷺ کے معمول پر لانا ہے۔ کیوں کہ مسجد نبوی ﷺ میں صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک چوبیں (۲۲) گھنٹے ایسے روحانی اعمال مسلسل چلتے رہتے تھے۔ کہ جس وقت بھی کوئی مسجد میں داخل ہوتا، اس کو مسجد کے اندر کوئی نہ کوئی مل جایا کرتا تھا۔ صحابی خود فرماتے ہیں، کہ میں اسلام قبول کرنے کیلئے آیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود صحابہؓ کے درمیان بیٹھے ہوئے اللہ کے وعدے سنارہے تھے۔

واثلہ بن اسقح فرماتے ہیں کہ جب میں بھرت کر کے اسلام میں داخل ہونے کے ارادے سے آیا تو سید ہے آ کر نماز میں ہی شریک ہو گیا۔ میں آخری صفائح میں تھا، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیر کر ہم کو دیکھا، تو آپ خود میرے پاس تشریف لے آئے۔ دیکھو میری بات کو دھیان سے سنو! اصل میں ہمارا نما کرہ ہی ان پرانوں سے ہے، جو، اب تک یہ سمجھ رہے ہیں، کہ مسجد کو خالی چھوڑ کر بس ملاقاتیں کر لیں اور دین کی بات بازاروں میں کر کے اپنے کاروبار میں چلے جائیں، یاد دین کی بات بازاروں میں کریں اور اپنے دفتروں کو چلے جائیں۔

مسجد کی جماعت کو چاہئے کی مسجد والا بنکر مسجد سے نکلیں اور ایک ایک کو مسجد والا بنانے کی غرض سے ملاقاتیں کریں، تاکہ مسجد میں اعمالی دعوت زندہ ہوں اور ملاقاتوں کے ذریعہ ہر ایمان والے کو مسجد میں لایا جائے۔ اس سے ملاقاتیں کر کے یہ کہو کہ مسجد میں ایمان کا یقین کا حلقة چل رہا ہے، آپ بھی تشریف لے چلیں۔ اگر وہ دس منٹ کیلئے بھی تیار ہو، تو اسے مسجد کے ماحول میں لے آؤ، بازار کے ماحول سے مسجد کا ماحول لا کھوں گناہ بہتر ہے، کیوں کہ چند قدم اس کا مسجد کی طرف اٹھا لیں، یہ اللہ کی طرف قدم اٹھانا ہے، اس کا اپنے ماحول میں بیٹھ کر بات سننا،

جہاں اسیاب کا اور غفلت کا ماحول ہے، وہاں سے مسجد کے ماحول میں لانا کہ مسجد میں ایمان کا حلقة قائم کرنے والا اور تعلیم کا حلقة قائم کرنے والا ہو،

ان ملاقتوں کو چلانیوں لے ساتھی طے کر کے باقی ساتھی ملاقتوں کے ذریعہ سب کو مسجد میں لیکر آئیں کہ مسجد میں ایمان کا حلقة چل رہا ہے۔ اور تعلیم کا حلقة چل رہا ہے، چاہے دس منٹ ہی کیلئے تشریف لے چلیں۔ یہ جو مسجد کی طرف اس کے چند قدم اٹھئے تو ان چند قدموں کے اٹھانے پر اللہ رب العزت کی حمتیں برکتیں اور اور مغفرت اس کی طرف دوڑ کر آ رہی ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ جو میری طرف چل کر آتا ہے، میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں، اگر ہم نے ملاقتوں کے ذریعہ ایمان والوں کو مسجد کی طرف بلایا تو سمجھ لو کہ اس کیلئے ہدایت کا دروازہ کھل گیا۔ اللہ رب العزت جس کی طرف دوڑ کر آ رہے ہوں اللہ رب العزت اس کو ہدایت کیوں نہ دیں گے؟!!

ایمان والوں کو مسجد میں لا کر مسجد آبا کرنا ہے

دیکھو! میں بہت ضروری بات عرض کر رہا ہو، کہ یہ پہلے نمبر کا پہلا عمل ہے۔ وہ لوگ جو دوسرے صوبوں سے یہاں (بھوپال) آئے ہوئے ہیں۔ وہ بھی اچھی طرح سمجھ لیں کہ ہماری ملاقتوں کا مقصد، ایمان والوں کو مسجد میں لا کر مسجد کو آباد کرنا ہے۔ کیوں کہ یہ مسجد کی آبادی کی محنت ہے، اب تو عام طور سے ساتھیوں کا یہ ذہن ہوتا جا رہا ہے، کہ وہ گھروں پر ملقاتیں کرتے ہیں اور رپوری بات گھر کے ماحول میں ہی کر لیتے ہیں۔ مسجد میں لانے کا داعیہ اور مسجد میں لانے کی کوشش کا جذبہ ان میں نہیں ہے۔ ایک گھنٹہ آدھا گھنٹہ لوگوں کو گھروں میں جمع کر کے بات کرتے ہیں، اب تو لوگوں کا بھی یہ ذہن بن گیا ہے کہ ہم سے ہمارے ماحول میں بات کرلو۔

حضرت فرماتے تھے، کہ جو اپنے ماحول سے نکل کر باہر نہیں آیا، وہ ایمان کے اور یقین کے ماحول سے کیسے متاثر ہو جائیگا۔ اس لئے اس کو اسکے ماحول سے باہر نکالو اور ہر ایک سے ملاقات کرو۔ یہ نہیں کہ تم ملاقتوں میں یہ دیکھو! ہمارے محلہ میں جماعت کے ساتھی کون کون

پیں، جن سے ملاقاتیں کرنی ہیں۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت انسانیت کی طرف ہے اگر یہ کام نبوت کا ہے، تو پھر یہ کام امت کا ہے، اگر تم نے یہ سوچ کر ملاقاتیں کی، کہ یہ ہماری جماعت کا آدمی ہے، تو اس سے فرقہ بنے گا امت نہیں بننے گی، اس لئے یہ بات یاد رکھو کہ یہ مسجد کی آبادی کی محنت ہے کہ ایمان والوں کے ذریعہ مسجد کو آباد کرو، کہ ہر ایمان والے سے ملاقاتیں کرو۔ کیوں کہ مسجد کو آباد رکھنا ہر مومن کا کام ہے، اللہ نے یہ نہیں فرمایا کی صرف تبلیغی جماعت کے لوگ ہی مسجد کو آباد کریں گے۔

﴿إِنَّمَا يَأْعُمُرُ مُسَاجِدَ اللَّهِ مِنْ أَمْنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَأَتَى
الرَّكْوَةَ وَلَمْ يَخُشْ إِلَّا اللَّهُ فَعَسَنِي أُولَئِكَ أَنَّ يَكُونُ تُوَامِنَ الْمُهَتَّدِينَ﴾ (توبہ: ۱۸)

ہر وہ شخص جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے، وہ مسجد کو آباد کرنے والا ہے، کہ سو فیصد ایمان والے مسجد کو آباد کرنے والے ہیں۔ کبھی یہ خیال نہ رہے کہ مسجد کی جماعت، تبلیغی جماعت کو کہتے ہیں۔ نہیں..... بلکہ سو فیصد ایمان والے مسجد کو آباد کرنے والے ہیں۔

اس لئے میرے محترم دوستو، بزرگو! ہر ایمان والا ہمیں مطلوب ہے، کہ ملاقاتیں کر کے اس کو مسجد کے ماحول میں لے آؤ کیوں کہ مسجد کا ماحول

تریبیت کیلئے

ہدایت کیلئے اور

دل میں بات اتارنے کے لئے ہے۔

اس لئے ہر ایک سے ملاقاتیں کرو، ہر ایک کو مسجد میں لا کر دعوت دو، محلہ میں ملاقاتیں کرو، ان سے یہ کہو کہ مسجد میں ایمان کا حلقوہ چل رہا ہے، آپ تشریف لے چلیں۔ یہ پہلی صفت کلمہ (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ)، کہ اسکے ساتھ مسجد کی آبادی کا جو عمل ہے، وہ ایمان کا حلقوہ ہے اور ملاقاتیں اس لئے ہیں تاکہ ملاقاتوں کے ذریعہ انھیں مسجد کے ماحول میں لایا جائے۔ اب مسجد کے ماحول میں لا کر دعوت دو ذہن بناؤ میں نے تفصیل سے کل رات عرض کر دیا تھا کہ ہمیں ایمان کے حلقوے

میں ایمان کس طرح سکھلانا ہے؟ کیا بتیں کرنی ہیں؟ ایمان کی علامتیں بتائیں، جس سے امت کے اندر را ایمان کی کمزوری کا احساس پیدا ہو، یہ ہے مسجد کی آبادی کا پہلا کام۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ”کہ مسجد کے آباد کرنے والوں کے دلوں سے، میں اپنے غیر کا خوف نکال دوں گا“، حدیث میں آتا ہے کہ مسجد کو آباد کرنے والوں سے اللہ کا عذاب اٹھالیا جاتا ہے۔

مسجد کو آباد کرنے والوں سے پانچ وعدے

حدیث میں آتا ہے کہ مسجد کے آباد کرنے والوں سے اللہ کے پانچ وعدے ہیں۔

۱:- ان پر رحمت نازل کرتے ہیں۔

۲:- اللہ راحت دیتے ہیں۔

۳:- اللہ راضی رہتے ہیں۔

۴:- ان کو پل صراط سے بچلی کی طرح گزار دیں گے۔

۵:- جنت میں داخل فرمائیں گے۔

یہ پانچ وعدے اللہ تعالیٰ نے مسجد کو آباد کرنے والوں سے کئے ہیں۔

اس لئے میرے دوستو، بزرگو، عزیزو! ان ساری خیروں کو حاصل کرنے کے لئے ہم میں سے ہر ایک یہ طے کرے کہ روزانہ کم سے کم ڈھانی گھنٹہ تو کوئی بات ہی نہیں ہے، ورنہ چار چار اور چھ چھ اور آٹھ گھنٹے مسجد کی آبادی کے لئے فارغ کریں گے۔ دیکھو میں سارے مسائل کا حل آپکو بتلارہا ہوں، کہ اگر امت پر آنے والے عذاب کو ناچاہتے ہو، اس کا یہی راستہ ہے، کہ اللہ رب العزت مسجد کے آباد کروں والوں سے اپنے عذاب کو اٹھا لیتے ہیں اور اگر یہ مسجد کے آباد کرنے والے اپنی دنیاوی کسی حاجت کو پورا کرنے کیلئے مسجد سے باہر نکلیں، تو فرشتے ان کے دنیاوی کاموں میں مدد کرتے ہیں، پر ہم تو یہ سوچتے ہیں، کہ

اگر ہم مسجد کو وقت دیں گے، تو ہماری دوکان کا کیا ہو گا؟

اگر مسجد کو وقت دیں گے، تو دفتر کا کیا ہو گا؟

اگر مسجد کو وقت دیں گے، تو کارخانے کا کیا ہو گا؟

اور اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں، کہ اگر مسجد کو آباد کرنیوالے دنیاوی کسی کام کیلئے مسجد سے نکلیں گے، تو فرشتے دنیاوی کاموں میں انکی مدد کریں گے، دنیاوی کا مow میں ان کا ساتھ دیں گے، کتنی بڑی مدد ہوگی کہ دنیاوی کام ہو اور اللہ کے فرشتے ہمارے مددگار ہوں۔ بس اس طرح مسجد کے اندر ایمان کا حلقہ ہمیں قائم کرنا ہے، کہ اللہ کی قدرت کو، غیب کے تذکرہ کو خوب کرنا ہے تاکہ ہمارا یقین، تمام مشاہدات سے، تجربات سے، دنیا کی چیزوں سے، اعمال کی طرف پھرے۔

اس طرح میرے محترم دوستو، بزرگو! یہ مسجد کی آبادی کا پہلا عمل ہے۔ جب یہ مسجد سے نکل کر اللہ کی طرف دعوت دیں گے، تو خود دعوت دینے والے کا یقین بھی شکلوں سے اور چیزوں سے کریں گے، کیوں کہ جب تک ہم اسباب کے مقابلے میں نماز کو نہیں پیش کریں گے، اس وقت تک وہ نماز پر نہیں آوے گا۔ اس لئے کہ جو دھنہ وہ لئے بیٹھا ہے، وہ اس کے نزدیک نماز سے زیادہ یقینی ہے۔ وہ یقینی چیز کو، بغیر یقین کیلئے کیسے چھوڑ دے گا؟

اعمال سے کام بننے کی دعوت

اس لئے میرے بزرگو، دوستو، عزیزو! ہمارے یہاں مطلق اعمال کی طرف بلا نہیں ہے، بلکہ عمل کی طرف بلا نہ اسباب کے مقابلے میں اگر وہ عمل پر آیا گیا تو ہمیں اس کے عمل کا اجر ملے گا اور اگر وہ عمل پر نہ آیا، تو ہمارا اپنے عمل پر یقین آ جائیگا۔ ہم اعمال کی طرف بلا رہے ہیں، اپنے اندر اعمال سے کامیابی کا یقین پیدا کرنے کے لئے۔

اس لئے میرے دوستو، بزرگو، عزیزو! نماز کی طرف بلا و تمام کائنات کے مقابلے میں، نماز سے کامیابی کے یقین کی روزانہ دعوت دو۔ حضرت فرماتے تھے، دو نمازوں کے درمیان

ملاقاتوں کے لئے وقت فارغ کرنا، اگلی نماز میں کمال پیدا کرنے کے لئے ہے، کہ میری نماز میں کمال پیدا ہو۔ اس لئے خوب سمجھو! کہ ہمیں ملاقاتوں میں نماز کی طرف دعوت دینی ہے اور اپنی نماز سے کامیابی کے یقین کے بنیاد پر دعوت دینی ہے۔

میرے بزرگو، دوستو! دیکھو، دعوت پر استقامت جب ہوتی ہے، جب اپنی نماز کو یقینی بنانے کیلئے نماز کی طرف بلا یا جائے گا، اس میں کوئی شک نہیں کہ دوسرے بے نمازوں کو نماز پر لانا ہے، لیکن اس کام پر اس محنت پر استقامت جب ہو سکتی ہے، جب یہ نماز کی طرف بلا رہا ہو، اپنی نماز کو یقینی بنانے کے لئے۔ اس لئے اتنا ضرور کرو، کہ جب نماز کہ دعوت دو، تو نماز سے کامیابی کے یقین کی دعوت دو۔ اگر وہ نماز پر آگیا تو ہمیں اس کی نماز کا بھی اجر ملے گا۔ اگر وہ نماز پر نہ آیا، تو ہم خود اپنی نماز میں ترقی کریں گے۔ یہ ہے نماز کی طرف دعوت دینے کا مقصد کہ نماز کے یقینی بنانے کے لئے نماز کی طرف بلا و۔

دوسرا کام یہ کرو کہ اپنی نمازوں پر خوب مشق کرو۔ اللہ معاف فرمائے کہ نماز میں عجلت کرنے کا عام مزاج ہے، کہ لوگ نماز میں جلدی کرتے ہیں۔

رکوع میں،

سجدے میں،

قومہ میں،

قاعدے میں،

جلدی کرنے کا عام رواج اور عام مزاج ہے۔ ہم نے اچھے اچھے نمازوں کو پرانے نمازوں کو دیکھا ہے، کہ جن میں قومہ اور جلسہ کا اہتمام نہیں ہے۔ حالانکہ خخت و عید ہے کہ ”اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کی نماز کی طرف دیکھتے ہی نہیں، جو رکوع اور سجدہ کے درمیان، یعنی قومہ میں اپنی کمر کو سیدھا نہ کرے“

”لَا يَنْظُرُ اللَّهُ إِلَى صَلَاتَةِ رَجُلٍ لَا يُقْيِيمُ صُلُبَةَ بَيْنَ رُكُوعٍ وَسُجُودٍ“

”کہ اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کی نماز کی طرف دیکھتے ہی نہیں، جو رکوع اور سجدہ کے درمیان، یعنی قومہ میں اپنی کمر کو سیدھا نہ کرے“

اس لئے میرے بزرگو، دوستو، عزیزو! ہمیں اس پر مشق کرنی پڑے گی۔

اگر اسی نماز پر مر گئے تو قیامت میں محمد ﷺ کے دین پر نہیں اٹھائے جاؤ گے
حدیفہؓ نے دمشق کی جامع مسجد میں ایک آدمی کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، اسکی نماز
میں جلدی تھی۔ دیکھ کر فرمایا کہ نماز کب سے پڑھتے ہو؟
اس نے کہا کہ چالیس سال سے نماز پڑھتا ہوں۔

حدیفہؓ نے دیکھ کر فرمایا کہ اگر تم اسی نماز پر مر گئے اور تم نے اپنی نماز کے اندر اطمینان
پیدا نہ کیا، تو تم قیامت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین پر نہیں اٹھائے جاؤ گے،
کیونکہ آپ کا دین ہے،

”کہ نماز اس طرح پڑھو، جس طرح مجھے پڑھتا ہو ادیکھ رہے ہو“

یہ فرمایا حدیفہؓ نے، کس سے فرمایا ہے؟ اس سے جو چالیس سال سے نماز پڑھتا تھا، ظاہر
بات ہے کہ جس کی نماز کو ایک صحابی دیکھ رہے ہیں۔ یقیناً وہ کم سے کم تابعی تو ہوگا۔ اسکو دیکھ کر فرمایا
اتنی بات تو یقینی ہے کہ وہ تابعی ہو گا اس زمانے کی بات ہے۔ یہ دیکھ کر فرمایا کہ اگر تم اس نماز پر گئے
تو تم قیامت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین پر نہیں اٹھائے جاؤ گے۔

اس لئے میرے بزرگو، دوستو، عزیزو! حدیث میں نماز میں عجلت کرنے اور نماز کو بگاڑنے کی
وعید دیکھا کرو، ہمیں نہیں اندازہ ہے، کہ ہمارے دنیا میں کتنے مسائل ہیں،

نماز کو بگاڑنے کی وجہ سے بگڑے ہوئے ہیں۔

کتنی بیماریاں ہیں،

نماز کو بگاڑنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔

کیوں کہ جو جسم عبادت کیلئے بنائے ہے، اگر اس جسم سے عبادت کو بگاڑا جاوے گا، تو جسم کے
اندر بیماریوں کی لائے سے بگاڑ پیدا ہو گا۔ حضرتؓ فرماتے تھے، ہر عضو کی بیماری کا پہلا سبب اس

عضو کا غلط استعمال ہے، کہ آنکھ، زبان، کان، ہاتھ، پیر، دماغ، اور شرمنگاہ، وغیرہ کا استعمال، جب اللہ کی مرضی کے خلاف ہوتا ہے، تو انہیں عضو پر بیماریاں بھیجی جاتی ہیں۔
ہاں میرے دوستو! بیماریوں کا تعلق عمل سے ہے، سب سے نہیں۔ یہ جسم عبادت کیلئے بنا ہے۔ اس جسم کو عبادت سے سنوارو۔

اس لئے میرے بزرگو، دوستو، عزیزو! ہم اپنی نمازوں پر سب سے پہلے مشق کریں،
لبے لبے رکوع کی،
لبے لبے سجدوں کی،

اللہ کے راستے میں نکل کر خوب موقع ملے گا، کیونکہ اللہ کے راستے میں اس کا کاروبار،
دوکان، بیوی بچے، دفتر اور کارخانہ ساتھ نہیں ہیں۔ ہم ساری دنیا کے مشاغل سے نکل کر اللہ کے راستے میں نکل رہے ہیں۔ اس لئے بہترین موقع ہے اپنی نمازوں پر مشق کرنے کا، جیسی نماز اللہ کے رسول اللہ کی طرف مطلوب ہے۔ کہ آپ ﷺ نے فرمایا: نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتا ہو ادیکھ رہے ہو، بس یہ ایک ہی نماز ہے۔

نماز کی تقسیم

لوگوں نے اس زمانے میں نماز کو تقسیم کر لیا ہے۔
یہ مشائخ کی نماز ہے،
یہ علماء کی نماز ہے،
یہ عوام الناس کی نماز ہے،
یہ ایک تاجر دوکاندار کی نماز ہے،

چلو میاں یہ جیسی پڑھ رہا ہے اس کیلئے ٹھیک ہے۔ وہ شیخ، عالم، محدث، پڑھے بزرگ، پیر،
صاحب جیسے پڑھ رہے ہیں، انکے اعتبار سے وہ نماز مناسب ہے۔ نہیں خدا کی قسم! اللہ کے نبی
ﷺ نے نماز کو تقسیم نہیں کیا، میں کیسے نماز کو تقسیم کر دوں۔ میں کیسے عرض کروں۔۔۔ کیسے سمجھاؤں۔۔۔
میں نے ایک دن نماز پڑھائی تو اگلے دن ایک صاحب کہنے لگے کہ ہمیں ذرا جلدی ہے اسلئے آج

متقیوں والی نماز نہ پڑھائیں۔ میں نے کہا کہ کیا میں تھیں فاجروں والی نماز پڑھاؤ؟!! وہ نماز کون کی ہوتی ہے، تم مجھے بتا دو۔ اکثر پڑھے لکھ لوگ بھی بیچارے اس میں بیٹلا ہیں، کہ وہ نماز میں جلدی کرتے ہیں، سخت و عید ہے کہ نماز اللہ کے یہاں بد دعا کرتی ہوئی جاتی ہے۔ کہ اے اللہ تو اس کو اس طرح برباد کر، جس طرح اس نے مجھے ضائع کیا ہے۔

نمازی، نماز کے بعد دعا کرے اور نماز، نمازی کو بعد دعا کرے، کہ نماز کی بعد دعا اس کی دعاؤں سے پہلے مقبول ہو جائیگی، جب کہ نماز کے بعد کی دعا میں مقبول ہوتی ہیں۔ کیوں کہ نماز مظلوم ہے اور نمازی ظالم، تو مظلوم کی بعد دعا اور اللہ کے درمیان کوئی پرداہ نہیں ہے۔ اور ظالم کے اور اللہ کے درمیان دعاؤں میں رکاوٹ ہے، کہ دعا کی قبولیت کے لئے سب سے بڑا ظالم یہ ہے کہ اس نے اللہ کے حق کو بگاڑا ہے۔

دوبارہ نماز پڑھ! تم نے نماز نہیں پڑھی

اس لئے میرے بزرگو، دوستو، عزیزو! آج سے یہ طے کرلو، کہ انشاء اللہ اپنی نمازوں کو
قائم کریں گے، ہاں یہ نہیں کہ کون سی نماز پڑھیں گے۔ نمازو تاکی ہی ہے۔ جب حضور ﷺ اپنے
سامنے اپنی مسجد میں جلدی جلدی نماز پڑھنے والے کو دیکھ کر بار بار یہ فرمار ہے ہیں کہ، ”دوبارہ نما
ز پڑھتم نے نمازو نہیں پڑھی“

تو میرے عزیزو! اس زمانے میں کوئی یہ کیسے کہ سکتا ہے، کہ ہاں تم نے نماز ٹھیک پڑھ لی ہے، جب تک وہ نماز محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقے کے مطابق نہ ہو۔ جب آپ ﷺ خود صحابی گوں کیکھ رہے ہیں اور بار بار فرماتے ہیں، ”جانماز پڑھ، تم نے نماز نہیں پڑھی“، اس حدیث کی وجہ سے حضرت عائشہؓ معاذ بن جبلؓ اور بہت سے صحابہ کا اور بعض ائمہ کا مذہب یہ ہے، کہ جو نماز جلدی جلدی پڑھے گا اسکی نماز ادا نہیں ہوگی۔ اس کو اپنی نماز دوبارہ پڑھنی پڑے گی۔ بعض ائمہ کے نزدیک تو اگر ایک دفعہ بھی جلسہ میں استغفار نہیں کیا تو نماز دوبارہ پڑھنی پڑے گی، نما فاسد ہو جائیگی اور کوئی اس کا اہتمام نہیں ہے، کہ دو سجدوں کے درمیان جلسہ میں بیٹھ

کراستغفار کا اہتمام ہو۔ رکوع سے اٹھنے کے بعد

”رَبِّنَا لَكَ الْحَمْدُ، حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مَبَارَكَافِيهُ“

ان کلمات کے کہنے کا لوگوں کو خبر بھی نہیں ہے، کہ یہ کیا کلمات ہیں۔

میرے دوستو، عزیزو! صرف سال کا ایک چلہ لگ جانا، مہینے کے تین دن لگ جانا، یہ کوئی چیز نہیں ہے، جب تک ہم اس محنت کے ذریعہ نماز کے ایک ایک جز پر اور نماز کے ایک ایک ذکر پر قائم نہ ہو۔ اس وقت تک ہمیں اس محنت سے وہ چیز حاصل نہیں ہوگی، جو اللہ نے اس محنت میں رکھی ہے، اب تو لوگوں کی عام عادت ہے، کہ وہ ان اذکار کو پڑھتے بھی نہیں اور دوسروں کو پڑھنے کیلئے کہتے بھی نہیں ہیں۔ حالانکہ خود بَلَى سے ان اذکار کا نماز میں پڑھنا ثابت ہے۔ ان اذکار کے اہتمام کرنے کی اس لئے ضرورت ہے، کہ نماز کے جس حصہ میں نماز کے جس عمل میں، اس عمل کا ذکر نہیں ہوگا، اس عمل کی دعا نہیں ہوگی، تو وہ عمل قائم نہیں ہوگا۔

جلسہ قائم ہوگا، جلسہ کے ذکر سے،

قومہ قائم ہوگا، قومہ کے ذکر سے،

جس طرح سجدہ، سجدے کے ذکر سے ہو رہا ہے، کہ کم سے کم تین بار ”سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى“ کی کم سے کم تین مرتبہ اللہ کی پاکی کو یقین کرتے ہوئے،
اس کو رب یقین کرتے ہوئے،

اس کو بالا و برتر اعلیٰ یقین کرتے ہوئے،

کم سے کم تین مرتبہ سجدے میں ”سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى“ کہہ اس طرح سجدے کا عمل ہو۔ مجھے یہ عرض کرنا ہے، کہ نماز کے جس ہیئت کا بھی ذکر چھوڑ دیا جائیگا، نماز کا وہ رکن ختم ہو جائے گا۔ اس لئے یاد رکھو! کہ ان اذکار کا اہتمام کرنا نماز کے قائم ہونیکے لئے ضروری ہے۔ لوگ کہتے ہیں، یہ اذکار ضروری نہیں ہیں۔ دیکھو! نماز کا قائم کرنا ضروری ہے، نماز قائم نہیں ہوگی جب تک ارکان کے اندر ان اذکار کا اہتمام نہ کیا جائے گا۔ اس لئے جب صحابی نے پیچھے ہے یہ کلمات کہے۔

”رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مَبَارَكَافِيَّةً“

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے سلام پھیر کر پوچھا یہ کلمات کس نے کہے تھے۔ ایک صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے کہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے ان کلمات کے اجر کو لکھنے کے لئے تمیں (۳۰) فرشتے دوڑے، ہر فرشتہ یہ چاہتا تھا کہ ان کلمات کے اجر کو میں بھی لکھوں اس طرح حضور ﷺ نے جواز کا رنماز سے بتلائے ہیں، نماز کو قائم کرنے کیلئے، وہ اذکار ضروری ہیں۔

میرے دوستو، عزیزو! ان اذکار کے اہتمام سے ہی نماز قائم ہوگی۔ پہلی محنت اللہ کے راستے میں نکل کر ہمیں یہ کرنی ہے کہ نماز قائم ہو اگر، نماز قائم ہو گئی تو سارے دین نماز سے قائم ہو جائیگا۔ اس لئے پہلی مشق نماز پر یہ کرو، دوسری مشق نماز پر یہ کرو کہ نماز میں اللہ کو دیکھتے ہوئے نماز پڑھنے کی کوشش کرو۔ کہ اللہ کو دیکھتے ہوئے صفت احسان پیدا کرنا مطلوب ہے، کہ اللہ کو دیکھتے ہوئے نماز پڑھنے کی کوشش کرو، اس طرح نماز پڑھو، کہ میں اللہ دیکھ رہا ہوں، اگر اتنا نہیں ہوتا ہے، تو اتنی بات تو یقینی ہے، کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ اس سے نیچے کوئی درجہ نہیں ہے۔ یہ نماز پر دوسری مشق کرنی ہے۔

پہلی مشق نماز کا ظاہر درست ہو،

دوسری مشق میں اللہ کے دھیان کی ہو۔ اور
تیسرا مشق یہ کرو، کہ نماز سے ہی مسائل کو حل کرو۔

غبارے مکے، تو مسائل حل

میرے بزرگو، عزیزو! دعوت کی محنت کا مقصد ہی ہے کہ یقین شکلوں سے حکم کی طرف آوے، جب کوئی حاجت پیش آئے سب سے پہلے ہمارا خیال نماز کی طرف جاوے، اسی طرح انشاء اللہ کرو گے۔ کیوں بھائی۔ دیکھو ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تجارت کیلئے بھریں جانا چاہتا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا: پہلے دور کعت نماز پڑھ لو۔ تجارت سے نہیں روکا، فرمایا: پہلے دور کعت نماز پڑھ لو، پھر کرو تجارت، لیکن پہلے دور کعت نماز پڑھ لو، جب تک نماز پر جو عدد ہے ہیں، ان

وعدوں کا دل سے یقین نہیں ہوگا، کہ یقین کے بغیر کوئی اعمال قائم نہیں ہوگا۔ دیکھو تو ہی ایک غبارے بیچنے والا بھی یہ یقین رکھتا ہے، کہ اگر میرے غبارے بکے، پھوں نے خریدے، تو میرے مسائل اس سے حل ہو جائیں گے، اس لئے اپنے غباروں کو وہ لئے پھرتا ہے، لگی لگی پھوں میں بیچنے کے لئے معمولی چیز دو روپے کا، پانچ روپے کا، کہ بچے خرید لیں گے۔ وہ ان غباروں کو لئے لئے پھر رہا ہے۔ اسے یقین ہے، کہ میری یہ چیز معمولی نہیں ہے، کوئی بچہ ہاتھ لگائے گا، تو غصہ آئے گا کوئی غبارا پھوٹ جاوے گا، تو اپنا نقصان سمجھے گا، کیوں کہ اس سے اپنے مسائل کے حل ہونے کا یقین ہے۔ حضرت فرماتے تھے، کہ نماز کو بگاڑنے کی وجہ یہ ہے، کہ ساری شکلوں سے مسائل کے حل ہونے کا یقین ہے، پر نماز سے مسائل کے حل ہونے کا کوئی یقین نہیں ہے۔

اس لئے میرے بزرگو، دوستو، عزیزو! نماز کو اس یقین پر لاو، کہ نماز کے ساتھ جو وعدے اللہ نے لگائے ہیں۔ ان وعدوں کا یقین پیدا کرنے کیلئے تعلیم ہے، کہ خوب سمجھو، تعلیم کا کیا مقصد ہے؟ تعلیم کا مقصد ہے اعمال میں احتساب پیدا کرنا، کہ التدرب العزت مجھے اس عمل پر کیا دینے والے ہیں۔ یہ فضائل ہی اللہ کے وعدے ہیں، کہ تعلیم کا مقصد اعمال کے اندر احتساب پیدا کرنا ہے۔ التدرب العزت اس عمل پر کیا دینے والے ہیں۔ ایک ایک عمل کو وعدے کے یقین پر لانے کے لئے تعلیم ہے۔ یہ تعلیم کا مقصد ہے، کہ اعمال اللہ کے وعدوں کے یقین پر آوے۔

تعلیم کرانے کا طریقہ

اب تعلیم کا طریقہ کیا ہے؟

تعلیم کا طریقہ یہ ہے، کہ ”فضائل اعمال“، ”منتخب احادیث“، ان دونوں کتابوں سے برابر تعلیم ہوگی اور جس مسجد میں دو وقت تعلیم ہوتی ہو، تو وہاں ایک وقت فضائل اعمال اور ایک وقت منتخب احادیث کی تعلیم ہو۔ دوسرے صوبوں سے آئے ہوئے لوگ بھی اس بات کو نوٹ کر لیں۔ جس مسجد میں مسجد کی جماعت بنی ہوئی ہے اور کم سے کم آٹھ ساٹھی مسجد کی جماعت میں ہیں، تو میں شروع

میں ہی عرض کر چکا، کہ مسجد کی جماعت ملاقاتیں کر کے لوگوں کو مسجد میں لا میں۔
 اللہ کے راستے میں نکل کر دو وقت تعلیم ہوگی، صبح اور شام۔ ایک وقت فضائل اعمال ایک وقت منتخب احادیث، دونوں کتابوں سے اللہ کے راستے میں نکل کر تعلیم کا اہتمام کیا جائے۔ ایک کتاب میں سے صبح پڑھ لیا جائے، ایک کتاب میں سے شام کو پڑھ لیا جائے۔ ایک ایک حدیث کو پڑھنے والا تین تین بار پڑھیں، تعلیم کا مسنون طریقہ ہے۔

حضور ﷺ جب کوئی بات فرماتے تھے، تو آپ ﷺ اس بات کو تین مرتبہ دہراتے تھے، تاکہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجائے۔ اس لئے یاد رکھیں! کہ تعلیم میں ایک ایک حدیث کو تین مرتبہ پڑھا جائے اور تعلیم کے دوران مجمع کی طرف دیکھتے رہو، تعلیم میں باوضو بیٹھنے کی کوشش کرو، تعلیم میں ایسے بیٹھو، جیسے نماز میں ”التحیات“ میں بیٹھتے ہو، کیوں کہ جتنا ادب ہوگا، اتنا ہی حدیث کا نور آئے گا۔ حدیث کے نور سے ہی عمل کے کرنے کی استعداد پیدا ہوگی۔

تعلیم میں بیٹھنے کا طریقہ

باوضو بیٹھو!

ٹیک نہ لگاؤ!

متوجہ ہو کر بیٹھو!

آپس میں با تین نہ کرو!

اس طرح، اگر ہم تعلیم کا عمل کریں گے، تو یہ تعلیم کا عمل، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کا عمل ہے۔ اس سے ہمارے اندر وہی اعمال کی رغبت اور شوق پیدا ہوگا، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدے سنانے سے آپ ﷺ کے صحابہؓ کے دلوں میں پیدا ہوتا تھا۔ صرف اتنی بات ہے، کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہیں ہیں۔ ورنہ،

وہی حلقة ہے،

وہی امت ہے،
وہی حدیثیں ہیں،
وہی اللہ کے وعدے ہیں،

جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام گو سنایا کرتے تھے۔ اس طرح ہمیں جم کر تعلیم کے حلقوں میں بیٹھنا ہے۔ صبح شام ڈھانی گھنٹے، تین گھنٹے جم کر تعلیم ہوگی۔ لوگ پوچھتے ہیں تعلیم کتنی دیر ہو؟ حضرت فرماتے تھے، کہ مقام پر بھی تعلیم کم سے کم ڈیڑھ گھنٹے ہونی چاہئے۔ ہماری مسجد کی تعلیم کا حال یہ ہے، کہ پانچ منٹ دس منٹ تعلیم ہو جاتی ہے۔ دیکھو! میں اس کی آسان شکل و ترتیب بتاتا ہوں، کہ تعلیم کرانے والا تعلیم کرائے، اگر لوگ کچھ دیر کے بعد اٹھ کر جانا چاہیں، تو تعلیم کرنے والا یہ کہہ دے، کہ آپ اگر جانا چاہیں تو جاسکتے ہیں، تعلیم کا عمل تو جاری رہے گا۔ یہ کہہ کر تعلیم شروع کر دے۔ اتناسب طے کرلو، تو انشاء اللہ کم سے کم ہر مسجد میں آدھا گھنٹہ تعلیم کا عمل یقیناً ہوگا۔ ایک دن ”فضائل اعمال“ ایک دن ”منتخب احادیث“، اگر ایک وقت تعلیم ہوتی ہے۔

اگر دو وقت تعلیم ہوتی ہے، تو ایک وقت ”فضائل اعمال“ اور ایک وقت ”منتخب احادیث“ کی تعلیم ہوگی۔ تعلیم کے ساتھ تعلیمی گشت بھی ہوگا، جس مسجد میں دعوت، تعلیم اور استقبال کا عمل ہے، وہاں ملاقاتیں کر کے مسجد کے ماحول میں لوگوں کو لاو۔ تعلیم میں جو جماعت اللہ کے راستے میں نکل رہی ہے، وہ جماعت میں نکل کر بھی تعلیمی گشت کریں۔

حضرت ابو ہریرہؓ جو سارے محدثین کے امام ہیں، وہ مدینہ کے بازار میں گشت کر رہے تھے، لوگوں کو تعلیم کے حلقة میں جوڑنے کے لئے۔ اس طرح میرے بزرگو، دوستو، عزیزو! ہمیں بھی ملاقاتوں کے ذریعہ لوگوں کو تعلیم کے حلقوں میں لانا ہے۔ بازار میں لوگوں کو ایک ایک کو جا کر دعوت دو کہ مسجد میں اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں سنائی جائیں، اللہ کے وعدے سنائے جائیں، اللہ کے نبی کی میراث تقسیم ہو رہی ہے۔ یعنی علم سکھلایا جا رہا ہے۔ آپ بھی تشریف لے چلیں۔ اس طرح ملاقاتیں کر کے لوگوں کو مسجد کے ماحول میں لے آؤ، چاہے آپ اپنے مقام پر

ہوں یا اللہ کے راستہ میں ہوں۔ ہمیں ہر جگہ تعلیم کا حلقہ قائم کرنا ہے۔ اور اسکے لئے تعلیمی گشت کرنا ہے، چاہے اپنے مقام پر ہوں چاہے، اللہ کے راستے میں نکل کر ہو، ہر جگہ تعلیمی گشت کے ذریعہ لوگوں کو ملاقات کر کے مسجد لانا ہے۔ یہ ہے تعلیم کے ساتھ محنت اور یہ ہے تعلیم کا طریقہ۔

اسی طرح میرے بزرگو، دوستو، عزیزو! میں نے عرض کیا ہے کہ تعلیم کے دوران ایک ایک حدیث کو تین بار پڑھو، اگر پڑھنے والا عالم ہے، مولوی ہے، عربی عبارت پڑھ سکتا ہے، تو ضرور ایک دو حدیث عربی عبارت کی پڑھ لیا کرے۔ جس سے براہ راست حضور ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ کا نوں میں پڑیں۔ ان کی روحانیت الگ ہی ہے۔ وہ روحانیت مترجم کی زبان میں نہیں آسکتی، جو آپ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ میں ہے۔ اس لئے ایسا شخص جو عالم ہو، عربی عبارت پڑھ سکتا ہو، اس کو چاہئے کہ وہ حدیث کی عبارت عربی میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کرے۔ جو اردو کا ترجمہ ہے اس کو تین مرتبہ پڑھے۔ اس کی کوشش نہ کرو، کہ کتاب ختم ہو جائے، اس کی کوشش کرو، جوبات کہی جا رہی ہے حدیث کی وہ لوگوں کے دلوں میں اتر جائے۔ تعلیم کے دوران متوجہ کرتے رہو اور پوچھتے رہو، مجمع سے کہو، بھائی! بات سمجھ میں آرہی ہے؟ دیکھو! نماز چھوڑنے پر کتنا بڑا اعذاب ہے، بھائی آپ کو بات سمجھ میں آرہی ہے، دیکھو نماز پر کتنا بڑا وعدہ ہے، اس طرح تعلیم کے دوران مجمع سے پوچھتے رہو، متوجہ کرتے رہو، اس طرح ہمیں انشاء اللہ تعلیم کے ذریعے اللہ کے وعدوں کا یقین سیکھنا ہے۔

ایک فضائل کا علم ہے اور ایک مسائل کا علم ہے، مسائل کا علم، علماء سے حاصل کرو۔ جہاں جاؤ، وہاں بھی اور اپنے مقام پر رہتے ہوئے بھی علماء کی زیارت کو عبادت یقین کرو۔ ہر قدم پر مسائل علماء سے پوچھو! حضرت فرماتے تھے، کہ علماء سے پوچھ کر چلنا، یہ اس کے ایمان کی دلیل ہے، ورنہ جس کے پاس ایمان نہ ہوگا، اس کو علم سے کوئی رغبت نہیں ہوگی۔ جی ہاں! حدیث میں علم اور ایمان کو ساتھ جوڑا گیا ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے، کہ جو علم اور ایمان چاہے گا، اللہ تعالیٰ اسکو دیں گے۔ ایمان کی علامت ہے، علماء سے محبت اور علماء کی صحبت سے علم کا حاصل کرنا۔

اس لئے میرے بزرگو، دوستو، عزیزو! علماء سے پوچھ پوچھ کر چلو، حضرت فرماتے تھے کہ علماء کی زیارت کو عبادت یقین کرو۔ اپنے بچوں کو علمِ الہی پڑھاؤ۔ آج ساری محنت اور کوشش بچوں کو انگریزی پڑھانے پر ہے۔ دیکھو! اس کا تعلق ایک ضرورت سے ہے۔ ہم اس سے انکار نہیں کرتے، پر یہ ضرورت ہے، مقصود نہیں ہے۔ جو علم، مقصود ہے، وہ علمِ الہی ہے۔

سب سے بڑی جہالت، ہر چیز کو علم سمجھ لینا

میرے بزرگو، دوستو، عزیزو! اس زمانے کی سب سے بڑی جہالت یہ ہے، کہ لوگوں نے ہر چیز کو علم سمجھ لیا ہے۔ کہ لوگوں سے پوچھو کہ کیا پڑھ رہے ہو؟ جی،
سائنس کا علم،
انگریزی کا علم،
ڈاکٹری کا علم،
انجینئرنگ کا علم،

تو بہ..... تو بہ..... کتنی بڑی جہالت ہے۔ ہر چیز کو علم قرار دینا، کتنی بڑی جہالت ہے۔ آج ساری دنیا کے پڑھے لکھے مسلمان بھی اس فتنے میں مبتلا ہو گئے ہیں، کہ انہوں نے ہر چیز کو علم قرار دے دیا۔ نہیں میرے بزرگو، دوستو، عزیزو! آج دل کی گہرائیوں سے اس بات کو نکال دو، کہ ہر چیز علم ہے۔ ”علم“ صرف وہ ہے، جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر اللہ ہم سے چاہتے ہیں، ورنہ اب یہ ذہن بن گیا ہے، کہ ہر چیز سیکھنا علم ہے، بالکل یہ بات نہیں ہے۔ علم صرف وہ ہے، جو ہم سے ہمارا رب، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر چاہتا ہے۔

میرے بزرگو، دوستو، عزیزو! اصل میں خالق کی تحقیق کرنا ”علم“ ہے اور مخلوق کی تحقیق کرنا ”فن“ ہے۔ قبر میں جاتے ہی جب سوال ہوگا ”مَنْ رَبِّنَا“ تو جورب سے پہنچ کا یقین لے گیا ہے، وہ کہے گا ”رَبِّنَا اللَّهُ“ کہ میرا رب اللہ ہے، یہاں سے کامیابی کے دروازے کھل جائیں گے۔ اسلئے خوب سمجھ لو! کہ ہر چیز کو علم قرار دینا، زمانے کی سب سے بڑی جہالت ہے۔

علم صرف وہ جو ہم سے ہمارا رب چاہتا ہے۔ انہیاں نے ادا ان اور انہیاں نے سمجھ ہیں وہ لوگ جو یہ سمجھتے ہیں، کہ دنیا میں ہر سیکھے جانی والی چیز، علم ہے اور اس سے بڑی حماقت یہ کرتے ہیں، کہ وہ حدیث، جو علم سے متعلق ہے، ان حدیثوں کو یہ لوگ ایمان والوں کے اندر دنیا کی اہمیت اور دنیا کی رغبت پیدا کرنے کیلئے دنیاوی فنون کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ میری بات بہت دھیان سے سننی پڑے گی، کہ وہ حدیثیں، جن میں علم الہی کے سیکھنے کا حکم دیا گیا ہے، ان حدیثوں کو دنیاوی فنون کو سیکھنے کیلئے استعمال کرتے ہیں، یہ شیطان کا سب سے بڑا دھوکا ہے۔ یہ اس وقت کھلے گا جب قبر میں جا کر سوال ہو گا، سارے فنون ایک طرف ہوں گے، وہاں علم کے بارے میں سوال ہو گا کہ بتاؤ کس سے پلنے کا یقین لائے ہو۔

اس لئے میرے بزرگو، دوستو، عزیزو! آج کی مجلس میں یہ فیصلہ کرو کہ علم کے کہتے ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے یہاں سے جو شریعت کا علم لے کر آئے ہیں۔ صرف اسے ہی علم کہتے ہیں، اس شریعت کے علم پر عمل کرنا، اس کو حاصل کرنا، یہی علم ہے۔ قرآن، حدیث، کے سوا جو کچھ ہے، وہ سب دنیا کے فنون ہیں۔ یاد رکھو! اب ہی بات یہ کہ جس کا تعلق ضرورت سے ہے، ہم اس سے نہیں روکتے، سیکھو لیکن اس کو علم سمجھنا اور اس پر صلاحیت کھپانا اور اتنا ہی نہیں بلکہ اس پر اجر کی امید کرنا یہ دھوکہ ہے۔ میر بزرگو، عزیزو، دوستو! اگر ذرا سا عقل کا استعمال کرو ہ تو یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے، کہ علم کے کہتے ہیں، ”علم“ کہتے ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو کامیابی کا طریقہ لیکر آئے ہیں۔ اس طریقے کی تحقیق کرنا، اس کو علم کہتے ہیں اس لئے سارا علم قبر کے تین سوالات میں محدود ہیں۔

رب کو جاننا۔ یعنی ایمان۔

نبی کے طریقے کو جاننا۔ یعنی شریعت کو جاننا۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جاننا۔ یعنی سنتوں کو جاننا۔

ان تین چیزوں کی تحقیق کرنا، ہی علم ہے، اس کے علاوہ جو ہے وہ جہل ہے، اس لیے یہ سارے علم کا خلاصہ، قبر کے تین سوال ہیں۔ قبر میں یہ کوئی سوال نہیں ہو گا، کہ

آپ نے ڈاکٹری کتنی پڑھی ہے؟

سائنس کہاں تک پڑھا ہے؟

انجینئرنگ میں کیا پاس کیا ہے؟

قبر میں ان کے متعلق کوئی سوال نہیں ہو گا۔

میرے دوستو، بزرگو، عزیزو، حضرت عمر ایک دن تورات کی کچھ باتیں سیکھ کر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں توریت سیکھ کر آیا ہوں، تاکہ میرے علم میں اور اضافہ ہو، یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عمر پر اتنا غصہ آیا، کہ آپ منبر پر بیٹھ گئے اور سارے صحابہ جمیع ہو گئے، انصار آپ کے غصے کو دیکھ کر توارے کر آگئے کہ کس نے اللہ کے نبی کو ستالیا ہے؟ سارا غصہ تھا حضرت عمر پر، کہ عمر نے توریت کیوں پڑھی ہیں؟ آپ نے فرمایا: کہ عمر! اگر موئی آج زندہ ہو کر آ جاویں تو انکے لئے بھی نجات کا کوئی راستہ نہیں ہے سوائے میرے طریقے کے اور اگر تم نے موئی کے طریقے پر عمل کیا تو تم گمراہ ہو جاؤ گے، ہدایت نہیں پاؤ گے۔

کیوں کہ آپ کی آمد نے سارے نبیوں کی آمد کا دروازہ بند کر دیا، اور آپ کی شریعت نے ساری شریعوں کو ایسا منسونخ کر دیا، جس طرح ہر زمانے میں پچھے بڑا ہوتا رہتا ہے اور اس کے پچھلے کپڑے بیکار اور ناکارہ ہوتے رہتے ہیں۔ اگر وہ ان کپڑوں کو استعمال کرے گا تو،

تنگی میں پڑے گا،

کپڑے پھیں گے،

جسم پر صحیح نہ آئیں گے،

یہاں تک کہ انسان اپنے قد و قامت سے ایک ایسی عمر میں پہنچ جاتا ہے، کہ اب مرنے تک اس کیلئے یہ بس متعین ہو جاتا ہے اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت نے پہچلی ساری شریعوں کو سارے طریقوں کو ایسا منسونخ کر دیا۔ جیسے بڑے ہونے والے نوجوان کے پچھلے سارے پہنچن کے کپڑے بیکار ہو جاتے ہیں اس بات کو آپ سامنے رکھ کر سوچیں اور اندازہ کریں کہ جو چیز علم تھی اور

موسیٰ کی نبوت پر نازل کی گئی اسکو عمر جیسے عالم نے سیکھا، جو سارے علوم کے ماہر اور اتنا ہی نہیں بلکہ اس امت کے مرحم جسکو اللہ کی طرف سے صحیح بات حضرت عمرؓ کو الہام کی جاتی تھی غور کرو اس پر کہ جو اس امت کا مرحم تھا، جسکو اللہ کی طرف سے صحیح بات الہام کی جاتی تھی، وہ عمرؓ جن کے بارے میں آپؐ نے فرمایا: اگر میرے بعد کوئی نبی ہو سکتے تھے، تو عمر ہو سکتے تھے۔ اس درجہ کا آدمی، کہ سارا قرآن و حدیث کا علم حاصل کرنے کے بعد، انہوں نے موسیٰ پر نازل ہونے والا علم حاصل کیا، اس پر اللہ کے نبی کو اتنا غصہ آیا، تو جو چیز سرے سے علم ہی نہیں ہے۔ اسکو سیکھنا اور اللہ کے علم سے جاہل رہنا۔ اس پر اللہ کے نبیؐ کو قیامت میں کتنا غصہ آئے گا۔ اس بات کو ذرا سا تہائی میں بیٹھ کر غور کرنا! سر پکڑ کر سوچنا! کہ جب عمر جیسے عالم کو توریت پڑھنے پر جو علم تھا، اس پر اللہ کے نبی کو کتنا غصہ آیا تو ہم علم دین سے جاہل رہ کر دنیاوی فنون کے سیکھیں اور اس کو علم سمجھیں، ایسے لوگوں پر قیامت میں اللہ کے نبی کو کتنا غصہ آئے گا؟

اسلئے آپ حضرات سے میری یہ درخواست ہے، کہ اپنے بچوں کو آپ بیشک دنیاوی کسی لائن کافن سکھلانے ہیں۔ لیکن اپنے بچوں کو قرآن اور دین کے بنیادی احکامات سکھلانے کا پورا پورا اہتمام کریں۔ ورنہ خدا کی قسم! قیامت میں کوئی شخص جاہل ہونے کے وجہ سے بخشا نہیں جائے گا، کہ اے اللہ! مجھے خبر نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، کہ ہم نے تمہیں عمر دی تھی سیکھنے کیلئے اور نبی بھیجے تھے، سکھلانے کیلئے، تو اس کا کوئی عذر اللہ کے یہاں قبول نہیں ہو گا۔ تمہارے پاس بتلانے والے بھی آئے اور تمہیں ہم نے عمر بھی دی سیکھنے کیلئے۔

اس لئے میرے بزرگو، دوستو، عزیزو! کوئی مسجد ایسی باقی نہیں چھوڑنی ہے، جس میں صحیح یاشام کسی بھی وقت قرآن کے مکتب میں محلے کے بچوں کو قرآن سکھلانے کا اہتمام نہ کیا جا رہا ہو، ہر مسجد میں قرآن کی تعلیم کا اور دین کی بنیادی چیزوں کے سکھلانے کا اہتمام، ہر محلے والوں کا کام ہے۔ یہ ہر مسجد کے مصلیٰ کی ذمہ داری ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ سر دی آگئی ہے ہماری مسجد میں گرم پانی کا انتظام ہونا چاہئے گری آگئی ہے اسکے کا انتظام ہونا چاہئے اور صفوں کا انتظام ہونا چاہئے۔ جب مسجد اس کی

اپنی جسمانی ضرورتوں کے سامان سے بھر رہی ہے، تو کیا جو مسجد کے قاضے ہیں، جو مسجد عبادت کیلئے بنی ہے، کیا اس کی ذمہ داری نہیں ہے، کہ یہ اپنی ذمہ داری پر اپنے خرچ پر مسجد کے اندر مکتب کا انتظام کر لیں؟ یہ سارا مجھ نیت کر کے جاوے کہ اپنی مسجد میں مکتب کا اہتمام کریں گے اور اپنے بچوں کو اگر یعنی دنیاوی کوئی فن حاصل کرنے کیلئے جاتے ہیں تو اول تو اس سے استغفار بھی کیا کرو، کہ اے اللہ! تو نے ہمیں کس لئے پیدا کیا تھا اور ہم انھیں کیا پڑھا رہے ہیں۔

اے اللہ! تو ہمیں معاف کر دے، کہ ہم نے اس علم سے ہٹ کر، ان چیزوں کو پڑھایا، جس کے لئے تو نے ہمیں پیدا نہیں کیا تھا۔

ہاے.....! اللہ نے تو ہمیں اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا تھا، تم بتاؤ تو سہی! جب اللہ نے عبادت کیلئے پیدا کیا تھا تو ہم نے اس عبادت کیلئے اپنے جسم کو کتنا استعمال کیا؟! بس میرے بزرگو، دوستو، عزیزو! ایک بات یاد رکھو، کہ دنیاوی قانون پر خر کرنا کفر کا مزاج ہے، اگر مسلمان خر کرے تو،
قرآن پر کرے،
حدیث پر کرے،
فتاوی پر کرے،

یہ ڈاکٹر کے مقابلے میں خر کرے گا، کہ میرے پاس اللہ کا علم ہے، اگر تم نے ایسا نہ کیا، تو یہ دنیاوی فنون حاصل کرے گا اور خر کرے گا علماء پر، کہ میرے پاس فنون ہے۔ بس یاد رکھو! کہ دنیا کا فن حاصل کر کے خر کرنا، کفر کا مزاج ہے۔ انبیاء علیہم السلام جب اللہ کا علم لیکر آئے، تو قوموں نے اپنے فن کے مقابلے میں نبیوں کے علم کا مذاق اڑایا، تو اللہ نے نبیوں کے علم کا مذاق اڑانے کی وجہ سے سب کو ہلاک کر دیا۔ بس آج سے ہم سب یہ طے کر لیں کہ علم صرف وہی ہے، جو ہمارا رب چاہتا ہے۔

اپنے بچوں کو قرآن پڑھائیں دینی مدرسوں میں داخلہ کرائیں۔ میں کیسے سمجھاؤں، کہ آج مسلمان کو اللہ والے علم سے پلنے کا یقین نہیں ہے، اللہ جو سب کا رب ہے، جسکی ذات سے علم نکلتا

ہے، اس سے پلنے کا یقین نہیں ہے۔ آج غیروں کے فتوں سے پلنے کا یقین ہے۔ حدیث میں آتا ہے ”کہ جو قرآن کو پڑھ کر غنی نہ ہو، وہ ہم میں سے نہیں ہے“، کہ قرآن تو یقیناً غنی کر دے گا۔ میرے دوستو، بزرگو، عزیزو! علم و فقہ کا ہے۔

فضائل کا، اور

مسائل کا،

فضائل کا علم، تعلیم کے حلقوں میں بیٹھ بیٹھ کر حاصل کیا جائے گا اور مسائل کا علم، علماء سے

پوچھو، قدم قدم پر پوچھ کر چلو، کہ

میں شادی کیسے کروں؟

میں تجارت کیسے کروں؟

میں فلاں ملازمت کرتا ہوں، حلال ہے یا حرام ہے؟

جاائز ہے، یا ناجائز؟

حرام غذاوں کا اثر

اگر ایسا نہ کرو گے، تو اتنے راستے غیروں نے حرام کے کھول دیے ہیں، کہ وہ کسی بھی طرف سے مسلمانوں کو حلال کھانے کی فرصت نہیں دینا چاہتے ہیں۔ وہ یہ جانتے ہیں کہ ان کی غذاوں کو حرام کرو ورنہ انکی بددعا، ہمیں ہلاک کر دے گی۔ ہاں اگر انکی غذا میں حرام ہوگی، تو انکی بددعا میں ہمارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتیں۔ اگر غذا میں اور کمائی حرام رہیں، تو خود انکو اپنی دعا سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا تو ہمارا کیا نقصان کر سکتے ہیں۔ اس لئے کہ تب انکو اپنی دعاوں سے اور بددعاوں سے کوئی امید باقی نہیں رہے گی، کیوں کہ حرام کھانیوالے کی دعا میں اللہ کی طرف سے مردود کی جاتی ہیں۔

اس لئے میرے بزرگو، دوستو، عزیزو! علماء سے محبت کیا کرو اور علماء کی زیارت کو عبادت

یقین کیا کرو اور قدم قدم پر ان سے پوچھنا یہ فرض ہے، ہر مومن کے ذمہ ہے، کہ وہ علماء سے پوچھ پوچھ کر چلیں، کہ علماء سے ہر چیز پوچھنا ضروری سمجھو، انکی کوشش کرو۔

مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے، ”اللہ کے دھیان کے بغیر، ذکر کرنا بدعت ہے۔“ بعض علماء کے نزدیک اللہ کے دھیان کے بغیر ذکر کرنا حرام ہے، اللہ کے دھیان کے بغیر ذکر کرنا بدبن میں سستی پیدا کرتا ہے اور اللہ کے دھیان کے بغیر ذکر کرنا، اللہ کی توہین ہے۔ اب تو ادھر ساتھی ہاتھ میں تسبیح لیکر بیٹھتا ہے، تو اسے نیندا نہ لگتی ہے۔ حالانکہ ذکر، اندر کی غفلت کو توڑنے کیلئے ہے۔ لیکن دیکھنے میں یہ آرہا ہے، کہ غفلت کے ساتھ اللہ کا ذکر کر رہا ہے۔ اسلئے حضرت عیسیٰ فرماتے تھے، کہ جب ذکر کرو، تو زبان کو دل کے تابع کرو کیوں کہ اللہ کے ذکر سے، اللہ کا دھیان پیدا کرنا مقصود ہے۔ میرے دوستو! زبان کی حرکت یا تسبیح کے دانوں کا شمار، اصل نہیں ہے۔ بلکہ اصل ذکر، اللہ کا دھیان ہے، زبان تو دل کی ترجمان ہے۔ دیکھو! اگر کوئی آدمی ڈاکٹر کے پاس گیا، تو زبان سے اپنے حال بیان کرتا ہے، یہ زبان ہی ترجمان ہے، کہ آپ کے اندر کیا ہے؟ آپ ڈاکٹر سے اپنے اندر کی بات کو زبان سے کہتے ہیں۔ اس لئے دوستو، عزیزو! اللہ کے دھیان کے ساتھ ذکر کرنے کی مشق کیا کرو۔ ذکر کیلئے وضو کرو، لوگ تو آپ سے یہ کہیں گے، کہ بغیر وضو کے بھی ذکر ہو جاتا ہے۔ نہیں میرے دوستو! میں جو کہہ رہا ہوں، اسے دھیان سے سنو، کہ میں آپ سے ساری کی ساری حضرتؒ کی باتیں نقل کر رہا ہوں، حضرت فرماتے تھے، ذکر کیلئے وضو کرو اور تہائی کا کونہ تلاش کرو، اللہ کا ذکر تہائی میں کرو، کہ اللہ کا ذکر اللہ کے غیر سے کٹ کر ہوتا ہے، کہ اللہ کے غیر سے کٹ کر اللہ کے ہو کر اللہ کو یاد کرو، تو تصل اسی کو کہتے ہیں۔ اسلئے تہائی کا کونہ تلاش کرو، ایک تسبیح تیسرے کلے کی، ایک تسبیح درود شریف کی، ایک تسبیح استغفار کی، اہتمام کے ساتھ ان تین تسبیحات کا صبح شام اللہ کے دھیان کے ساتھ کرو۔

اللہ کا قرب پانے کا تیز رفتار راستہ

ایک بات یہ ہے، کہ اللہ توفیق دے، تو صبح صادق سے پہلے قرآن دیکھ کر پڑھ لیا کرو، چاہے تین آیتیں ہی کیوں نہ پڑھو۔ مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے، کہ میں نے سارے بزرگوں کو اور ادو و طائف کرتے دیکھا، مگر جتنا تیز رفتاری سے اللہ کا قرب صبح صادق سے پہلے

قرآن دیکھ کر پڑھنے کا محسوس کیا، اتنا کسی وظیفہ میں اور کسی ورود میں اور کسی عمل میں نہیں کیا۔ اب تو لوگوں کی یہ عادت ہے، کہ وہ چاہتے ہیں لمبے ذکر کریں حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محقر اور معتدل اذکار اپنی امت کو فرمائے ہیں۔ دیکھو بھائی! سنت میں جو اعتدال ہے، وہ سنت کی وجہ سے ہے، بعض ہمارے ساتھی جماعتوں میں نکلتے ہیں، وہ بیمار ہو کر آتے ہیں، ہوتا یہ ہے، کہ کوئی ہفتوں سوتا نہیں ہے اور پاگل پنے کی باتیں کرتا ہے، دماغ میں خشکی ہو گئی، کہ اللہ کے راستے سے بڑے بڑے بیمار ہو کر آتے ہیں۔ لوگ پوچھتے ہیں، کیا پڑھا؟ تو پتہ یہ چلتا ہے، کہ جماعتوں میں نکل کر کسی کتاب میں کسی بزرگ کا وظیفہ پڑھ لیا، یا کسی سے کسی بزرگ کا وظیفہ سن لیا اور خود سے پڑھنے لگے۔ میرے دوستو! یہ حیرت کہ بات ہے، کہ سنت کے عمل میں اس کو وہ بزرگی نظر نہیں آتی، جو ایک بزرگ کی نقل اتارنے میں آتی ہے۔ کوئی کہتا ہے، میں نے اتنا کلمہ پڑھ لیا اور کوئی کہتا ہے، کہ میں نے اتنا کلمہ پڑھ لیا ہے، کوئی کہے گا، فلاں وظیفہ میں نے اتنا پڑھ لیا، عام عادت ہے ہمارے ساتھیوں کی، کہ وہ یہ سمجھتے ہیں، کہ اذکار مسنونہ عام چیز ہے۔

حالانکہ جو چیز، جو ذکر، جو ورد، جو عمل، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، اس کے علاوہ کچھ اور تم ساری زندگی بھی اگر ذکر کرتے رہو، تو نہ وہ انوارات اور نہ وہ اجر حاصل کر سکتے ہو، جو اجر اور جوانوارات سنت کی اقتداء میں حاصل ہو گا۔ ایک مرتبہ کچھ صحابہؓ نے آپؐ میں بات کی، کہ اللہ کے نبی کے تو اگلے کچھ سارے گناہ معاف ہو چکے ہیں اور اللہ کے آپؐ پسندیدہ ہیں۔ اللہ آپؐ کو تو یوں ہی نواز دیں گے۔ پر ہم تو کفر سے اسلام میں آئے ہیں، ہمارے لئے تو یہ اعمال نہ ہت، ہی تھوڑے ہیں، چنانچہ سب نے بیٹھ کر یہ طے کیا،

ایک نے کہا، میں تو ہمیشہ روزہ رکھوں گا، افظار نہیں کروں گا۔

ایک نے کہا، میں تورات کو جاؤں گا، کبھی نہیں سوؤں گا۔

ایک نے یہ طے کیا، کہ میں شادی نہیں کروں گا۔

تاکہ عبادت کے لئے فارغ رہوں، نہ بیوی ہو، نہ بچہ ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو

جب ان کے اس ارادے کا علم ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات پر شدید غصہ آیا۔ آپ نے سب کو جمع کیا اور انھیں خاص طور پر بلایا، جن صحابہ نے یہ فیصلہ کیا تھا، کہ میں روزہ رکھوں گا مسلسل اور میں جاؤں گا مسلسل اور میں شادی نہیں کروں گا، انکو جمع کیا اور جمع کر کے فرمایا: ”مَنْ رَغِبَ عَنْ سَيْئَتِيْ فَلَيَسْ مِنِّيْ“ ”جو میرے طریقہ سے پھرے گا، وہ میری جماعت میں نہیں ہے“، لوگ اس حدیث کو پڑھتے ہیں اور اکثر کوئی معلوم نہیں ہے کہ ”مَنْ رَغِبَ عَنْ سَيْئَتِيْ فَلَيَسْ مِنِّيْ“ یہ بات آپ ﷺ نے کب فرمائی تھی؟ یہ بات آپ ﷺ نے اس وقت فرمائی تھی، جب آپ ﷺ نے صحابہ کو اعتدال سے اور سنت طریقے سے ہتھا ہوا پایا تھا، کیوں کہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معقولات کو کم سمجھا اور آپ ﷺ سے بڑھ کر عمل کرنے کا ارادہ کیا۔ میری بات سمجھ میں آرہی ہے آپ لوگوں کو! کیوں بھائی! اس لئے میں عرض کر رہا ہوں، کہ سب کے سب مسنون دعاؤں کا اہتمام کیا کرو! مسنون دعاؤں کی کتاب لے لو! سب مسنون دعائیں ہی پڑھا کرو! انھیں یاد کیا کرو اور انھیں کو مانگا کرو۔

حضرت فرماتے تھے، کہ مسنون دعاؤں میں قبولیت کے راستے دیکھے ہوئے ہیں۔ بس مجھے مختصر عرض کرنا ہے، کہ آپ حضرات ان اذکار کا اہتمام کرو، جواز کار، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں، اس میں اعتدال۔ ایک مرتبہ حضرت زیریہ بہت ساری گھٹلیاں جمع کئے ہوئے بیٹھی پڑھ رہی تھیں، آپ ﷺ گھر میں داخل ہوئے، تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ وہ گھٹلیاں پڑھ رہی ہیں اور گھٹلیوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا، آپ ﷺ نے پوچھا کی یہ کیا کر رہی ہو؟ کہا اللہ کا ذکر کر رہی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ میں نے یہاں تیرے پاس آ کر کھڑے ہوتے ہی زبان سے ایسے کلمات کہے ہیں کہ اگر ان کلمات کا وزن کیا جائے تو یہ ساری گھٹلیاں زبان سے جنھیں تم پڑھے جارہی ہو، اس کے مقابلے میں جو میں نے پڑھا، کوئی وزن نہیں ہے۔ جی ہاں! اذکار مسنونہ، اپنے اندر اللہ کے سارے وعدے لئے ہوئے ہے۔

اس لئے میرے بزرگو، دوستو، عزیز و اذرا پنے آپ پر حمد کرو، کہ نبوت کی اقتداء، اعتدال کا راستہ

ہے، نہیں کہ میں بھی وہ کر رہا ہوں، جو فلاں بزرگ نے کیا، میں بھی وہ پڑھ رہا ہوں، جو فلاں بزرگ نے پڑھا۔ میرے دوستو! اذ کر میں بھی اللہ کے نبی ﷺ کی اقتداء کرو، ایک مجلس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم (۱۰۰) مرتبہ استغفار کیا، پھر آپ ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا: کہ تم لوگ بھی استغفار کرو، کہ اذ کار مسنونہ کے اندر اعتدال ہے۔ ہمارے ساتھی اس کا اہتمام نہیں کرتے اور یہ چاہتے ہیں، کہ مجھے کوئی وظیفہ مل جائے۔ ہاں مختصر سا وظیفہ، سنت کا وظیفہ ہے۔ اس طرح ہمیں اللہ کے راستے میں نکل کر ذکر کا اہتمام کرنا ہے، باوضو ہو کر، اللہ کے وصیان کے ساتھ، اللہ کا ذکر کرنا ہے۔

میرے بزرگو، دوستو، عزیزو! اگر دعاوں کے ذریعے اللہ کی ذات کے ساتھ تعلق پیدا ہو گیا، تو یقینی بات ہے، کہ اللہ ہمارے اور بندوں کے درمیان کے حالات کو ٹھیک کر دیں گے۔ جو اپنے اور اللہ کے درمیان کے معاملات کو ٹھیک کر لے گا، تو اللہ اسکے اور بندے کے درمیان کے معاملات کو ٹھیک کر دے گا۔ اللہ سے معاملات ٹھیک کرنا یہ ہے، کہ دعاوں کے راستے سے اپنے مسائل کو اللہ سے حل کرایا جا رہا ہو۔ اس لئے کہ جو شخص اللہ سے اپنے مسائل کا حل نہ کرایا پائے گا، وہ بندوں کے حق مارے گا، ان کے حقوق دبائے گا۔ اسلئے کہ بندوں کے حقوق وہ مارتا ہے، جو اللہ کے حقوق مار رہا ہو اور دعا اللہ کا حق ہے۔ جس کو اللہ کے حق کی پرواہ نہیں ہے وہ بندوں کے حقوق کی پرواہ کیا کرے گا، اسکے لئے اکرام مسلم ہے، کہ اللہ کے راستے میں نکل کر ہمیں اکرام کی مشق کرنی ہے۔ اپنے اندر اکرام کی صفت پیدا کرنے کے لئے اکرام کی مشق خدمت سے ہوتی ہے، کہ اللہ کے راستے میں نکل کر خدمت کرنا، اپنی تربیت کیلئے ہے۔ خدمت کا ہر ایک محتاج ہو گا، جس طرح تربیت کا ہر ایک محتاج ہے، اللہ کے راستے میں نکل کر خدمت میں اپنے آپ کو خود پیش کرو، کہ

لا اکھانیں بناؤں گا،

لا اکڑی میں جلاؤں گا۔

جنگل سے لکڑیاں چُن کر میں لاؤں گا۔

جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنگل سے لکڑیاں چُن کر لا سکتے ہیں، تو میری اور آپ کی

کیا حیثیت ہے۔ ایک مرتبہ یہ سارے کام صحابہ کرام پر تقسیم ہو گئے، کہ
بکری کون کاٹے گا،
گوشت کون بنائے گا،
کھانا کون پکائے گا،

آپ ﷺ نے فرمایا: کہ میں کیا کروں گا؟ صحابہ نے عرض کیا، کہ آپ تو اللہ کے نبی ہیں، تو
آپ ﷺ نے فرمایا: کہ میں جنگل سے لکڑیاں چن کر لاؤں گا، پھر آپ ﷺ خود تشریف لے گئے
اور جنگل سے لکڑیاں چن کر اٹھا لائے۔ خدمت میں آپ ﷺ صحابہ کے ساتھ اس طرح لگے رہتے
تھے، کہ باہر سے نئے آنے والوں کو پوچھنا پڑتا تھا "ایُّكُمْ مُحَمَّدٌ؟" کہ تم میں سے "محمد" کون
ہے؟ باہر سے آنے والا پوچھتا تھا، کہ تم میں "محمد" کون ہیں؟ کوئی امتیازی شان نہیں تھی، کہ
امیر صاحب ہیں۔ امیر صاحب سب سے آگے خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔

اس لئے میرے دوستو! خدمت میں لگنا اپنی تربیت کے لئے ہے، ورنہ یہ تو ممکن ہی
نہیں ہے، کہ انسان ہو اور خدمت کرنے سے اس کی تربیت نہ ہو؟ اور ایمان والا ہو، اس کے اندر
تو ارض نہ ہو۔ اس لئے ہمیں اللہ کے راستے میں نکل کر خوب مشق کرنی ہے۔ خدمت کے ذریعے
اپنے اندر تو ارض پیدا کرنے کے لئے خدمت میں خوب لگاؤ اور دیکھو! یہ سارے کام، اللہ کی رضا کے
لئے ہوں۔ اس کے علاوہ ہماری کوئی غرض نہ ہو، یہ سب کام اللہ کیلئے ہو، کیوں کہ حدیث میں آتا
ہے، کہ ادنیٰ ریا بھی شرک ہے۔ اللہ کے غیر کا ادنیٰ خیال بھی شرک ہے۔ یہ سب کام محسن اللہ کی رضا
کے لئے ہو۔ اس کے علاوہ ہماری کوئی غرض نہ ہو۔ ایک صحابیؓ نے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ایک
آدمی نیک عمل کرتا ہے اور اس کا دل یہ چاہتا ہے کہ اس کے عمل کو کوئی دیکھ لے، آپ اسکے بارے میں
کیا فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ اسکو کچھ نہیں ملے گا۔ جی ہاں! ایک صحابیؓ نے آکر عرض
کیا، کہ یا رسول اللہ ایک آدمی کوئی نیک عمل کرتا ہے اور یہ بات اسے خوش کرتی ہے کہ اسکے عمل کو کوئی
دیکھ لے، آپ اس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ خاموش رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر

اللہ کی طرف سے آیت نازل ہوئی، کہ جو شخص اپنے عمل کے ذریعے اللہ سے ملنا چاہتا ہو، اس کو چاہئے کہ اپنے عمل کو اللہ کیلئے خالص کر لے، اللہ کی عبادت میں دوسروں کو شریک نہ کرے، کہ اللہ کی عبادت کا شرک یہ ہے، کہ بندہ اپنے عمل سے اللہ کے غیر کو خوش کرنا چاہے۔

دیکھو میرے دوستو! یہ بہت اہم مسئلہ ہے، کہ یہاں سے آپ جماعت میں نکلیں گے، تو وہاں جب آپ تجد پڑھ رہے ہوں گے، تو دل میں خیال پیدا ہوگا، کہ کاش امیر صاحب دیکھ لیتے، کہ سب سور ہے ہیں اور میں تجد پڑھ رہا ہوں، گشت میں اللہ آپ سے اچھی بات کروادے گا، تو مسجد میں آتے ہی اندر جذبہ یہ ہوگا، کہ کاش!..... میرے ساتھیوں میں سے کوئی میری بات امیر صاحب کو بتلا دے، کہ امیر صاحب! اس نے گشت میں بہت اچھی بات کی ہے۔ حضرتؒ فرماتے تھے، کہ یہ نہ اشک ہے، نہ اشک ہے، کہ دنیا میں تو اللہ اس کو عمدہ جگہ دیں گے، پر آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا، ہاں یہ اندر کا جذبہ ہوتا ہے، کہ شیطان اندر یہ خیال پیدا کرے گا، کہ تم نے گشت میں بات بہت اچھی کی تھی، اگر امیر صاحب کو معلوم ہو جائے گا، تو پھر امیر صاحب تم سے بات کروائیں گے، ایسے آدمی کے ساتھ اللہ کی کوئی مدد نہیں ہوگی۔

میرے دوستو، عزیزو! جس طرح ہمیں بتوں کے شرک سے پناہ مانگنی ہے، اسی طرح عمل کے شرک سے بھی اللہ کی پناہ مانگنی ہے۔ کیوں کہ ایک بتوں کا شرک ہے اور ایک عمل کا شرک ہے، بتوں کا شرک یہ ہے کہ اللہ کے غیر کی عبادت کی جاوے اور عمل کا شرک یہ ہے، کہ عمل کو اللہ کے غیر کیلئے کیا جاوے، یہ دونوں شرک، جہنم میں لے جائیں گے۔ اس لئے اللہ سے رورکر اخلاص مانگو، کہ اے اللہ! تو ہمارے عمل میں اخلاص پیدا فرمادے، ہمارے عمل کو تو ہی اپنی ذات کیلئے خالص کر لے، ورنہ شیطان، قدم قدم پر نیت کے اندر فتو پیدا کرے گا اور نیت کو بگاڑنے کی کوشش کرے گا، اس طرح ہمیں اللہ کے راستے میں نکل کر، ان چھ صفات کی مشق کرنی ہے۔ ہمارا لکھنا اس لئے ہو رہا ہے، تاکہ یہ باتیں اپنی حقیقت کے ساتھ دلوں میں اتر جاویں، تو پورے دین پر چلنے کی استعداد یقیناً پیدا ہو جائے گی۔

اس لئے میرے دوستو، عزیزو! پہلی بات یہ ہے نکلنے میں، کہ ہمارے دلوں میں اس کام

کی عظمت ہو، اس کام کی عظمت اور اس راستے میں نکلنے کا اہتمام صحابہ کرامؐ کے دلوں میں تھا۔ کیوں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ کام وہی ہے، جو صحابہ کرامؐ کا تھا۔ اللہ کے راستے میں نکلنے ہوئے ہمارے وہ جذبات ہوں، جو جذبات صحابہ کرامؐ کے تھے اس بات کو دل سے یقین کرو کہ اللہ کے راستے کی ایک صبح ایک شام دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے اس سب سے بہتر ہے، ہمارا اگر خیال یہ ہے، کہ کرنے کے کام اور بھی ہیں خیر کے، کیا ضروری ہے کہ تبلیغ ہی میں نکلا جائے، تو عبد اللہ بن رواحہؓ جب اپنی جماعت سے پیچھے رہ گئے، تو کیوں پیچھے رہ گئے، دکان کے لئے؟

بھائی کی شادی کے لئے؟
کاروبار کے لئے؟

بیوی بچوں کی ضروریات اور انکی بیماریوں کیلئے؟ نہیں، بلکہ حضور ﷺ کے ساتھ جم德 کی نما ز پڑھنے کیلئے، آپ کا خطبہ سننے کیلئے اور آپ کی مسجد کی فضیلت حاصل کرنے کیلئے۔ کہ مسجد نبوی کی فضیلت ساری مسجدوں سے اوپنجی ہے، صرف اس فضیلت کو حاصل کرنے کے لئے رکے، عبد اللہ بن رواحہؓ کو خیال ہوا کہ جماعت تو صبح کو روانہ ہوئی ہے، میں جمعہ کی نماز پڑھ کے چلا جاؤں گا، میری بات دھیان سے سنو! کہ آپ ﷺ نے انھیں دیکھ کر فرمایا: کہ عبد اللہ! تم گئے نہیں؟! عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے تو یہ خیال ہوا، کہ مجھے یہ فضیلیں حاصل ہوں،

آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کی،
آپ کا خطبہ سننے کی،

کہ میں آپ ﷺ کی مسجد میں یہ فضیلت حاصل کرلوں پھر جماعت میں جا کر مل جاؤں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ اے عبد اللہ بن رواحہؓ! اگر ساری دنیا کا مال تم خیر کی راہ میں خرچ کر دو، تو تم صبح نکلنے والی جماعت کی فضیلت حاصل نہیں کر سکتے۔ دیکھو میری بات دھیان سے سنو! اگر ہمارا خیال یہ ہے، کہ خیر کے کام، دنیا میں بہت سے ہو رہے ہیں، کیا یہی کام ضروری ہے؟ کہ جماعت ہی میں نکلا جائے، تو

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ ابن رواحہ کو یہ بتلا کر، یہ خیال صاف کر دیا، کہ اللہ کے راستے کی نقل و حرکت کا کوئی عمل، اس کا کسی عمل سے مقابلہ نہیں ہو سکتا، کہ شپ قدر میں جگہ اسودا اور ملائم کے سامنے کوئی ساری رات عبادت کرے اور کوئی ایک آدمی کچھ دیر کیلئے اللہ کے راستے میں ہو، تو اس کی فضیلت اس کا درجہ، اس کا مقام، اس کیلئے ثواب، اللہ کے یہاں کہیں زیادہ بڑھا ہوا ہے۔

یہاں سب ہی ماشاء اللہ پر اپنے ہیں اس مجمع میں، ان سے عرض کر رہا ہوں، کہ ان فضائل کو حدیث میں دیکھ کر بار بار بیان کیا کرو، ورنہ مجمع کے اندر سے اور امت کے اندر سے اس راستے کے نقل و حرکت کے فضائل ختم ہوتے چلے جائیں گے، پھر یہ کام، تنظیم بن جائے گا، یہ تنظیم ہوتی ہے نا، تنظیم!! کہ یہ کام کوئی تنظیم نہیں ہے۔ جو صحابہؓ کی نقل و حرکت کے فضائل ہیں، وہ ہماری نقل و حرکت کے فضائل ہیں۔ مولا نا یوسفؓ اسے بار بار فرماتے تھے، کہ کام وہی ہے، جو نبیوں کا کام تھا، کام وہ ہی ہے جو صحابہ کا کام تھا۔ اس لئے صحابہ کرامؓ کی نقل و حرکت کے خوب فضائل بیان کرو! اب میں کیسے عرض کروں آپ سے، کہ سب سے بڑی چوک، ہم سے یہ ہوئی، کہ ہم نے صحابہؓ کی نقل و حرکت کو محض قتال پر محمول کر کے چھوڑ دیا ہے۔ حالانکہ وہ جہاد کے فضائل ہیں، قتال تو ایک عارضی ہے، جو کبھی پیش نہ آیا۔ کتنے غزوات ایسے ہیں، جہاں سے بغیر قتال کئے ہوئے صحابہ و اپس آگئے، کیوں کہ ہدایت مطلوب ہے، ہلاکت مطلوب نہیں ہے۔ جتنے صحابہ کے نقل و حرکت کے فضائل ہیں، وہ تمام کے تمام، اس راستے کی نقل و حرکت کے ہیں۔

اسلئے میرے بزرگو، دوستو، عزیزو! ایک بار صحابہؓ نے یہ طے کیا، کہ صرف چھ مہینہ کی مھٹی لے لیں،

جسمیں ہم مقامی کام کے ساتھ اپنا کار و بار دیکھ لیں،

بیوی بچوں کو دیکھ لیں،

ٹوٹے ہوئے مکان ٹھیک کر لیں،

اجڑے ہوئے کھیت درست کر لیں،

تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ اگر تم نے یہ ارادہ کر لیا ہے، تو اللہ کی طرف سے آیت نازل ہو گئی ہے۔ ﴿وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيهِنَّ كُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ کہ ”اپنے ہاتھ اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو“ اگر تم نے چھ (۲) مہینے کے لئے بھی یہ طے کر لیا ہے، کہ چھ مہینے تک نکلنے نہیں ہے۔ حضرتؓ فرماتے تھے، کہ صحابہ نے چھ مہینہ مدینہ میں ٹھہرنا، مقامی کام کے ساتھ طے کیا تھا، فوراً اللہ نے آیت نازل کر دی، کہ ”اپنے ہاتھ اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو“۔ جیسے ہی بعد والوں نے اس آیت کا استعمال، اس کام کے علاوہ میں کیا، تو فوراً ابوالایوبؓ بول پڑے، کہ تم غلط کہتے ہو، یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے، کہ ہم انصار نے ایک بار یہ سوچا تھا، کہ چھ مہینہ مدینہ میں قیام کر لیں، تو یہ آیت نازل ہو گئی کہ ”اپنے ہاتھوں اپنے کو ہلاکت میں ڈالو“ ہائے!!..... ہمیں اس نقل و حرکت کا اندازہ نہیں ہے، اسلئے ہم صحابہؓ نقل و حرکت کو اپنے اس کام کی نقل و حرکت سے کم سمجھتے ہیں۔

”حیات الصحابة“ خوب پڑھا کرو

اس لئے میرے دوستو، بزرگو، عزیزو! ”حیات الصحابة“ خوب پڑھا کرو، کوئی شب گزاری ایسی باقی نہ رہے جس میں ”حیات الصحابة“ نہ پڑھی جاتی ہو، بشرطیکہ سال لگایا ہو اعالم ہو۔ عمومی طور پر میں سارے مجمع سے کہہ رہا ہوں۔ جتنے جماعت میں جانے والے اور والپیں جانے والے، یہ سب یہ طے کریں کہ ”حیات الصحابة“ ہم میں سے ہر ایک کے انفرادی مطالعے میں رہے گی، ہمیں پتہ تو چلے، کہ ہم کیا کر رہے ہیں اور صحابہ نے کیا کیا ہے؟ اگر ایمانہ کیا تو ہمارا راستہ الگ ہو گا، ان کا راستہ الگ ہو گا۔ یہ تو صحابہ کرامؓ خود ڈرتے تھے، کہ ہم نے اگر ایمانہ کیا، تو ہم پچھلوں کے راستے پر نہیں جاسکتے، ہم ان سے نہیں مل سکتے۔ جی ہاں! اس لئے میرے دوستو، بزرگو، عزیزو! اس راستے کی نقل و حرکت کے وہی فضائل ہیں، جو صحابہؓ نقل و حرکت کے فضائل ہیں، اس راستے کی ایک صبح ایک شام دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

آدھادن اللہ کے راستے کا پانچ سو (500) سال کے برابر ہے۔

کہ اللہ نے پھر نے والوں کو، مقام پر بیٹھنے والوں کے مقابلے میں بڑی فضیلت دی ہے، وہ سارے فضائل اس راستے میں پھر نے والوں کے لئے ہے، جو صحابہ کرام کیلئے تھے۔ اللہ کے راستے میں پیدل چلنا، سب سے زیادہ اللہ کے غصہ کو مٹھندا کرنے والا عمل ہے، کیوں کہ اس میں کوئی شک نہیں، کہ اللہ کے غصب کا سب سے بڑا مظہر جہنم ہے اور یہ بات حدیث سے ثابت ہے صحیح روایتوں سے، کہ اللہ کے راستے کا غبار اور جہنم کی آگ، یہ کبھی جمع نہیں ہو سکتی۔ اللہ کے راستے میں جا گنایا پہرا دینا۔ خوب سمجھو، ایسی آنکھ جہنم کی آگ کو دیکھے گی نہیں، جو اللہ کے راستے میں جا گی ہو۔

اس لئے میرے دوستو، بزرگو، عزیزو! ہائے!! میں کیسے عرض کروں جتنے بھی یہاں بیٹھے ہوئے ہیں، جو اس وقت نہیں جا رہے ہیں جماعت میں، وہ سوچ رہے ہوں گے، کہ بھائی ٹھیک ہے اللہ کے راستے میں نکلنا چاہئے، پر ابھی ہمارا موقع نہیں ہے جانے کا۔ ہائے!! عبد اللہ ابن رواحہ آدھے دن پیچھے رہ گئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم پانچ سو (500) سال پیچھے رہ گئے ہو۔ جو ابھی نہیں جا رہے ہیں، وہ ذرا اب بیٹھ کر سوچیں، انھیں اندازہ نہیں ہے، کہ یہ کام کتنی تیز رفتاری سے اللہ کے قریب ہونے کو ہے۔ مولانا الیاس صاحب فرماتے تھے، کہ اس کام سے بڑھ کر اللہ کے قرب کا، تیز رفتاری کا کوئی عمل نہیں ہے۔ یہ جذبات ہمارے اللہ کے راستے میں نکلنے کے ہیں اور جہاں تک ہو سکے پیدل چلیو، جتنے اللہ کے راستے میں نکل رہے ہیں اور وہ جو اس وقت نہیں جا رہے ہیں۔ واپس گھروں کو جا رہے ہیں اور آس پاس کے علاقوں سے آئے ہوئے لوگ بھی، ان سب سے میری درخواست ہے، کہ یہاں سے پیدل کام کرتے ہوئے جاؤ!

تعلیم کا،

گشت کا،

نمازوں کا،

ذکر کا،

تلاوت کا،

گھر گھر ملاقاتوں کا،
دعوت کا،

ماحول قائم کرتے ہوئے جاؤ اور جتنے لوگ یہاں سے اللہ کے راستے میں نکل رہے ہیں، اس صوبے میں یا صوبے سے باہر، اگر یہاں سے دنیا کی باتیں کرتے ہوئے گئے، تو وہ سارے انوارات ضائع کر کے جاؤ گے، جو یہاں ان تین (۳) دن کے ماحول میں حاصل ہوئے ہیں، آپس میں یہی بات کرتے ہوئے جاؤ، جو باتیں یہاں عرض کی گئیں ہیں، اعمال کرتے ہوئے جاؤ۔ جو اللہ کے راستے میں نکلنے والے ہیں، وہ اپنی جماعت میں مجتمع ہو کر چلیں، امیر کی اطاعت کے ساتھ چلیں، ٹرین میں یا بس میں، جس گاڑی میں بھی سفر کریں، سفر میں ہر ایک کو دعوت دیں، ہر ایک سے ملاقات کریں، یہندیکھیں کہ ہماری جماعت کا آدمی ہے، یا کون ہے؟

سب سے بڑی دعوت اور حکمت، اکرام ہے

دیکھو میرے دوستو، عزیزو! ہر ایک کو سلام کرو، ہر ایک کو دعوت دو، ورنہ حدیث میں آتا ہے، کہ جان پہچان کی وجہ سے سلام کرنا، قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔ لوگ سلام کرتے ہیں نا! وہ بھی انھیں سلام کرتے ہیں، جن سے جان پہچان ہے، ورنہ کتنے مسلمانوں سے انکا صحیح شام ملنا ہوتا ہے، پر کوئی سلام کا اہتمام نہیں کرتا، اس لئے ہر ایک کو سلام کرو، ہر ایک کو دعوت دو، دعوت اللہ کی طرف ہے اور دیکھو! سب سے بڑی دعوت اور حکمت، اکرام ہے۔ تم ٹرین میں بیٹھو گے، یا بس میں بیٹھو گے، امیر صاحب کہیں گے جاؤ، دس آدمی کی جماعت ہے دس چائے لے آؤ، تو بہ..... تو بہ..... یہ بخیلوں کی جماعت ہے۔ حضرت فرماتے تھے، کہ تمہاری نقل و حرکت اسلام کو پھیلانے کے لئے ہے۔ اسلام، اکرام سے پھیلا ہے، خوب خرچ کرو، تم سے کہیں گے یہ تشکیل والے کہ ہاں تمہارا رخ ہم نے فلاں علاقے کا بنادیا ہے، یہاں سے تمہاری جماعت فلاں جگہ جائے گی، پانچ سو (۵۰۰) روپیہ کافی ہے خرچ کیلئے۔ نہیں بلکہ ان سے کہو! کہ ہم اللہ کے راستے میں نکل رہے ہیں، زیادہ لے کر جائیں گے۔ سب کا اکرام کریں گے، کھلانیں گے پلانیں گے۔

وہ تو حضرت فرماتے تھے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر کو بھی اسلام کی طرف راغب کیا ہے، اپنی ذات سے خوب خرچ کر کے کیا ہے۔ بھری ہوئی وادی بکریوں کی ایک مشرک کو دے دی، کہ وہ آنکھیں گھٹھما گھٹھما کر دیکھ رہا تھا، وادی میں جو بکریوں سے بھری ہوئی تھی۔ وہ وہیں اسلام میں داخل ہوئے، لیکن مزید اربات یہ تھی، کہ جیسے ہی وہ اسلام میں داخل ہوتے تھے، اس کے ساتھ ساتھ دل میں مال کی نفرت بھی داخل ہو جاتی تھی۔

اس لئے میں عرض کر رہا تھا، کہ اللہ کے راستے میں شوق سے خرچ کیا کرو۔ دوسروں پر خرچ کرنا، خود ایک عمل ہے، اللہ کے راستے میں خوب خرچ کرو، امیر صاحب سے کہو، آپ سب کیلئے چائے منگالو، سب کے لئے بیکٹ منگالو، پیسہ میں دیتا ہوں۔ غیر بیٹھے ہوں گے ٹرینوں میں، بسوں میں، ان کا بھی اکرام کرو، ان سے بھی ملاقات کرو، آپس میں خوب اللہ کی بڑائی کو بولو، وہ بھی سن رہے ہوں گے، اللہ کی عظمت کو، اسکی قدرت کو، اللہ کا تعارف انھیں بھی کرو۔

دیکھو میرے دوستو، عزیزو! بات صاف یہ ہے، کہ ہم تو اللہ کی طرف بلا رہے ہیں، ہمارا بلانا کسی خاص طریقے کی طرف، کسی خاص جماعت کی طرف، یا کسی کی ذات کی طرف بلانا نہیں ہے، اور نہ ہی، ہمیں لوگوں کو تبلیغی جماعت میں داخل ہونے کی دعوت دینی ہے، بلکہ ہم تو اللہ کی طرف بلا رہے ہیں، بس یہی امت کے بننے کا راستہ ہے، کہ تم امتی بن کر دعوت دو۔

”جماعت“ خود تفرقی کا لفظ ہے

حضرت مولانا الیاس صاحب فرماتے تھے، کہ ”جماعت“ تو خود ”تفرقی“ کا لفظ ہے، اگر ہم لوگوں سے یہ کہیں، کہ ہماری جماعت میں آ جاؤ، تو یہ کہہ کر ہم نے مقابلہ کھڑا کر دیا، ہم جماعت بن گئے۔ دیکھو! جماعت سے جماعت بنتی ہے، فرقے سے فرقے بنتے ہیں۔ امت کا سب سے بڑا نقصان یہی ہے، کہ جماعت سے جماعت بنائی جائے اور فرقے سے فرقے بنائے جائیں۔ بلکہ ہم تو بلا رہے ہیں اللہ کی طرف، اس لئے ہر ایک کو دعوت دو، ہم کسی فرقے کی جماعت، کسی گروپ کی طرف نہیں بلا رہے ہیں۔

اس لئے میرے بزرگو، دوستو، عزیزو! ٹرینوں میں، بسوں میں، بیٹھے ہوئے لوگوں کو دعوت

دیتے ہوئے جاؤ، ملاقاتیں کرتے ہوئے جاؤ، جسکو دعوت دو، اسے بھی داعی بنا کر چھوڑو، کہ دیکھئے بھائی! آپ سے ہماری بات ہو رہی ہے، ماشاء اللہ آپ نے ارادہ کر لیا ہے، اب آپ بھی دوسروں تک یہ بات پہنچا دینا۔ جس سے دین کی بات کرو، اسے داعی بنا کر چھوڑو۔

اس طرح ہمیں انشاء اللہ دعوت دیتے ہوئے، عبادت کرتے ہوئے چلنا ہے، اگر ٹرین میں بیٹھئے ہوں تو تعلیم کا حلقہ ٹرین میں نہ کرو، تعلیم کے حلقات میں یکسوئی ہونی چاہئے۔ ٹرین میں ساتھی مختلف جگہ بیٹھتے ہیں، ادھر ادھر، وہاں تعلیم کا حلقہ مشکل ہے۔ میری بات یاد رکھو! کہ تعلیم کیلئے کتاب ہر ساتھی کے پاس اپنی الگ الگ کتاب ہونی ضروری ہے۔ وہ آدمی ہیں جماعت میں، وہ ساتھی کی کتاب الگ الگ ہونی چاہئے۔ نہیں کہ ایک کتاب ساری جماعت کے پاس ہو، بلکہ ہر ایک اپنی کتاب خرید لے، جب کتاب لے کر بیٹھے گا، بس میں بیٹھیں، میں تو براہمیں کوئی آدمی آکر بیٹھے گا، بس سے نام پوچھو، اس سے سلام کرو، کہ بھائی دیکھو! میرے پاس ایک کتاب ہے، مگر میں پڑھا نہیں ہوں آپ ذرا پڑھ کر سنا دیجئے، کہ اس میں کیا لکھا ہوا ہے؟، ہو گئی تعلیم، وہ خود بھی سنے گا، اس کیلئے تبلیغ ہو رہی ہے، اسکے لئے بھی تعلیم ہو رہی ہے، وہ بھی پڑھ رہا ہے، کوئی کہہ گا ”اللہ اکبر“، ہمیں تو خبری نہیں تھی، کہ اس کتاب میں یہ لکھا ہوا ہے نماز چھوڑنے پر یہ عذاب ہے، نماز پڑھنے پر یہ ثواب ہے۔ اس طرح ٹرین میں بس میں ہر ایک کے پاس اپنی الگ الگ کتاب ہونی ضروری ہے، تاکہ تھائیوں میں ہم اس کا مطالعہ کرتے رہیں۔

”جماعت“ دئے گئے رخ پر پھونچ کر کیا کرے؟

جہاں کا ہمارا رخ بناء ہے، ہمازے ساتھی اجتماعی طور پر ٹرین، بس یا جو بھی سواری ہو، اس سے اتر کر، اپنا سامان خود اٹھاویں، اپنا سامان دیکھ لیں، اپنے ساتھیوں کو بھی دیکھ لیں کہ سارے ساتھی ہیں، یا نہیں، پھر بستی میں داخل ہونے سے پہلے دعا مانگ لیں۔ مسنون دعا ہے، اس کو یاد کر لیں، اللہ سے اس بستی والوں کی محبت کو بھی مانگ لیں اور اس بستی کی خیر کو بھی مانگ لیں۔ ان بیانات علیہم السلام دونوں کی محبت اللہ سے مانگتے تھے کہ اے اللہ! انکی محبت ہمارے دلوں میں اور ہماری محبت ان کے دلوں میں ڈال دے، کیوں کہ وہ بات سنیں گے نہیں، جب تک کہ محبت

نہیں ہوگی، اس طرح دعا مانگ کر بستی میں داخل ہوں۔

ہماری ابتدا مسجد سے ہوگی، سب سے پہلے جماعت، مسجد میں پہنچے۔ یہ نہ ہو، کہ بازار سے گذر رہے ہیں، کیوں نہ سامان خریدتے ہوئے چلیں، کہ چاول کی ضرورت پڑے گی، ہی، یہیں سے لے لیں۔ نہیں! دیکھو سب سے پہلے مسجد کی طرف جاؤ، جس چیز پر تم قدم رکھو گے، وہی تمہارا مقصد ہے، اگر کھانے پینے میں سب سے پہلے لگ گئے، تو یہی مقصد بن جائے گا۔ سب سے پہلے مسجد میں جاؤ، سنت طریقے سے مسجد میں داخل ہو، سامان ایک طرف قرینے سے لے لگاو۔ مسجد میں سامان نہ بکھیرنا، استوپ یا کوئی بدبو دار چیز مسجد میں نہ رکھنا۔ مسجد میں لہسن، پیاز وغیرہ کھا کر نہ جاؤ۔ حدیث میں آتا ہے کہ جو پیاز لہسن کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آویے، اس لئے سامان اپنا مسجد کے باہر کے حصے میں رکھو، ایسے قرینے سے رکھو، کہ آنے والے لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔ مسجد کا احترام کرو، مکروہ وقت نہ ہو تو دو دور کعت "تحیۃ المسجد" پڑھ لو، کہ مسجد میں داخل ہو کر اللہ گھر میں داخل ہونے کا منہ بنا لو، پھر سب کو مشورے کی طرف متوجہ کرو، اگر مقامی ساتھی مشورے میں ہوں، تو اچھی بات ہے، وہ نہ ہوں، تو انکا انتظار نہ کرو، اپنا مشورہ کرلو۔ چوبیں گھنٹے کا نظم بنا لو، کہ ہمیں یہاں کام کس طرح کرنا ہے، مقامی لوگوں کو ساتھ لے لو، ان سے پوچھو یہاں وقت لگائے ساتھی کتنے ہیں؟ ملاقاتوں کا کون سا وقت مناسب ہے، مقامی سے اس کا مشورہ کرو، گھر گھر کی ملاقاتوں کا نظم بنا لو، ہمیں سب سے زیادہ عمومی گشت کو، عمومی کام کو مقدم رکھنا ہوگا، تھوڑی سی ملاقاتیں، یہ بھی ایک ضروری کام ہے۔ کہ یہاں علماء ہیں، یہاں مالدار قسم کے بڑے لوگ ہیں، انکی ملاقات کے لئے بھی جانا ہے، مالداروں کے مال سے اگر متاثر ہو کر دعوت دی، تو وہ تمہاری بات سے ہرگز متاثر نہ ہوں گے، جتنا تاثر ان کی دنیا کا تمہارے دلوں میں ہوگا، اتنی ہی حقارت سے وہ تمہارے دین کی بات کو نہیں گے اور جتنی نفرت تمہارے دل میں دنیا کی ہوگی، اتنی ہی محبت سے وہ تمہاری بات کو نہیں گے۔ مگر ان کی چیز کو برامت کہنا، انکی چیزوں کی نفرت دل میں تو ہو، پر زبان تک نہ آئے۔

یاد رکھو اگر تمہارے دل میں انکی چیزوں کی محبت ہو، تو تم یہ بات انکے سامنے کہہ نہیں سکو گے، تمہاری زبان نہیں اٹھے گی، کیوں کہ تم مدعو کی دنیا سے متاثر ہو کے دعوت دے رہے ہو، اس طرح ہمیں دوستو! ہر ایک سے ملاقات کرنی ہے۔ عمومی گشت میں ایک ایک کے پاس جاؤ، مسجد کیلئے نقد نکال کر مسجد کے ماحول میں لے آؤ۔ یہاں لا کر تیار کرو، چار چار مہینے کی تشكیل کرو، جو تیار ہو جائیں ان سے کہو، کہ آپ تیاری کر کے یہاں آ جائیں، دیکھو! انھیں چھوڑ نہ دینا، ورنہ یہ ہاتھ نہیں آنے کے۔ اس لیے انھیں پھر وصول کرنا ہے، اس کیلئے ہمیں وصولی گشت بھی کرنا ہے۔ میں تعلیمی گشت بتلا چکا ہوں، کہ وہ تعلیم کے درمیان ہو گا، اس طرح ہمیں پانچ طرح کے گشت کرنا ہے۔ تعلیمی گشت، عمومی گشت، خصوصی گشت، تشكیلی گشت، وصولی گشت۔ وصلی گشت میں انھیں وصول کر کے لانا ہے۔ یہاں انکو وصول کر کے لانا ہے۔

مسجد کے ماحول میں لانا، ہی اصل ہے

دیکھو میں نے شروع میں ہی عرض کیا تھا کہ مسجد کے ماحول میں لانا ہی اصل ہے۔ اس طرح دعوت دے کر ہر جگہ سے نقد جماعتیں بنائیں کہ اللہ کے راستے میں نکالنی ہے۔ جہاں سے جماعت بناؤ، چار چار مہینے کی، چلے کی، وہیں کے مقامی وقت لگائے ساتھیوں کے مشورے سے ان کا ذمہ دار بناؤ اور ہر جگہ سے نقد جماعتیں نکالنا ہے، ہر مسجد میں جب تک پانچ کام اس مسجد کا گشت، مسجد کی تعلیم اور گھر کی تعلیم، سہ روزہ کی جماعت کا نکالنا اور مسجد کا مشورہ اور کم سے کم ڈھائی گھنٹہ مسجد میں فارغ کر کے مسجد کی آبادی کی محنت، یہ جب تک شروع نہ ہو جاوے اس وقت تک کوئی جماعت اس مسجد سے آگے بڑھے۔ دیکھو میری بات نوٹ کر لو! اصل میں ہماری جماعتیں علاقوں کا سروے کر کے آجائی ہیں۔ پھرنا اصل نہیں ہے۔ ہر مسجد میں پانچ کام قائم کرتے ہوئے جماعت کو آگے لے جاؤ، جماعت کی نقل و حرکت سے تو ہر علاقے کا ماحول بدلنا ہے، جہاں آپ یہ دیکھیں گے کہ اعمال زندہ ہو گئے، تواب وہاں سے آگے بڑھ جاؤ۔ چاہے آپ کو اس علاقے میں ہی چار مہینے لگا نے پڑ جائیں، چاہے ایک علاقے میں ہی چلا لگانا پڑ جائے۔ میرے نزدیک جماعت کا اپنی جگہ

سے آگے بڑھنا اس وقت تک مناسب نہیں ہے جب تک وہاں کام نظر نہ آنے لگے۔ اسی طرح کریں گے انشاء اللہ! کہ اس طرح ہمیں ہر جگہ سے نقد جماعتیں نکالنی ہے۔

یہاں یہ سارا جتنا مجمع اس وقت جمع ہے۔ یہ طے کر کے جائے، کہ ہم انشاء اللہ اس کام کو مقصد بنا کر کریں گے۔ اس طرح انشاء اللہ ہم کو دعوت دیتے ہوئے چلنا ہے، ہر جگہ سے نقد جماعتیں نکالنی ہیں۔ اور یہ جتنا مجمع ہے، یہ تو سارا یہ طے کر کے جائے کہ انشاء اللہ کسی حالت میں نماز نہیں چھوڑیں گے، دیکھو میرے دوستو، عزیزو! مسلمان سے یہ کہنا کہ نماز نہیں چھوڑو گے بڑی غیرت کی بات ہے، بڑی شرم کی بات ہے کہ مسلمان سے کہ کہنا کہ نماز نہ چھوڑنا۔ اس کا تو کوئی تصور ہی نہیں کر سکتا کہ مسلمان نماز چھوڑ دے۔ کہ مسلمان کفر کرے یہ تو ہو، ہی نہیں سکتا۔ مسلمان شرابی ہو سکتا ہے۔ مسلمان زنا کر کر لے، یہ ہو سکتا ہے، مسلمان جو اکھیل لے، یہ ہو سکتا ہے، مسلمان سود کھالے یہ بھی ہو سکتا، لیکن مسلمان نماز چھوڑ دے؟ اسکا تو کوئی تصور ہی نہیں کر سکتا، پچھلے زمانے میں مسلمان کی پیچان نام سے یا اس کی نسل سے نہیں ہوتی تھی، بلکہ مسلمان کی پیچان جو ہوتی تھی وہ نمازی ہے، یعنی مسلمان ہے۔

اس لئے میرے دوستو، بزرگو، عزیزو! یہ پورا مجمع طے کر لے کہ انشاء اللہ کسی حالت میں نماز نہیں چھوڑیں گے۔ اب دعا کا وقت ہے سارا مجمع اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے۔ کوئی عذر نہ ہو تو ایے بیٹھیں جیسے "التحیات" میں بیٹھتے ہیں سارا مجمع اس طرح بیٹھ جائے جس طرح "التحیات" میں بیٹھتے ہیں۔ اللہ کی طرف پوری طرح متوجہ ہو، کرساری امت کے لئے اور ساری انسانیت کے لئے اللہ سے مانگنا ہے۔



ایمان کی تقویت

کے

چار سباب

قدرت

﴿وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَابِ وَالْأَنْعَامُ مُخْتَلِفُ الْوَانَهُ كَذَلِكَ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں، جو اس کی قدرت کا علم رکھتے ہیں۔ [الفاطر: ۲۸]

﴿فَلَمَّا رَأَيْتُمُ إِنَّ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ إِلَّا عَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيَكُمْ بِاللَّيلِ تَسْكُنُونَ فِيهِ أَفَلَا تُبَصِّرُونَ وَمِنْ رَحْمَتِهِ جَعَلَ لَكُمُ الْأَيْلَ وَالنَّهَارَ تَسْكُنُونَا فِيهِ وَلَيَتَنْعَمُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کامے نبی! آپ ان سے پوچھئے، کہ ذرا یہ بتاؤ! کہ اگر اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ قیامت کے دن تک رات ہی رہنے دے، تو اللہ تعالیٰ کے سوا وہ کون سا معبود ہے، جو تمہارے لیے روشنی لے آئے؟ کیا تم لوگ سنتے نہیں ہو؟ آپ ان سے یہ بھی پوچھئے، کہ یہ بتاؤ اگر اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ قیامت کے دن تک دن ہی رہنے دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا وہ کون سا معبود ہے، جو تمہارے لیے رات لے آئے؟ تاکہ اس میں آرام کرو، کیا تم دیکھتے نہیں؟!! [قصص: ۶۲-۶۳]

قدرت چار چیزوں کے مجموعہ کو کہتے ہیں۔

- ۱:- جب چاہے۔
- ۲:- جہاں چاہے۔
- ۳:- جیسے چاہے۔
- ۴:- جو چاہے۔

جس کے اندر یہ چاروں صفات ہوں، وہ قدرت والا کہلانے کا حقدار ہے اور اسی کو قدرت والا کہا جائے گا۔ جب اس بات پر غور کیا جائے گا، تو پتہ یہ چلے گا کہ یہ چاروں صفات صرف اللہ تعالیٰ کی

ذات کے ساتھ ہی وابستہ ہیں۔ اس لیے ہمیں سب سے پہلے اسی بات کو سمجھنا ہے، کہ

۱:- قدرت والا کون ہے؟

۲:- کس کے اندر یہ چار وصفات ہیں؟

۳:- کون ہر چیز کے کرنے پر قادر ہے؟

۴:- کس نے ایسا کر کرے دکھلایا ہے اور کون ایسا کر سکتا ہے؟

تو پہتہ یہ چلے گا، کہ ہر چیز کے کرنے پر صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی قادر ہے۔ یہ بات نیچے لکھے جا رہے ہے چند واقعات سے سمجھ میں آتی ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے

بغیر ماں اور باب پ کے آدم کو بنادیا۔

بغیر ماں کی کوکھ کے حوا کو بنادیا۔

بغیر زمین کے سات زمینوں کو بنادیا۔

بغیر سورج کے سورج اور بغیر چاند کے چاند بنادیا۔

بغیر تاروں کے تارے بنادئے۔

اسی طرح اس زمین پر شروعات کے وقت یعنی پہلی بار بغیر انڈوں کے پرندوں کو بنادیا۔

بغیر جانور کے اس زمین پر جانور بنادیا۔ ہمیں اپنی پہچان کرانے کے لیے، اپنی معرفت

دینے کے لیے، اب جانوروں کے پیٹ میں جانوروں کو اور انڈے کے اندر پرندے بنانے کا

دکھاتے ہیں، پر ایمان نہ سیکھنے کی وجہ سے لوگوں کا یہ یقین بن گیا کہ چیزوں سے نکلنے والی چیزیں،

چیزوں سے بنتی ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے خود یہ بات صاف کر دی ہے کہ کسی مخلوق میں کسی چیز

کے بنانے کی قدرت نہیں ہے۔

﴿وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُوْنِ اللَّهِ لَا يَحْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُحْلَقُونَ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کہ انسان جن چیزوں کو اللہ کے سوا پکارتے ہیں، یہ سب مل کر بھی

کوئی چیز نہیں بناسکتے، بلکہ ان سب کو خود اللہ تعالیٰ ہی نے بنایا ہے۔ [خمل]

﴿فُلْ مَنْ بِيَدِهِ مَلْكُوتُكُلٌّ شَيْءٌ وَهُوَ يُحِبُّ وَلَا يُحَاجِرُ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ
فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ فَانِي تُسْخَرُونَ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے نبی! آپ ان سے پوچھئے کہ ایسا کون ہے، جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا تصرف و اختیار ہے اور وہ پناہ دینے والا ہے؟ اگر تم (لوگ) جانتے ہو، تو بتاؤ؟ تو (زبان سے) بھی کہیں گے، کہ اللہ ہے۔ تو آپ ان سے کہیے کہ پھر (اللہ کے غیر کے) کیوں دیوانے بنے پھر ہے ہو۔ [مومن ۸۸-۸۹]

اسی بات کو بتلانے اور سمجھانے کے لیے قرآن نے واقعات بیان کیے ہیں، کہ صالح کی قوم کے لیے پہاڑ سے اوثنی نکال دی۔

موئی کے ہاتھ کے انگوٹھے سے دودھ اور شہد نکال دیا۔

حضرت ﷺ اور عیسیٰ کے لیے پا ہوا کھانا معم برتن کے آسمان سے اتار دیا۔

کنواری مریمؑ کی کوکھ سے عیسیٰ کو پیدا کر دیا۔

بنی اسرائیل کے لیے چالیس سال تک آسمان سے حلوہ اور بیش اتار کر کھلا دیا۔

ام ایمینؑ کے لیے آسمان سے رسی میں بندھا پانی سے بھرا ہوا ڈول اتار دیا۔

حضرت خبیثؑ کے لیے بند کمرے میں آسمان سے انگور کا خوشہ اتار دیا۔

جس طرح مریمؑ کے لیے ان کے کمرے میں آسمان سے پھل اتارا کرتے تھے۔

میرے دوستو! یہ سارا کا سارا نظام اللہ رب العزت نے اپنی قدرت سے چلایا ہے اور اللہ کی یہ قدرت اللہ کی ذات میں ہے، کہ کائنات کی کسی بھی شکل میں چاہے وہ شکل

چیزوں کی ہو یا جریل کی،

زمین کی ہو یا آسمان کی،

ذرے کی ہو یا پہاڑ کی،

قطرے کی ہو یا سمندر کی،

یعنی عرش سے لے کر فرش (زمین) کے درمیان کی کسی شکل میں اللہ کی قدرت نہیں ہے، اللہ کی قدرت صرف اللہ کی ذات میں ہے۔ ہاں! یہ ساری شکلیں بنی تو ہیں، ان کی قدرت سے، لیکن کسی شکل میں کچھ بنانے اور کچھ کرنے کی قدرت نہیں ہے، قدرت تو اللہ کی ذات میں ہے۔ سورج میں روشنی بنانے کی قدرت نہیں ہے، ورنہ قیامت کے دن سورج بے نور کیوں ہو جائے گا؟

کھیت میں غلہ اور سبزی بنانے کی قدرت نہیں ہے، ورنہ زمینیں بخوبیوں پڑی رہتیں؟! درختوں میں پھل اور میوے بنانے کی قدرت نہیں ہے، ورنہ ہمیشہ پھل کیوں نہیں دیتے؟! بادلوں میں پانی بنانے کی قدرت نہیں ہے۔ ورنہ ہر بادل پانی برساتا؟ جانوروں اور عورتوں میں دودھ بنانے کی قدرت نہیں ہے، ورنہ ہر عورت اور ہر جانور سے ہمیشہ دودھ آتا؟!

شہد کی مکھی میں شہد بنانے کی قدرت نہیں ہے، ورنہ ہر چھتے سے ہمیشہ شہد نکلتا؟! پھاڑوں کے اندر سونا، چاندی بنانے کی قدرت نہیں ہے، ورنہ ہر پھاڑ سے سونا، چاندی نکلتا؟! زمینوں میں کونک، سیسے، تابا، پیتیل، لوبہ، پیڑوں، گیس اور پانی بنانے کی قدرت نہیں ہے، ورنہ ہر جگہ کی زمین سے یہ چیزیں نکلتیں؟! یہ جو کچھ بھی ان شکلوں کے اندر سے نکل کر ہمیں مل رہا ہے۔ جیسے جانور کی شکلوں سے دودھ، پیڑوں کی شکلوں سے غلہ اور سبزیاں، شہد کی مکھیوں کے چھتوں سے شہد، بادل کی شکل سے پانی اور سورج کی شکل سے روشنی وغیرہ،

یہ ساری چیزیں آسمانوں کے اوپر موجود، اللہ کے غیبی خزانوں سے، فرشتوں کے ذریعہ ان شکلوں میں بھی جا رہی ہیں، جو ہمیں آتے ہوئے تو نظر نہیں آتیں، پر نکلتے ہوئے نظر آ رہی ہیں۔ یہ بات نیچے لکھی ہوئی قرآن کی آیتوں اور حدیثوں سے سمجھی جاسکتی ہے۔

﴿وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ فَوَرَبُ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌ مِثْلُ مَا أَنْتُمْ تَتَطَقَّوْنَ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کہ تمہاری روزی اور جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے، وہ سارا آسمان میں ہے۔ تو آسمانوں اور زمین کے مالک کی قسم! یہ بات اسی طرح یقین کے قابل ہے، جس طرح تمہارا ایک دوسرے سے بات کرنا یقینی ہے۔ [ذریات: ۲۲-۲۳]

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا إِنْعَمَتِ اللَّهِ عَلَيْكُمْ هَذِهِنَّ خَالِقُكُمْ غَيْرُ اللَّهِ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَإِنَّى تُوْفَّكُوْنَ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لوگو! اللہ تعالیٰ کے ان احسانات کو یاد کرو، جو اللہ تعالیٰ نے تم پر کئے ہیں۔ ذرا سوچ تو سہی، کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور ہے؟! جس نے تمہیں بنایا ہوا اور جو تمہیں آسمان و زمین سے روزی ہیوں نچاتا ہو؟! کچی بات یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور ضرورتوں کو پورا کرنے والا ہے، ہی نہیں، پھر اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کس پر بھروسہ کر رہے ہو۔ (فاطر: ۳)

﴿وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نَنْزِلُ إِلَّا بِقَدْرٍ مَعْلُومٍ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہمارے پاس ہر چیز کے خزانے بھرے پڑے ہیں، لیکن ہم حکمت کے تحت ہر چیز کو طے شدہ مقدار سے (آسمانوں کے اوپر سے) اتارتے رہتے ہیں۔ [ججر: ۲۹]

﴿أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشَرِّبُونَ إِنَّمَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْمَاءِ أَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُونَ لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ أَجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اچھا پھر یہ تو تباہ! کہ جو پانی تم پیتے ہو، اس کو بادلوں سے تم نے برسایا، یا ہم اس کو برسانے والے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اس پانی کو کڑوا کر دیں، اس پر تم شکر کیوں نہیں کرتے؟!! [واقعہ: ۲۹-۷۰]

﴿وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْجَرَ جَنَابَهُ نَبَاتَ كُلَّ شَيْءٍ فَأَنْجَرَ جُنَاحَهُ مِنْهُ خَضْرًا﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہی اللہ تعالیٰ ہیں، جنہوں نے آسمان سے پانی اتارا۔ [انعام: ۱]

﴿وَالسَّمَاءُ ذَاتُ الْحُجُبِ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آسمان کی قسم! جس میں راستے ہیں۔ [ذریات: ۷]

حضرت زبیرؓ سے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: کامے زبیر! اللہ جل شانہ نے جب اپنے عرش پر جلوہ فرمایا، تو اپنے بندوں کی طرف (کرم کی) نظر ڈالی اور ارشاد فرمایا کہ میرے بندو! تم میری مخلوق ہو اور میں ہی تمہارا پروردگار (ضرورت کو پورا کرنے والا) ہوں۔ تمہاری روزیاں ہمارے قبضے میں ہیں۔ لہذا تم اپنے آپ کو ایسی مختوقوں میں نہ پھنساؤ، جس کا ذمہ میں نے لے رکھا ہے۔ تم لوگ اپنی روزیاں مجھ سے مانگو! کیوں کہ رزق کا دروازہ ساتوں آسمانوں کے اوپر سے کھلا ہوا ہے، جو خزانہ عرش سے ملا ہوا ہے، اس کا دروازہ نہ رات میں بند ہوتا ہے، نہ دن میں۔ اللہ جل شانہ اس دروازے سے ہر شخص پر روزی انتارتا رہتا ہے، لوگوں کے گمان کے بقدر، ان کی عطا کے بقدر، ان کے صدقے کے بقدر اور ان کے خرچ کے بقدر۔ جو شخص کم خرچ کرتا ہے، اس کے لیے کم انتارا جاتا ہے اور جو شخص زیادہ خرچ کرتا ہے، اس کے لیے زیادہ انتارا جاتا ہے۔

(در منثور)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: انسان تک اس کی روزی پہنچانے کے لیے فرشتے معین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم فرمار کھا ہے، کہ جس آدمی کو تم اس حالت میں پاؤ، جس نے (اسلام) کو ہی اپنا اوڑھنا پھونا بنا رکھا ہے، تو تم اس کو آسمانوں اور زمین سے رزق مہیا کر دو اور دیگر انسانوں کو بھی روزی پہنچا دو۔ یہ دیگر لوگ اپنے مقدار سے زیادہ روزی نہ پاسکیں گے۔

(ابوعوانہ)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی مخلوق میں فرشتوں سے زیادہ کوئی مخلوق نہیں ہے اور زمین پر کوئی بھی ایسی چیز نہیں اگتی جس کے ساتھ ایک موکل فرشتہ نہ ہوتا ہو۔

(ابو شعیب - حدیث: ۳۲۷)

حضرت حکم بن عتبیہؓ فرماتے ہیں، کہ بارش کے ساتھ اولاً آدم اور اولاً ابلیس سے زیادہ فرشتے اترتے ہیں، جو ہر قطرے کو شمار کرتے ہیں، کوہ پانی کا قطرہ کہاں گرے گا اور اس پھل

سے کے رزق دیا جائے گا۔

(ابو شخ - حدیث: ۳۹۳)

حضرت علیؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے پانی کے خزانے پر ایک فرشتہ مقرر کر رکھا ہے۔ اس فرشتے کے ہاتھ میں ایک پیانہ ہے، اس پیانے سے گزر کر ہی پانی کی ہر بوندز میں پر آتا ہے۔ لیکن حضرت نوحؐ کے طوفان والے دن ایسا نہ ہوا، بلکہ اللہ نے سیدھے پانی کو حکم دیا اور پانی کو سنبھالنے والے فرشتوں کو حکم نہ دیا، جس پر وہ فرشتے پانی کو روکتے رہ گئے، لیکن پانی نہ رکا۔

(کنز العمال: ۲۷۳)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ ہم لوگوں پر) بادل نے سایہ کیا، تو ہم نے اس سے (پارش کی) امید کی، جس پر حضور ﷺ نے فرمایا: جو فرشتہ بادلوں کو چلاتا ہے، وہ ابھی حاضر ہوا تھا، اس نے مجھے سلام کیا اور بتلایا، کہ وہ اس بادل کو وادیٰ یمن کی طرف لے جا رہا ہے، جہاں "زرعہ" نام کی جگہ پر اس کا پانی برسے گا۔

(ابوعوانہ)

حضور ﷺ نے فرمایا: کہ ہر آسمان پر ہر انسان کے لیے دو (۲) دروازے ہیں، ایک دروازے سے اس کے اعمال اور پرجاتی ہیں اور دوسرا دروازے سے اس کی روزی اترتی ہے۔

(کتاب الجنائز)

ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ انسانوں تک روزی پہنچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو تعین کر رکھا ہے۔

(ابن ابی شیبہ)

اس حدیث سے بات اور صاف ہو جاتی ہے، کہ ملک الموت جب کسی ایمان والے بندے کی روح نکالنے کے لیے پانچ سو (۵۰۰) فرشتوں کے ساتھ آتے ہیں، تو اس وقت ان کے ہاتھ میں ریحان کے پھولوں کا گلگدستہ ہوتا ہے۔ جس کی ہر ٹہنی میں بیس بیس رنگ کے پھول ہوتے ہیں

اور ہر پھول میں نئی خوبی ہوتی ہے۔ اسی کے ساتھ ایک سفید رنگ کا رو مال جس میں مشک بندھی ہوتی ہے، اسے مرنے والے کی ٹھوڑی کے نیچے رکھتے ہیں۔ پھر جنت کا وہ کپڑا جسے کفن میں استعمال کرتے ہیں، وہ بھی ساتھ ہوتا ہے۔ اتنی ساری چیزوں کو مرنے والے کے سوا پاس میں بیٹھا ہوا کوئی انسان بھی نہیں دیکھے پاتا۔ اب اگر یہی ساری چیزیں کائنات میں پھیلی ہوئی شکلوں سے نکل کر آتیں، تو ہر انسان کو یہ چیزیں نظر آ جاتیں، لیکن آسمانوں کے اوپر سے ان چیزوں کو لانے والے فرشتے انسان کو کبھی بھی نظر نہیں آتے۔ اسی طرح جب حضرت خلیلؑ کو فرشتوں نے غسل دیا، تو غسل سے پہلے فرشوں کا لایا ہوا پانی کسی کو نظر نہ آیا، پر جب خلیلؑ کے جسم پر وہ پانی غسل کے لیے ڈالا گیا تو خلیلؑ کے جسم کے بالوں سے پانی پسکنا صاحبؑ کو نظر آیا۔

اس لیے میرے محترم دوستو اور بزرگو! کسی شکل میں اپنے اندر کچھ بنانے کی قدرت نہیں ہے۔ کائنات میں پھیلی ہوئی شکلوں کے اندر مختلف مختلف چیزوں کو نکال کر، اللہ رب العزت ہم انسانوں کو اپنی پہچان کرانا چاہتے ہیں، کہ اللہ رب العزت نے کائنات کی ساری شکلوں کو صرف اپنی پہچان کرانے کے لیے بنایا ہے۔ کہ

جانوروں سے دودھ

کھیت سے غلہ اور سبزیاں

درختوں سے پھل اور میوے

شہد کی مکھی سے شہد

سورج سے روشنی اور

بادل سے یانی

یہ ساری کی ساری شکلوں سے نکلنے والی چیزیں، آسمانوں کے اوپر موجود اللہ کے خزانوں سے بھیجی جا رہی ہیں۔ جس طرح ٹیلی ویژن کے ڈبوں کے اندر سے، موبائل سے، انٹرنیٹ وغیرہ سے کبھی ہمیں خبریں، کبھی ہاکی یا کرکٹ کا میچ یا دیگر پروگرام نکلتے نظر آتے ہیں۔ یہ نظر آنے والے

پروگرام، ان چیزوں میں بننے نہیں ہیں، بلکہ یہ پروگرام، ان چیزوں کے مرکز (اسٹوڈیو) سے ان میں بھیجے جا رہے ہیں۔ پر کسی انسان کو یہ پروگرام ہوا میں آتے ہوئے دکھتے نہیں ہیں۔ دیکھو! آپ نے اپنے موبائل سے یا انٹرنیٹ سے کسی کو تیچ یا ای میل (E-mail) بھیجا، آپ نے جس کے پاس بھیجا ہے، اس کے موبائل یا انٹرنیٹ کو ڈھونڈ کر اس میں داخل ہو جاتا ہے۔ چاہے وہ آدمی آپ سے ایک ہزار (1000) کلو میٹر دورہ رہا ہو، پر سینڈوں میں وہاں پہنچ جاتا ہے اور جو تیچ یا ای میل آپ نے بھیجا ہے، اس کا ایک حرف بھی اس میں سے کم نہیں ہوتا۔ ذرا میٹھ کر غور کرو! کہ ہر وقت ہوا میں کتنے تیچ یا ای میل آتے جاتے رہتے ہیں۔ کتنی تصویریں تیچ یا ای میل سے لوگ بھیجتے رہتے ہیں پر جس کے پاس جو بھیجا جاتا ہے، وہی اسے ملتا ہے، کسی دوسرے کا تیچ یا کسی دوسرے کا ای میل بدلتا نہیں ہے۔ ٹھیک اسی طرح ہماری روزیوں کا بھی معاملہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ کوئی انسان چاہے قلعی اور چونے کے پہاڑوں میں بند ہو جائے، مگر دو چیزیں اس کے پاس پہنچ کر رہیں گی: (۱) اس کی روزی (۲) ملک الموت۔ یعنی اگر کوئی انسان اپنے آپ کو لو ہے کے صندوق میں بند کر کے اندر سے تالا لگائے، پھر بھی اس کی روزی اور اس کے جسم سے روح نکالنے والا فرشتہ اس صندوق کے اندر پہنچ جائے گا، جس طرح انڈے کے چھلکے کے اندر رنگ برلنگے پر، خون، گوشت اور روح پہنچ جاتی ہے۔

میرے دوستو! اللہ رب العزت اس ظاہری نظام سے، ہمیں اپنا غیبی نظام سمجھانا چاہ رہے ہیں، اپنی طاقت اور اپنی قدرت کو سمجھانا چاہ رہے ہیں، کہ ہر مخلوق کی روزی آسمانوں کے اوپر سے بھیجی جا رہی ہے، پر ہمارے امتحان کے لیے، وہ چیزیں ہمیں آسمانوں سے آتی ہوئی نظر نہیں آ رہی ہیں۔ اللہ رب العزت نے ظاہری نظام، اپنے بندوں کو امتحان کے لیے بنایا ہے اور غیبی نظام کو بندوں کے اطمینان کے لیے بنایا ہے۔ لیکن غیبی نظام سے فائدہ وہ اٹھا پائے گا، جس نے اپنے اندر غیب کا یقین پیدا کیا ہوگا۔ جو انسان اپنے اندر غیب کا یقین پیدا کر لیتا ہے، تو پھر فرشتوں کے ذریعہ سے چلایا جا رہا غیبی نظام اس کے تابع کر دیا جاتا ہے۔ اب یہ غیبی نظام کسی

کے تابع ہو جائے، تو سب سے پہلے احادیث کی روشنی میں اس نظام کو سمجھا جائے۔

حضرت ابوالاممہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مون کے ساتھ تین سو ساٹھ فرشتے ہوتے ہیں، جو مصیبت اس پر پڑنی نہیں لکھی ہوتی، اس کو اس سے دور کرتے رہتے ہیں۔

صرف آنکھ کے لیے سات فرشتے ہیں۔ یہ فرشتے بلاوں کو اس سے اس طرح ہٹاتے رہتے ہیں، جس طرح گرمی کے دنوں میں شہد کے پیالے سے لکھیوں کو ہٹایا جاتا ہے۔ اگر ان فرشتوں کو تمہارے سامنے ظاہر کر دیا جائے، تو تم ان کو میدان اور پہاڑ پر ہاتھوں کو کھولے ہوئے دیکھو گے۔

(طبرانی)

جب کہ عام انسان کے ساتھ صرف دس فرشتے ہوتے ہیں، پر عورتوں کے ساتھ گیارہ فرشتے ہوتے ہیں۔

حضرت عثمان غیؓ فرماتے ہیں، کہ میں ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا! کہ یا رسول اللہ! ہر انسان کے ساتھ کتنے فرشتے ہوتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ ایک فرشتہ میرے دائیں میں ہے جو تیری نیکیوں پر مامور ہے اور ایک فرشتہ بائیں میں تیرے گناہ لکھتا ہے، یہ دائیں والا فرشتہ، بائیں والے فرشتے کا سردار ہے۔

دو فرشتے تیرے سامنے اور پیچھے ہیں، یہ دونوں بلاوں اور مصیبتوں سے حفاظت کرتے ہیں۔ ایک فرشتے نے تیری پیشانی کو تھاما ہوا ہے، جو تواضع کرنے پر تیرے سر کو بلند کر دیتا ہے اور تکبر کرنے پر پست کر دیتا ہے۔

دو فرشتے تیرے ہونٹوں پر ہیں، جو درود وسلام کو پہنچاتے ہیں۔ ایک فرشتہ تیرے منھ پر ہے، جو سانپ اور دوسرے کیڑوں کو تیرے منھ میں گھنے نہیں دیتا اور دو فرشتے تیری آنکھوں پر ہیں۔

(ابن جریر)

دیکھو! نیچے لکھی جا رہی احادیث پر غور کرو! کہ کس طرح سے فرشتوں کے ذریعے سے چلایا جا رہا نبی نظام، مون کی حمایت میں آ جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، کہ آپؓ نے فرمایا: جو لوگ کثرت سے مسجدوں میں جمع رہتے ہیں، یہی لوگ مسجد کے کھونٹے ہیں۔ ان لوگوں کے ساتھ فرشتے بھی بیٹھے رہتے ہیں، اگر وہ لوگ مسجدوں میں کسی وجہ سے موجود نہیں ہوں، تو فرشتے ان لوگوں کو ڈھونڈتے ہیں۔ جب کبھی وہ بیمار ہو جاتے ہیں، تو فرشتے ان کے گھر جا کر ان کی بیمار پر سی کرتے ہیں اور جب وہ لوگ اپنی کسی ضرورت کے لیے گھر سے باہر آتے ہیں تو فرشتے ان کی مدد کرتے ہیں۔

(منhadhr)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، کہ آپؓ نے فرمایا: جمعہ کے دن فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر، مسجد میں آنے والے لوگوں کا نام لکھتے رہتے ہیں۔ لیکن جب خطبہ شروع ہوتا ہے، تب، فرشتے نام لکھنا بند کر کے خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

(بخاری)

حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ آپؓ نے فرمایا: جب کوئی مسلمان جنگل میں اقامت کہہ کر نماز پڑھتا ہے، تو دونوں فرشتے (کراما کا تبین) اس کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ اگر کوئی مسلمان جنگل میں اذان دے اور پھر اقامت کہہ کر نماز شروع کرے، تو اس کے پیچھے فرشتوں کی اتنی بڑی تعداد پڑھتی ہے، جن کے دونوں کنارے دیکھنے نہیں جاسکتے۔

(مصنف عبدالرازاق)

حضرت اوس انصاریؓ سے روایت ہے کہ آپؓ نے فرمایا: عیید کی صبح اللہ تعالیٰ فرشتوں کو دنیا کے تمام شہروں میں بھیجتے ہیں۔ وہ زمین پر اتر کر تمام گلیوں اور راستوں میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور آواز دے کر کہتے ہیں، جسے انسان اور جنات کے سوا ساری مخلوق سنتی ہے۔ کہ اے محمدؐ کی امت! اس کریم رب کی بارگاہ کی طرف چلو، جو زیادہ عطا کرنے والا ہے۔ پھر لوگ عییدگاہ کی طرف جانے لگتے ہیں۔

(طرانی)

حضرت شدّاد بن اوسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: جو مسلمان قرآن کی کوئی سورت بستر پر جا کر پڑھ لیتا ہے، تو اللہ پاک اس کی حفاظت کے لیے ایک فرشتہ مقرر

فرمادیتے ہیں۔ جو اس کے جانے تک اس کی حفاظت کرتا رہتا ہے۔

(ترمذی)

حضرت معلق بن یسارؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: سورہ بقرہ کی تلاوت کرنے پر اس کی ہر آیت کے ساتھ اسی (۸۰) فرشتے آسمان سے اترتے ہیں۔

(منhadhr)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان رات کو باوضوسوتا ہے، تو ایک فرشتے اس کے جسم کے ساتھ لگ کر رات گزارتا ہے۔ رات میں جینیند سے وہ بیدار ہوتا ہے، تو وہ فرشتے سے دعا دیتا ہے کہ اے اللہ اپنے اس بندے کی مغفرت فرمادے، کیوں کہ باوضوسو یا تھا۔

(ابن حبان)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: رحمت کے فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے، جس گھر میں کتا یا تصویر ہو۔

(ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: کہ رحمت کے فرشتے ان لوگوں کے پاس بھی نہیں رہتے، جن کے پاس کتا یا گھنٹہ ہو۔

(مسلم شریف)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: دشمن کے خلاف مقابلہ کرتے وقت فرشتے گھوڑوڑ اور تیر اندازی میں تمہارے ساتھ ہوتے ہیں۔

(طبرانی)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جو حاجی سواری سے حج کرنے جاتے ہیں، فرشتے ان سے مصافحہ کرتے ہیں اور جو لوگ پیدل حج کرنے جاتے ہیں، فرشتے ان سے گلے ملتے ہیں۔

(بیہقی)

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ فرشتے جمعہ کے دن پیڑیاں باندھ کر (جمعہ کی نماز میں) حاضر ہوتے ہیں اور پیڑی والوں کو سورج کے چھپنے تک سلام کرتے ہیں۔

(تاریخ ابن عساکر)

دیکھو میرے دوستو! ایک ہے، غیب کا علم ہونا اور ایک ہے غیب کا یقین ہونا، کہ غیب کا علم کتابوں کے ذریعہ سے یا کسی سے سن کر حاصل ہو جاتا ہے، پر غیب کا یقین، کہ اسے سیکھ کر اپنے دل میں پیدا کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے صحابہؓ کہتے تھے، کہ ہم نے پہلے ایمان سیکھا، پھر قرآن سیکھا، یعنی پہلے غیب کا یقین دل میں پیدا کیا۔

کہ حضرت ابو بکرؓ جب بیت الخلاء میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے تو اپنی چادر بچادریتے اور فرماتے، اے محافظ فرشتو! تم لوگ یہاں اس چادر پر تشریف رکھو، کیوں کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہے، کہ میں بیت الخلاء میں کوئی بات نہیں کروں گا۔

(مقدمہ ابواللیث)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا، گناہ کرنے کے بعد کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں، جو گناہ سے بھی بڑی ہوتی ہیں، کہ اگر گناہ کرتے ہوئے تمہیں اپنے دائیں، بائیں کے فرشتوں سے شرم نہ آئی، تو یہ اس کیے ہوئے گناہ سے بھی بڑا گناہ ہے۔

(کنز العمال - ۸ - ۲۲۲)

غیب کا یقین

(۱) ایک ایمان (آمَنَ باللَّهِ) باللہ۔ یعنی اس حقیقت کا پورا یقین، کہ سب کچھ اللہ کی ذات سے بنتا اور ہوتا ہے، اللہ کے سوا کسی سے کچھ نہیں بنتا اور ہوتا ہے، اس لیے بس اسی کو راضی کرنے کی فکر کرنی چاہیے اور اسی کے لیے مرتضیٰ چاہیے۔

(۲) دوسرے ایمان (وَالْيَوْمُ الْآخِرِ) بالیوم الآخر۔ یعنی اس حقیقت کا پورا یقین، کہ یہ زندگی اصل زندگی نہیں ہے، بلکہ اس زندگی کو پورا ہونے کے بعد ایک دوسری زندگی اور دوسرے عالم ہے۔ اور اصل زندگی وہی ہے، یہ چند روزہ زندگی بس اس کی تیاری کے لیے ہے اور انسانوں کی کامیابی اور ناکامی کا دار و مدار اسی ہمیشہ والی زندگی کی کامیابی اور ناکامی پر ہے۔

(۳) تیسرا ایمان (وَمَلِئَتِهِ) بالملئکہ۔ یعنی اس بات کا یقین، کہ یہ عالم جن ظاہری اسباب سے چلتا ہوا نظر آ رہا ہے، دراصل ان اسباب سے نہیں چل رہا ہے، بلکہ اللہ پاک

فرشتوں کے باطنی نظام کے ذریعے سے سارے ظاہری نظام کو چلا رہے ہیں۔ مثلاً ہمیں نظر آتا ہے، کہ بارش بادلوں سے اور ہواوں سے ہوتی ہے اور زمین کی چیزیں بارش کے پانی سے اگتی ہیں۔ فرشتوں پر ایمان کا مطلب یہ ہے، کہ ہم اس بات کا یقین کریں، کہ اللہ پاک یہ سارے کام دراصل فرشتوں سے کر رہے ہیں۔ گویا ان ظاہری اسباب کے پیچھے فرشتوں کا نظر نہ آنے والا نظام ہے اور اس کے پیچھے اللہ کی ذات اور اس کا حکم اور اس کی مشیت ہے۔

(۲) چو تھا ایمان (وَكُتُبٌ هُوَ رَسُولُهُ) بالکتاب والنبیین۔ یعنی اللہ کی نازل کی ہوئی کتابوں اور اس کے بھیجے ہوئے نبیوں کے بارے میں یقین، کہ حقیقی علم وہی ہے، جو اللہ کی کتابوں میں ہے اور جو نبیوں کے ذریعے انسانوں کو ملا ہے۔ اس کے سوا جو کچھ ہے، وہ غیر حقیقی اور ناقص ہے۔ مثلاً انسانوں کی فلاح اور کامیابی کا راستہ وہی ہے، جو اللہ کے نبیوں نے اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتابوں نے بتایا ہے۔ اگر دنیا بھر کے فلاسفہ، دانشمند، عقائدلوگ اور لیڈر، اس کے خلاف کہتے ہیں اور سوچتے ہیں تو غلط ہے اور ان کا بھمل ہے۔

حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے، کہ سارے احکامات بعد میں آئے، سب سے پہلا حکم، اللہ کی ذات پر یقین قائم کرنے کا آیا۔ کہ ”آمَنَ بِاللَّهِ“ اللہ کی ذات کا اپنے اپنے دلوں میں یقین قائم کرنا، یہ ایمان کی جڑ اور بنیاد ہے۔ کیوں کہ اللہ کی ذات تو غیب میں ہے۔ حضور اکرمؐ کے سوا اللہ کی ذات کو کسی مخلوق نے نہیں دیکھا، خود جبریلؐ امین نے بھی نہیں۔ اس لیے کہ جبریلؐ بتلاتے ہیں، کہ میرے اور اللہ کے درمیان نور کے ستر (۷۰) پر دوں کی آڑ ہے۔ اگر ان میں سے ایک پرده بھی ہٹادیا جائے، تو اللہ کے نور کی تجلی سے میں جل کر راکھ، ہو جاؤں۔ تو اللہ کی ذات کو لے کر کہیں شک میں نہ پڑ جائے اور اللہ کی ذات کا ہم انکار نہ کر بیٹھے، کہ پرہنہیں اللہ کی ذات کا وجود ہے بھی یا نہیں۔ اس لیے کہ اب قیامت تک کوئی نبی نہیں آنے والا۔ (ہاں، عیسیٰؐ کا دوسرے آسمان سے اتر کر آتا بھیتیت حضورؐ کے امتحان کے ہو گا) اور یہ ایک مستقل سوال، انسان کے پیچ رہتا، کہ اللہ کی ذات ہے، یا نہیں؟ بس اسی سوال کو ختم کرنے کے لیے ہی اللہ رب العزت

نے حضور ﷺ کو عرش پر بلا کر اپنا دیدار کرایا، کہ اللہ کی ذات حق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو خود یہ دعوت دی ہے، کہ وہ اللہ پر ایمان لا سکیں، تاکہ اللہ تعالیٰ انھیں اپنی حمایت اور حفاظت میں لے لیں۔

(یہشی: ۵-۲۳۲)

میرے دوستو! جو ذات ہمیشہ سے تھی اور ہمیشہ رہے گی، اس نے سب سے پہلا حکم، اپنے بندوں کے متعلق جو نازل فرمایا، وہ یہ کہ ”آمَنَ بِاللَّهِ“ اللہ کی ذات کا یقین، اپنے دل میں پیدا کرو، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے، کہ کس طرح سے اللہ کی ذات کا یقین پیدا ہو؟ تو اللہ کی ذات کا یقین تھپید اہوگا، جب ہم اپنی ذات میں غور و فکر کریں گے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: کہ کوئی شخص اس وقت تک اللہ تعالیٰ کو نہیں جان سکتا، جب تک کہ وہ اپنے آپ کو نہ پہچان لے، کہ

(۱) ہم پانچ سو (۵۰۰) سال پہلے کہاں تھے؟

(۲) اس دنیا میں ہم کہاں سے آئے؟

(۳) ہمارے جسم کو کس نے بنایا؟

(۴) کیسے بنایا؟

(۵) سو (۱۰۰) سال بعد ہم کہاں ہونگے، وغیرہ وغیرہ، اس کے لیے اب ہمیں قرآن اور حدیث کی روشنی میں اپنے آپ کو پہچاننا ہے، کہ ہمیں کس نے بنایا؟ کیوں بنایا؟ کہاں بنایا؟ اور کیسے بنایا؟۔

انسان کی پیدائش

﴿وَإِذَا حَدَّ رَبُّكَ مِنْ أَبْنَى آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ دُرِّيَّتْهُمْ وَأَشَهَدَهُمْ عَلَى أَنفُسِهِمْ إِلَّا سُلْطُ بِرِّيَّكُمْ قَالُوا بَلِّي شَهِدْنَا أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِينَ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب آپ کے رب نے آدم کی پیٹھ سے ان کی اولاد کو پیدا کیا، پھر

ان سے سوال کیا، کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا بیشک! پھر ہم نے گواہ بنایا (فرشتوں کو) ہم نے یہ اقرار (انسانوں سے) اس لیے کرایا، کہ قیامت کے دن یہ نہ کہنے لگیں، کہ ہمیں پتہ نہیں تھا۔ (کہ آپ ہمارے رب ہیں) [اعراف: ۱۷۲]

حضرت اُبی بن کعبؓ اس آیت کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ نے جب آدمؑ کی پیٹھ سے انسانوں کی روح کو نکالا اور انھیں ایک جگہ جمع کیا، پھر

انھیں جوڑا جوڑا بنایا،

اس کی شکلیں بنائی،

انھیں بولنے کی طاقت دی،

پھر سب سے سوال کیا، کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟

سب نے جواب دیا، بیشک! آپ ہی ہمارے رب ہیں۔

پھر اس اقرار پر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو گواہ بنایا، تاکہ قیامت کے دن اس میں سے کوئی یہ نہ کہے، کہ ہمیں پتہ نہیں تھا۔

یقین مانو ”میرے سوا کوئی معبد اور رب نہیں ہے“، اس لیے میری ربویت میں کسی چیز کو شریک نہ کرنا۔ میں تمہارے پاس نبی اور رسول بھیجا رہوں گا، جو تمہیں یہ عہد اور پیمان یاد دلا کیں گے اور تم پر اپنی کتابیں اتاروں گا۔

تو سب نے جواب دیا کہ ہم اقرار کر چکے ہیں، کہ آپ ہی ہمارے رب ہیں، آپ کے سوا ہمارا کوئی رب نہیں ہے۔

(منداحمد)

﴿هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنْسَانِ حِينَ مِنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَذْكُورًا، إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجَ نَبْتَلِيهُ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بیشک انسان پر زمانے میں ایسا وقت آچکا ہے، کہ وہ بھی قابل ذکر نہ تھا، کہ اس سے پہلے منی تھا اور اس سے پہلے وہ بھی نہ تھا۔ ہم نے اس کو مخلوط نظر سے پیدا کیا،

تاکہ ہم اس کا امتحان لیں، پھر ہم نے اسے سنتا، دیکھا بنا یا۔ [الدھر: ۲-۱]

میرے دوستو! اللہ تعالیٰ جب کسی انسان کو امتحان کے لیے عالم ارواح سے اس دنیا میں منتقل کرنا چاہتے ہیں، تو منتقل کرنے سے چار مہینے پہلے، ایک مخصوص طریقے پر اس کی ماں کے پیٹ میں اس کا جسم بنانا شروع کرتے ہیں۔

﴿مِنْ أَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ مِنْ نُطْفَةٍ خَلَقَهُ فَقَدْرَةٌ لِلَّهِ سَيِّلَ يَسِّرَةٌ لِمَ أَمَّاَتَهُ فَأَقْبَرَهُ﴾

ہم نے انسان کے جسم کو کس چیز سے بنایا؟ منی کی ایک بوند سے ایک خاص انداز میں۔ پھر اس کے لیے راستہ آسان کر دیا۔ پھر اسے موت دے کر بزرخ میں پہنچا دیا۔ [عبس: ۲۱-۱۸]

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ﴾

ہم نے انسان کو بہترین انداز میں ظاہر کیا ہے۔ [التین: ۳]

﴿مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارِةً أُخْرَى﴾

اسی منی سے جسم بناتے ہیں، ہم نے تمہیں (دنیا) میں ظاہر کیا اور پھر اسی میں لوٹا یہیں گے اور اسی سے دوسری بار ظاہر کریں گے۔ [طہ: ۵۵]

اللہ تعالیٰ جس منی سے اس کا جسم بناتے ہیں، اس منی کے ذریات زمین سے لے کر آسمان تک پہلی ہوئے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے ان ذریات کو اکٹھا کر کے ماں باپ کی غذا کے ساتھ ان کے پیٹ میں پہنچاتے ہیں۔ ماں باپ کے جسم میں پہنچ چکے، ان ذریات کو پھر خون میں پہنچاتے ہیں، خون سے منی میں منتقل کرتے ہیں، پھر منی کے اس بوند کو ماں کے پیٹ میں موجود بچہ دانی میں پہنچاتے ہیں۔

﴿فَلَيَنْظُرُ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ هُوَ خُلُقُ مِنْ مَاءٍ دَافِقٍ هُوَ يَخْرُجُ مِنْ مَيْنَنِ الْصُّلْبِ وَالثَّرَابِ﴾

انسان کو دیکھنا (سوچنا) چاہیے کہ اس کا جسم کس چیز سے بناتا ہے؟ اس کا جسم اچھلتے ہوئے پانی سے بناتا ہے، جو پیٹھ اور سینے کے بیچ سے لکھتا ہے۔ [طارق: ۵-۷]

﴿أَفَرَأَيْتُمْ مَا تُمْنُوُنَ ءَأَنْتُمْ تَخْلُقُونَهُ أَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اچھا یہ تو بتاؤ! کہ جو منی، تم عورتوں کے رحم میں پھونچاتے ہو، کیا

اس منی سے تم انسان کا جسم بناتے ہو، یا ہم اس جسم کو بنانے والے ہیں؟! [واقعہ: ۵۸-۵۹] حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نطفہ (منی کی بوند) چالیس (۴۰) دن تک رحم میں اپنی حالت پر رہتا ہے، جب چالیس دن پورے ہو جاتے ہیں، تو وہ جما ہوا خون بن جاتا ہے، پھر اسی طرح چالیس دن کے بعد گوشت کی بونی میں تبدیل ہو جاتا ہے، پھر اس میں ہڈیاں پیدا ہوتی ہیں، پھر اللہ تعالیٰ جسم کے سارے اعضاء بنادیتے ہیں۔

(منداحمد)

﴿إِنَّمَا نَجْعَلُ لَهُ عَيْنَيْنِ وَلِسَانًا وَشَفَتَيْنِ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بھلا ہم نے اس کو دو آنکھیں نہیں دی؟! اور زبان اور دو ہونٹ نہیں

دے؟! [بلد: ۸-۹]

﴿إِنَّ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلِيهَا حَافِظٌ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کہ کوئی انسانی جسم ایسا نہیں ہے، جس پر ہم نے نگرانی کرنے والا

(فرشتہ) مقرر نہ کر رکھا ہو۔ [طارق: ۳]

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے عورت کی بچ دانی پر ایک

فرشیہ مقرر کر رکھا ہے، جو بچے کے جسم کے بننے کی مختلف شکلیں اللہ تعالیٰ سے بتاتا رہتا ہے۔ کہ

اے اللہ! اب یہ نطفہ ہے۔

اے اللہ! اب یہ جما ہوا خون ہے۔

اے اللہ! اب یہ گوشت کا لوٹھڑا ہے۔

پھر جب اللہ تعالیٰ اس بچے کو پیدا کرنا چاہتے ہیں، تو فرشتہ پوچھتا ہے، کہ اے اللہ! اس

کے بارے میں کیا لکھوں؟

لڑکا یا لڑکی؟

بد بخت یا نیک بخت؟

روزی کتنی؟ اور

عمر کتنی۔ یعنی یہ روح اس طرح جسم میں کتنے دن رہے گی۔

(بخاری: ۶۵۹۵)

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عورت کی بچہ دانی پر مقرر فرشتے کا یہ کام ہوتا ہے، کہ جب بچے کی ماں سوتی ہے، یا لیٹتی ہے، تو یہ فرشتہ اس بچے کا سر اور پا اٹھادیتا ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے، تو بچہ خون میں غرق ہو جائے۔

(ابو اشخ)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جب لڑکی پیدا ہوتی ہے، تو اللہ تعالیٰ اس لڑکی کے پاس ایک فرشتہ بھیجتا ہے، جو اس پر بہت زیادہ برکت اتنا رتا ہے اور کہتا ہے، تو کمزور ہے، کیوں کہ کمزور سے پیدا ہوئی ہے، اس لڑکی کی کفالت کرنے والے کی قیامت تک مدد کی جاتی ہے اور جب لڑکا پیدا ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس بھی ایک فرشتہ بھیجتے ہیں، جو اس کی آنکھ کے نیچے بوسے لیتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے سلام کرتے ہیں۔

(طرانی)

میرے دوستو! نطفہ جب بچے دانی کے اندر پہنچوئے جاتا ہے، تو بچے دانی کا منہ بند ہو جاتا ہے، جس طرح غبارے کے اندر کسی چیز کو ڈال کر پھر اس میں ہوا بھر کر، غبارے کا منہ بند کر دیا جاتا ہے، پر بچے دانی میں صرف نطفہ ڈالا جاتا ہے، ہوا نہیں بھری جاتی۔ جیسے جیسے بچے کا جسم بن کر بڑھتا جاتا ہے، بچے دانی بغیر ہوا کے، غبارے کی طرح پھولتی جاتی ہے، جس کی وجہ سے ماں کا پیٹ پھول کر بڑا ہوتا ہے۔ چالیس (۳۰) دن کے بعد سفید رنگ کا نطفہ سرخ رنگ کا جما ہوا خون بن جاتا ہے۔

جس طرح فرعون کے پیتے ہوئے پانی کو خون میں بدل دیا تھا۔

پھر چالیس (۳۰) دن کے بعد اس جنمے ہوئے خون کو اللہ تعالیٰ گوشت کے لوہڑے میں بدل دیتے ہیں۔ جس طرح فرعون کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے روٹی کے نکڑے کو مینڈھک میں بدل دیا تھا۔ یا جس طرح ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کے بیہاں پیالے میں رکھے ہوئے گوشت کو پھر

میں بدل دیا تھا۔

اور موسیٰ کا مشہور واقعہ جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمایا ہے کہ موسیٰ کی لائھی کو سانپ بنا دیا اور سانپ کو پھر لائھی بنا دیا۔ کہ نظر تو وہ لائھی آرہی تھی، پر نہ وہ لائھی تھی اور نہ ہی سانپ۔ کہ اصل کے اعتبار سے نہ وہ لائھی تھی اور نہ سانپ۔ اس لیے کہ نہ لائھی سانپ بن سکتی ہے اور نہ سانپ لائھی بن سکتا ہے، پر ایسا ہوا۔ تو اس سے پتہ چلتا ہے، کہ چاہے لائھی ہو یا سانپ یا کوئی بھی نظر آنے یا نظر نہ آنے والی مخلوق۔ وہ مخلوق چاہے،

چیونٹی کی ہو یا جبریل کی،

زمین کی ہو یا آسمان کی،

ذرے کی ہو یا پھاڑکی،

قطرے کی ہو یا سمند کی،

یعنی عرش سے لے کر فرش (زمین) کے درمیان کی کوئی بھی مخلوق ہو، ان سب کی حیثیت ایک کٹھپتی سے زیادہ نہیں ہے۔ ان سب کے اندر اللہ کا جو امر کام کر رہا ہے، وہ اصل چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ ان شکلوں سے جب چاہیں گے، جہاں چاہیں گے، جیسے چاہیں گے اور جو چاہیں گے وہ ہو گا۔

جیسے ماں کے پیٹ میں نطفے کو جما ہوا خون، جسے ہوئے خون کو گوشت کا لوہڑا اور اس گوشت کے لوہڑے پر جسم کے اعضاء کا بنا کا کہ آدھا انچ کے گوشت کے لوہڑے کے اندر بڑیوں کا دھانچہ بنایا کر دیں، گردہ، تی، پھیپھڑا اور غیرہ بنایا کرنسوں کا جال، بچھادیتے ہیں۔ پھر گوشت کے لوہڑے کے اور پر آنکھ، ناک، کان، منہ، ہاتھ، پیر وغیرہ اپنی قدرت سے بناتے ہیں۔ انسانوں کے جسم بنانے کی یہ ترتیب، اللہ تعالیٰ نے مقرر کی ہے۔ ہاں تین انسان اس ترتیب سے باہر ہیں۔

(۱) آدم ﷺ

(۲) حوٰلٰیٰ سلام

(۳) عیسیٰ ﷺ

جسم سے خون کا آنا جانا

ہم سب اپنے اپنے بارے میں بھی جان لیں، کہ ہم سب کا جسم بھی اللہ تعالیٰ نے اسی ترتیب سے بنایا ہے، جس جسم کو ہم اپنی ملکیت سمجھ کر اپنی مرضی پر استعمال کر رہے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یہ جسم اپنی مرضی پر استعمال ہونے کے لیے دیا تھا۔ توجب اس انداز میں اللہ تعالیٰ انسان کا جسم بنادیتے ہیں، تو جسم کو سب سے پہلے خون کی ضرورت پڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے غیبی خزانے سے اس جسم میں براہ راست خون بھیجتے ہیں، پرانانوں کو آسمانوں کے اوپر سے خون کا آنا، نظر نہیں آتا۔ جس طرح بخار کا انسان کے جسم سے خون کا لے جانا نظر نہیں آتا۔ کہ حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن بخار نے حضور ﷺ کے گھر کے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ حضور ﷺ نے اس سے پوچھا، تم کون ہو؟

اس نے کہا کہ میں بخار ہوں، میں گوشت کو کاشتا ہوں اور خون چوستا ہوں۔

حضور ﷺ نے اس سے فرمایا: تم "قبا" والوں کے پاس چلے جاؤ! چنانچہ بخار، قبا والوں کے پاس چلا گیا اور ان سب کا اتنا خون چوسا اور گوشت کاٹا کہ ان کے چہرے پیلے ہو گئے۔ تو انہوں نے آکر حضور ﷺ سے بخار کی شکایت کی۔

حضور ﷺ نے ان لوگوں سے فرمایا: کہ تم لوگ کیا چاہتے ہو؟ اگر تم چاہو، تو میں اللہ سے دعا کر دوں، تو اللہ تعالیٰ بخار کو واپس نہ لیں اور اگر تم لوگ چاہو، تو بخار کو رہنے دو، جس سے تم لوگوں کے سارے گناہ معاف ہو جائیں۔

قبا والوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ بخار کو رہنے دیں۔

(بدایہ و انہایہ: ۶۰-۶۱)

اس روایت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جس طرح بخار کا انسان کے جسم سے خون کا لے جانا نظر نہیں آتا، اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے غیبی خزانے سے جب جسم میں خون بھیجتے ہیں، تو اس خون کا آنا بھی کسی کو نظر نہیں آتا۔ اس زمانے میں یہ بات موبائل اور کمپیوٹر وغیرہ سے سمجھی جا سکتی ہے، کہ

آپ کے موبائل پر مسیح کا آنا یا ریچارج کرنے پر پیسے کا آنا کسی کو نظر نہیں آتا۔ اسی طرح کمپیوٹر پر کسی کتاب یا کسی اور چیز کا ڈاؤن لوڈ کرنا کسی کو نظر نہیں آتا۔ اس بات کو خود اللہ تعالیٰ نے پرندوں کے اندر سے انڈوں کو نکال کر سمجھایا ہے کہ

﴿وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾
تو ہی بے جان سے جاندار پیدا کرے اور تو ہی جاندار سے بے جان پیدا کرے، تو ہی جسے چاہے بے شمار روزی دے۔ [آل عمران: ۲۷]

امام احمد بن حنبل فرماتے تھے، کہ ہم نے تو اپنے رب کو مرغی کے انڈے سے پہچانا ہے، کہ رب، اللہ ہیں۔

میرے دوستو! ہمیں یہ دھوکہ لگا ہے، کہ ہم پیسے سے پلتے ہیں۔

دکان سے پلتے ہیں۔

محنت سے پلتے ہیں۔

کھیتی سے پلتے ہیں۔

نوکری سے پلتے ہیں۔

اس سے بڑی دنیا میں کوئی جھوٹ نہیں کہ ہم چیزوں سے پلتے ہیں یا اپنی محنت سے پلتے ہیں۔

حضرت مولانا یوسف صاحب فرماتے تھے کہ جو انسان، ان میں کی کسی بھی چیز سے پلنے کا یقین لے کر ملے گا، تو خدا کی قسم! وہ قبر کے کسی بھی سوال کا جواب نہیں دے پائے گا۔

(حضرت جی کی یادگار تقریریں)

اس لیے حضرت سفیان ثوریؓ اور عبد اللہ بن مبارکؓ ہمیشہ یہ بات اعلانیہ کہا کرتے تھے، کہ اگر زمین تا بنے کی ہو جائے اور آسمان لو ہے کا ہو جائے، دنیا میں کوئی سامان اور انسان بھی نہ ہو، تب بھی مجھے یہ خیال نہ آئے گا، کہ میرے کھانے پینے کا کیا ہو گا۔

حضرت حسن بصریؓ فرماتے تھے: کہ اگر زمین تا بنے کی ہو جائے اور آسمان لو ہے کا

ہو جائے، دنیا میں کوئی سامان اور انسان بھی نہ ہو، پھر اگر کسی انسان کے دل میں یہ خیال آجائے، کہ میرے کھانے پینے کا کیا ہو گا؟

تو یہ خالی..... اس کے اندر کے شرک کی وجہ سے آیا ہے، اس کے اندر ایمان نہیں ہے۔

میرے دوستو! حضرت عمرؓ نے فرمایا: کہ ایمان صرف ایمانی صورت بنا لینے سے نہیں ملتا۔

(كنز العمال: ٨٠-٢١)

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: کوئی بندہ اس وقت تک ایمان کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا، جب تک وہ ایمان کی چوٹی تک نہ پہنچ جائے اور ایمان کی چوٹی پر اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا، جب تک اس کے نزدیک فقیری، مالداری سے اور چھوٹا بننا، بڑا بننے سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے اور اس کی تعریف کرنے والا اور اس کی برائی کرنے والا برابر نہ ہو جائے۔

(حلیہ: ۱۳۲: ۱)

حضرت عمرؓ نے فرمایا: اے لوگو! اپنے باطن کی اصلاح کرو، تمہارا ظاہر خود ٹھیک ہو جائے گا۔ تم اپنی آخرت کے لیے عمل کرو، تمہارے دنیا کے کام اللہ تعالیٰ کی طرف سے خود بخود ہو جائیں گے۔

(البداية والنهاية: ٧-٥٦)

بغیر کامے کسے پلیں گے؟

ایک ساتھی نے ایک ساتھی کی چار مہینے کی تشكیل کی، کہ ایمان کو سیکھنے کے لیے، آپ بھی اللہ کے راستے میں چلو! تو اس نے کہا، کہ مجھے بھی اس کا یقین ہے کہ اللہ پالتے ہیں، پر اگر میں چار مہینے کے لیے جماعت میں چلا گیا، تو میرے بوڑھے ماں باپ اور میرے بیوی بچوں کا کیا ہو گا؟ اکیلا میں، ہی کمانے والا ہوں، میں اگر کمانے کے نہیں لاوے گا، تو خود کیا کھاؤ گا اور اپنے بیوی بچوں اور ماں کو کہ اکھاوے گا؟ میں مشکل نہیں لئے، لئے اللہ ہے، میرے بخوبی کہا، یہ ہم لوگ کس پل پر گئے؟!

اس ساتھی نے کہا کہ بھائی! یہی چیز تو سیکھنے کے لیے نکالنا ہے کہ آپ دکان سے نہیں پل ر سے ہو، بلکہ آپ کو اور آپ کے گھروں والوں کو اللہ تعالیٰ برآہ راست اپنی قدرت سے پال رہے ہیں۔

ہیں۔ ہاں چونکہ انسان کو دنیا میں امتحان کے لیے بھیجا گیا ہے، اس لیے اسے چیزوں سے پنا نظر آ رہا ہے، پر ساری مخلوق کو اللہ تعالیٰ براہ راست اپنی قدرت سے ہی پال رہے ہیں۔ لیکن وہ اس بات کو ماننے پر راضی نہ ہوا، کہ اللہ اپنی قدرت سے پال رہے ہیں اور اس کے اعتبار سے اس کی بات بھی ٹھیک ہے۔ کیوں کہ بیس (۲۰) سال سے وہ کما کے ہی پل رہا ہے۔ یہی حال سب کا ہے، کہ بیشک پالنے والے تو اللہ ہی ہیں، پر بغیر کمائے ہم لوگ کیسے پلیں گے؟ چونکہ کمار ہے ہیں، تب ہی پل رہے ہیں۔ تو اس ساتھی کی تشکیل کرنے والے نے کہا، کہ جو تم کہہ رہے ہو، یہ تمہارا غلط یقین ہے اور یہ بالکل جھوٹی بات ہے، کہ کوئی کسی سبب سے پلتا ہے، بلکہ ہر ایک کو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے پال رہے ہیں۔ اب رہی بات کہ کیسے پال رہے ہیں؟ تو میری بات سنو، میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تم دکان سے نہیں پل رہے ہو، بلکہ اللہ پال رہے ہیں۔

دیکھو! مثال کے طور پر جب تم کبھی دکان جارہے ہو گے، تو راستے میں تمہارا ایک کار سے ایک سیڈنٹ ہو جائے، لوگ تمہیں وہاں سے اٹھا کر قریب کے ایک نر سنگ ہوم لے جائیں گے، پر وہاں کے ڈاکٹر تمہاری حالت کو دیکھ کر تمہیں میڈیکل کالج بھیج دیں گے، میڈیکل کالج پہوچنے پر وہاں کے ڈاکٹر تمہاری حالت دیکھ کر تمہارے گھر والوں سے کہیں گے، کہ ان کے ہاتھ پر نیلے پڑ گئے ہیں اور ان کے سارے جسم میں زہر پھیل رہا ہے۔ لہذا ان کے دونوں ہاتھ اور دونوں پیر آپریشن کر کے کامیاب ہو جائیں گے، تبھی ان کی جان بچا پائیں گے۔ تواب بتاؤ تمہارے گھر والے ڈاکٹر سے کیا جواب دیں گے؟

کیا یہ جواب دیں گے، کہ ان کے ہاتھ، پیر نہ کامیئے۔ ہم لوگ ان کو اسی حال میں گھر واپس لے جارہے ہیں؟!!

تو اس نے جواب دیا، کہ نہیں، بلکہ میرے گھر والے کہیں گے، کہ ڈاکٹر صاحب! ان کا آپریشن کر دیجئے۔

تشکیل کرنے والے نے کہا، پھر آپریشن ہو جانے کے بعد جب آپریشن ٹھیکر سے تمہیں

باہر لایا گیا، تو تمہارا پانچ فٹ کا جسم اب ڈھائی فٹ بچا۔ پھر تین مہینے تک تمہیں اسپتال میں ہی رہنا پڑا، جب تمہارے زخم وغیرہ سوکھ گئے تو تمہارے گھروالے تمہیں اسپتال سے گھروالیں لے آئے، تو گھر آنے پر نہاب تم دکان کے قابل رہے اور نہ دکان تمہارے قابل رہی۔ چونکہ تم دکان سے پل رہے تھے، اور اپنی محنت سے پل رہے تھے، تو دو چار دن کے بعد ہی تمہاری موت ہو جائے گی، کیوں کہ اب دکان پر کمانے تو جانبیں پاؤ گے اور تمہاری موت کے دو چار دن کے بعد تمہارے گھروالے بھی مر جائیں گے، کیوں کہ ان سب کو تم پالتے تھے!!!
یہ کروہ بولا، نہیں میں مر دیں گانبیں۔

تشکیل کرنے والے نے پوچھا، کیوں نہیں مر گے؟ کیوں کہ تم تو دکان سے پلتے تھے؟
اس نے کہا، کہ اللہ کوئی اور راستہ کھول دیں گے۔

تشکیل کرنے والے نے کہا، کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم دکان سے نہیں بل رہے تھے؟ پر تم تو یہ کہہ رہے تھے، کہ پالنے والے تو اللہ ہیں، پر اگر میں دکان نہیں جاؤں گا تو کیسے پلوں گا؟ اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمہارے اندر دکان سے پلنے کا جو یقین تھا، وہ غلط تھا؟ اچھا اب بتاؤ، کہ اللہ تعالیٰ تمہیں کیسے پالیں گے؟

اس نے تشکیل کرنے والے کے اس سوال کا جب کوئی جواب نہ دیا۔ تو تشکیل کرنے والے نے اس سے کہا، کہ میں بتاؤں تم کیسے پلو گے؟!
اس نے کہا کہ ہاں بتاؤ۔

تشکیل کرنے والے نے کہا، کہ اب تمہارے سر دھی سے تمہیں ہر مہینے پانچ ہزار (5000) روپیہ بھیجن گے، کہ اب تم تو اپانچ ہو گئے۔ تو اپنی بیٹی اور نواسے کی محبت میں وہ پیسے دکان سے پلنے کا یقین نکلے گا۔ پر اب تم یہ کہو گے، کہ پالنے والے تو اللہ ہیں، مگر سر کے بغیر کیسے پلیں گے؟ جب کہ بیس (20) سال سے تم اپنے اندر دکان سے پلنے کے یقین کے ساتھ زندگی

گزار رہے تھے، اگر اسی حال پر تمہاری موت آ جاتی تو اللہ کی ربویت میں تم دکان کو شریک کر کے مرتے، کہ جس طرح پہلے تم دکان سے نہیں پل رہے تھے جو بات آج خود تمہارے سامنے ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی تھی ہے، کہ تم سر سے نہیں پلو گے، بلکہ اللہ پالیں گے۔ چونکہ انسان کا، ہر پل اس دنیا میں امتحان لیا جا رہا ہے۔ اس لیے دنیا میں انسان کو چیزوں سے، سامان سے، مال سے اور لوگوں سے اپنا پلانا نظر آئے گا۔ پر خدا کی قسم! پچھی بات یہ ہے، کہ ہر ایک کو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے پال رہے ہیں۔ اب سر کے پیسے سے پلو گے، تو دکان سے پلنے کا یقین نکل کر سر سے پلنے کا یقین پیدا ہو گا۔

تشکیل کرنے والے نے اس سے پھر پوچھا! کہ اچھا ب یہ بتاؤ اگر تمہارے سر کا دیئی میں انتقال ہو جائے اور وہاں سے پیسے آنابند ہو جائے، پھر تم لوگ کیسے پلو گے؟ اس بار اس نے جواب دیا، کہ اللہ تعالیٰ کسی اور راستے سے پالیں گے۔

تشکیل کرنے والے نے پھر اس سے سوال کیا کہ اچھا یہ بتاؤ اگر زمین تابنے کی ہو جائے آسمان لو ہے کا ہو جائے، دنیا میں کوئی سامان اور انسان بھی نہ ہوں، زمین پر صرف تم تمہارے بیوی بچے اور تمہارے ماں باپ یعنی کل پانچ (۵) لوگ رہ جاؤ تم سب کی موت ہو جائے گی؟!؟! اس لیے کہ

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: انسان کے دل میں ایک خیال فرشتہ ڈالتا ہے اور ایک خیال شیطان ڈالتا ہے۔ شیطان کی طرف سے آنے والا خیال یہ ہوتا ہے، کہ وہ اللہ کے غیر سے ہونے کو اور اللہ کے کرنے سے جو سب کچھ ہو رہا ہے، اس کے جھٹلانے پر ابھارتا ہے۔ فرشتہ کی طرف سے آنے والا خیال یہ ہے، کہ وہ اللہ کا کہنا مان لینے اور اللہ ہی کریں گے کی تقدیق پر ابھارتا ہے۔ لہذا جو شخص اپنے اندر فرشتے کا خیال پائے، تو اسے اللہ کا شکر کرتے ہوئے اس خیال پر جمنا چاہیے اور اگر اپنے اندر شیطان کا لایا ہوا خیال پائے، تو اس کو شیطان سے اللہ کی پناہ مانگنا چاہیے۔

(ترمذی)

مرغی کے انڈے سے رب کی پہچان

اس لیے اس وقت جب شیطان تمہارے دل میں یہ خیال ڈالے، تو مرغی کے انڈے کو سوچ کر اپنے آپ کو سمجھانا، کہ اللہ تعالیٰ کس طرح سے اس چھلکے کے اندر بچے کو بناتے اور اس کی پروش کرتے ہیں، کہ مرغی کا انڈا اچارو طرف سے بند ہوتا ہے اور چھلکے کے نیچے ایک واٹر پروف جھلی ہوتی ہے جو چھلکا پھوڑنے پر ہمیں نظر آتی ہے۔ مرغی کا انڈا جسے پانی میں ابال کر، یا پھر اسے پھوڑ کر، پھیٹ کر جس کا آمیٹ بنانا کر کھایا جاتا ہے۔ کام سے ابال کر، یا آمیٹ بنانا کر کھانے میں، نہ تو مرغی کے رنگ برلنگے پر ہمیں نظر آتے ہیں اور نہ ہی آنکھ، پیر، خون وغیرہ ہی نظر آتے ہیں۔ لیکن اللہ رب العزت اپنی قدرت سے اس چھلکے کے اندر مرغی کی شکل بناتے ہیں اور شکل بنانا کر پھر اس کے اندر وہاں روح اور رزق پہنچاتے ہیں۔ تو جب یہ مرغی کا بچہ اللہ سے ملی طاقت کا استعمال کر کے چھلکے کو پھوڑ کر باہر آتا ہے، اگر اسی وقت اس بچے کو چاقو سے ذبح کر کے دیکھا جائے تو اس کے جسم سے خون پنکتا ہو اور نظر آئے گا۔

یہ بات یہاں پر اس وجہ سے لکھ رہا ہوں کیوں کہ آج ساری دنیا کے اندر اس بات کو بولا جا رہا ہے کہ پھل اور میووں سے، غلوں اور سبزیوں کے کھانے اور پینے سے، جسم کے اندر خون بنانا اور بڑھتا ہے اور اس سے بھی دو قدم آگے یہ بات چل رہی ہے کہ نجکشن، ٹیبلیٹ، سیرپ، یا تانک اور حکیم کے مجون، یا ویدھ کی پھٹکی اور جڑی بوٹیوں اور جسم سے بھی، انسان کے جسم کے اندر خون بنتا بھی ہے اور بڑھتا بھی ہے۔ تو بھلا انڈے سے نکلنے والے مرغی کے بچے کے اندر یہ خون کہاں سے آگیا؟! جب کہ چھلکا تو چاروں طرف سے بند تھا پھر یہ کھانے پینے کی چیزیں بھلا اس کے اندر کیسے پہنچ گئیں؟ تو یہ لوگ جواب دیتے ہیں، کہ انڈے کے اندر اللہ پاک اپنی قدرت سے خون بناتے اور بڑھاتے ہیں، لیکن انسان کے جسم میں ان کھانے پینے کی چیزوں سے بھی خون بنتا اور بڑھتا ہے اور اللہ رب العزت اپنی قدرت سے بھی خون بناتے اور بڑھاتے ہیں۔

میرے دوستو! یہ بول زبان سے نکالنا، یہ تو دور کی بات ہے، بلکہ ایسا سوچنا بھی شرک

ہے، کہ اللہ پاک کی قدرت میں ہم نے ان چیزوں کو شریک بنایا ہوا ہے۔ ایمان کو نہ سیکھنے کی وجہ سے اس طرح کے بول، آج دنیا میں بولے جا رہے ہیں۔ اسی بے بنیاد بولوں کی وجہ سے امت کا کمایا ہوا مال ان چیزوں کے خریدنے پر خرچ ہو رہا ہے۔ جب کہ گوشت اور خون سے تعلق رکھنے والی حدیث قدسی پر بھی ذرا غور کر لیا جائے، جس میں اللہ پاک کا یہ ارشاد ہے کہ:

”جب میں اپنے مومن بندے کو کسی یماری میں بٹلا کرتا ہوں، پھر یہ اپنی عیادت کرنے والوں سے میری شکایت نہیں کرتا، تو میں اسے اپنی قید سے آزاد کر دیتا ہوں، یعنی اس کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہوں، پھر اسے اس کے گوشت سے بہتر گوشت دیتا ہوں اور اسے اس کے خون سے بہتر خون دیتا ہوں“

ناف کے گندے خون سے پرورش

اسی طرح میرے دوستو! آج دنیا میں یہ بولا جا رہا ہے، کہ ماں کے پیٹ کے اندر رہ رہے بچے کی پرورش، اللہ پاک ناف کے گندے خون سے کرتے ہیں۔ اب یہاں ذرا اس بات پر بھی غور کر لیا جائے کہ انسان، جو ساری مخلوق میں سب سے زیادہ اشرف ہے اور فرشتوں سے بھی جس انسان کو بجہہ کرایا جا چکا ہو، تو اس انسان کی پرورش ناف کے گندے خون سے کی جائے اور جس مرغی کو ہمیں پکا کر کھانے کی اجازت ہے اس مرغی کے بچے کو انڈے کے چھلکے میں بغیر ناف کے پرورش کی جائے۔ کہ انسان کو تو نعوذ باللہ ماں کے پیٹ میں گندے خون سے روزی پہنچائی جائے اور مرغی کے بچے کو انڈے کے چھلکوں کے اندر بغیر ناف کے براہ راست اللہ کی آنے والی روزی حاصل ہو۔ تو اس طرح روزی کے حاصل کرنے میں مرغی کا بچہ انسان سے افضل ہو گیا۔ اصل بات یہ ہے کہ ماں کے پیٹ میں جب چار مہینے میں بچے کا جسم بن جاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ عالم ارواح سے اس جسم میں روح بھیجتے ہیں۔ جسم کے اندر روح آنے کے بعد جسم کو غذا کی ضرورت پڑتی ہے۔ دیکھو! جب کسی کے جسم سے روح نکل جاتی ہے، تو پھر اس جسم کو کسی چیز کی ضرورت نہیں پڑتی ہے۔ لیکن جب جسم میں روح ہوتی ہے، تو جسم کو غذا کی ضرورت پڑتی

ہے۔ ماں کے پیٹ میں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے بچے کو غذا پہنچاتے ہیں، جسم کو غذام جانے کے بعد اسے پیشاب پاخانہ کے مقام سے، پیشاب پاخانہ کرتا ہے۔ یہاں پر یہ بات بالکل صاف ہو گئی کہ بچے کو ماں کے پیٹ میں غذا پہنچائی جاتی ہے۔ ورنہ انسان اگر کچھ کھائے پیئے گا نہیں، تو اسے پیشاب پاخانہ نہیں ہو گا۔

میرے دوستو! روزی کا تعلق براہ راست اللہ کی ذات سے ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: کہ بندے کے اور اس کی روزی کے درمیان ایک پردہ پڑا ہوا ہے۔ اگر بندہ صبر سے کام لیتا ہے، تو اس کی روزی خود اس کے پاس آ جاتی ہے اور اگر وہ بے سوچ سمجھے روزی کمانے میں گھس جاتا ہے، تو وہ اس پردے کو چھاڑ لیتا ہے۔ لیکن اپنے مقدار سے زیادہ نہیں پاتا ہے۔

(کنز العمال: ۸-۲۱۰)

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں، انسان کی روزی کا حاصل ہونا، یہ انسان کے گمان پر رکھا ہے۔ خود اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ

”میرے بندہ مجھ سے جیسا گمان کرے گا میں اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کروں گا“، اب اگر انسان کے اندر مال سے ہونے کا گمان ہے، تو اس کا کام مال سے ہو گا اور اگر دنیا میں پھیلی ہوئی چیزوں اور سامان سے کام ہونے کا گمان ہے، تو اس راستے سے ہو گا۔ اس گمان کا نقصان یہ ہو گا کہ آدمی کے اندر جس چیز سے ہونے کا گمان ہو گا، وہ اسی چیز کا محتاج ہو گا۔

شیر کا کان مر وڑ دیا

حضرت ابن عمرؓ ایک مرتبہ کہیں جا رہے تھے، راستے میں انھیں ایک جگہ پر کچھ لوگ کھڑے ہوئے ملے، انھوں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ تم لوگ راستے میں کیوں کھڑے ہو؟ لوگوں نے بتایا کہ آگے راستے میں ایک شیر کھڑا ہے، جس کے ڈر کی وجہ سے ہم لوگ یہاں رکے ہوئے ہیں، یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ اپنی سواری سے نیچے اترے اور چل کر شیر کے پاس پہنچے اور اس کے کان کو کپڑ کر مر وڑا، پھر اس کی گردن پر ایک تھٹھا مار کر اسے وہاں سے بھگا دیا، پھر واپس آتے

ہوئے اپنے آپ سے فرمایا: اے ابن عمر!

”حضور ﷺ نے سچ کہا تھا، کہ ابن آدم پر وہی چیز مسلط ہوتی ہے، ابن آدم جس چیز سے ڈرتا ہے۔ اگر ابن آدم اللہ کے سوا کسی اور چیز سے نہ ڈرے، تو اللہ تعالیٰ اس پر اور کوئی چیز مسلط نہ ہونے دیں۔ ابن آدم اسی چیز کے حوالے کر دیا جاتا ہے، جس چیز سے اسے نفع یا نقصان ہونے کا یقین ہوتا ہے۔ اگر ابن آدم اللہ کے سوا کسی اور چیز سے نفع یا نقصان کا یقین نہ رکھے، تو اللہ تعالیٰ اسے کسی اور چیز کے حوالے نہ کریں۔“

(کنز العمال: ۷۷-۵۹)

اس طرح رسول اللہ انے صحابہ کرام کے اندر صرف اللہ ہی سے ہونے کا گمان پیدا کرایا تھا، جس کی وجہ سے صحابہؓ کے اندر اللہ کی مقاہلگی تھی، کہ ہر وقت ہر آن ہر لمحہ وہ اپنے آپ کو اللہ کا محتاج سمجھتے تھے اور جب کسی کے ساتھ کوئی معاملہ ہو جاتا تھا، تو وہ اللہ ہی سے کہتا تھا۔ اپنی ہر ضرورت کو وہ لوگ اللہ ہی کے سامنے پیش کرتے تھے۔ وہ اپنی روزیاں اس راستے سے حاصل کرتے تھے، جس راستے کو حضور انے انھیں بتایا تھا۔ آج تو ہم صرف کھانے پینے کو ہی روزی سمجھتے ہیں۔ کسی سے اگر پوچھو کہ روزی کے کہتے ہیں؟ تو وہ انھیں چیزوں کو گناہے گا۔ حالانکہ انسان کے جسم کی ہر ضرورت کو روزی کہتے ہیں۔ دیکھو! اس جسم کے خالق اور مالک اللہ ہیں، اس وقت دنیا میں رہ رہے ہم سات (۷) ارب انسانوں میں سے دو سو (۲۰۰) سال پہلے کسی کا بھی جسم اس دنیا میں نہیں تھا۔ اس جسم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اس دنیا میں اس کا امتحان لینے کے لیے بنایا ہے۔ کیسے بنایا؟ اس کی خبر قرآن اور حدیث کے ذریعے ہمیں دے دی گئی ہے۔ کہ ماں کے پیٹ میں بغیر کسی ذریعے کے ہمارے جسم کی ضرورتوں کو پورا کیا۔ بچے دانی کے اندر رخون، ہوا اور غذا کا انتظام کیا پھر جیسے ہی ہم ماں کے پیٹ سے باہر آئے، تو جس میں طاقت، آنکھوں کو روشنی، منہ کو بول، کانوں کو آواز، دماغ کو سوچنے کی قوت وغیرہ، ان تمام ضرورتوں کو پورا کیا اور آج بھی ان ضرورتوں کو اللہ ہی پوری کر رہے ہیں۔ اگر ان تمام ضرورتوں کو

پیے لے کر دیتے، کہ

ایک پیسہ سیکنڈ، لے کر آنکھوں کی روشنی دیتے،

ایک پیسہ سیکنڈ، لے کر زبان کی بول دیتے،

ایک پیسہ سیکنڈ، لے کر کانوں میں آواز دیتے،

جیسے موبائل پر ایک پیسہ سیکنڈ ہمارے بولنے اور سننے کا لیتے ہیں۔ اگر اللہ بھی اپنے بندوں سے اس کا چارج لیتے، تو انسان کیا کرتا؟؟؟ آنکھوں کی روشنی، زبان کے بول، کانوں میں آواز، جسم میں طاقت وغیرہ، یہ وہ چیزیں ہیں، جسے انسان کوئی قیمت دے کر حاصل کرنا چاہے گا، پر اللہ رب العزت ہیں، انھوں نے ساری مخلوق کی روزی کا ذمہ خود لے رکھا ہے، اس لیے ہر ایک کی روزی وہ خود پہنچا رہے ہیں۔ ہم ذرا اس بات پر غور کریں کہ ہمارے جسم کی وہ ضرورتیں کہ آنکھوں کی روشنی، زبان کے بول، کانوں میں آواز، جسم میں طاقت، جنہیں اللہ رب العزت کے سوا کوئی نہیں دے سکتا، وہ بغیر پیسے اور بغیر ہماری کسی محنت کے ہمیں مل رہی ہیں، تو روٹی، دال، یا بوٹی، کپڑے وغیرہ کیا یہ ہمیں پیسے سے یا ہماری محنت سے حاصل ہو رہی ہیں؟؟؟

نہیں میرے دوستو! یہ چیزیں بھی اللہ رب العزت ہی ہمیں دے رہے ہیں، پر وہ کہرہا ہے، چیزوں سے ملتے ہوئے۔ کیوں کہ یہی انسان کا امتحان ہے، کہ اللہ رب العزت نے اس دنیا کے اندر انسان کی روزی کا دار و مدار انسان کے گمان پر رکھا ہے۔ اگر انسان کے اندر مال سے ہونے کا گمان ہے، تو اس کا کام مال سے ہوگا اور اگر دنیا میں پھیلی ہوئی چیزوں اور سامان سے کام ہونے کا گمان ہے، تو اس راستے سے ہوگا۔ اس گمان کا نقصان یہ ہے، کہ آدمی کے اندر جس چیز سے ہونے کا گمان ہوگا، وہ اسی چیز کا اختیار ہوگا۔

صحابہ والی بات اور صحابہ والا گمان، ہم مسلمانوں کے اندر پیدا ہو جائے، اس کے لیے ہم مسلمانوں کو سب سے پہلے ایمان سیکھنا پڑے گا۔ اس لیے کہ اللہ رب العزت نے قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے صحابہ والا ایمان اور صحابہ والے اعمال کو نمونہ بنایا ہے۔

میرے دوستو! آج ایمان کونہ سیکھنے کی وجہ سے، انسان امتحان کی چیزوں سے اطمینان حاصل کرنا چاہتا ہے۔ جب کہ اطمینان کا حاصل ہونا، اللہ تعالیٰ نے جسم کے صحیح استعمال پر کھا ہے۔ ہمارے جسم کے اعضاء اللہ تعالیٰ کی مرضی پر، ان کے حکموں پر استعمال ہونے لگیں، کہ آنکھ، کان، زبان، دماغ، ہاتھ، پیر اور شرمگاہ، حرام سے نجی جائیں۔ اس کے لیے مسجدوں میں ایمان کے حلقة لگا کر، ایمان کو سیکھنا ہے اور اتنا ایمان سیکھنا ہے، کہ ہمارے جسم کے اعضاء حرام سے نجی جائیں۔ ورنہ آج مسلمان حلال کمانے کے باوجود حلال کھانے کے باوجود حلال پہننے کے باوجود۔

حرام بول رہا ہے۔

حرام دیکھ رہا ہے۔

حرام سن رہا ہے، اور

حرام سوچ رہا ہے۔

ایمان کونہ سیکھنے کی وجہ سے ہی آج مسلمان اپنے ایمان سے بے پرواہ ہے۔ اگر اسے اپنے ایمان کی پرواہ ہوتی تو یہ حرام سے نجی رہا ہوتا۔

ایمان کا نور دل سے نکل کر سر پر

مسلم شریف کی حدیث ہے ”کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کسی مونی سے گناہ بکیرہ ہو جاتا ہے تو ایمان کا نور اس کے دل سے نکل کر اس کے سر پر سایہ کر لیتا ہے، جب تک وہ توبہ نہیں کرتا، وہ نور اس کے جسم میں واپس نہیں آتا، سو چوڑرا! ہمیں اپنے ایمان کی کتنی فکر ہے؟!! کہ کیا ہم نے کبھی علماء کرام سے یہ جانے کی ضرورت محسوس کی ہے، کہ گناہ بکیرہ کیا کیا ہیں؟ اور ان کی تعداد کتنی ہے؟ میرے دوستو! ایمان کونہ سیکھنے کی وجہ سے آج امت نے علم کو ایمان سمجھ لیا ہے اور نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کو اسلام سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ یہ اسلام کی بنیاد ہیں، اسلام نہیں ہیں۔ دعوت کی اس مبارک مخت سے یہی بات چاہی جا رہی ہے، کہ مسلمان اپنے ایمان کو لے کر فکر مند ہو جائیں۔ اسی کے لیے حضرت مولا ناسعد صاحب دامت برکاتہم، اپنی اپنی مسجدوں میں

ایمان کے حلقوں قائم کرنے کے لیے، بار بار کہہ رہے ہیں۔

اب ایمان کے سکھنے میں سب سے پہلے اللہ رب العزت کی ذات کا یقین اپنے دل میں پیدا کرنا ہے، وہ اللہ جس کے نام کے بول سے یہ ساری کائنات قائم ہے۔ حدیث میں آتا ہے، کہ جب تک اس دنیا میں اللہ کے نام کا بول زبان سے بولنے والا رہے گا، اس وقت تک یہ دنیا اسی طرح قائم رہے گی اور جس دن کسی کے منہ سے لفظ ”اللہ“ نہیں نکلے گا اس وقت چاہے زمین پر وس ارب انسان آباد ہوں۔

ان میں سے ایک ارب انسان، اس وقت انجینئر ہوں۔

ایک ارب انسان، ڈاکٹر ہوں۔

ایک ارب انسان، پروفیسر ہوں۔

ایک ارب انسان، سائنسیٹ ہوں۔

ہر انسان، ارب پتی ہو۔

ہر انسان کے پاس دس دس کلو سونا ہو۔

غرض یہ کہ اس دنیا میں اتنا سب کچھ ہونے کے باوجود، جس دن اس زمین پر کسی ایک انسان کے بھی منھ سے اگر لفظ اللہ نہیں نکلے گا، تو اسی دن یہ آسمان پھٹ جائے گا، زمین ریزہ ریزہ ہو جائے گی، سب کچھ ختم کر دیا جائے گا۔ اب بیٹھ کر سوچو! اس دنیا کے بارے میں، جس کو پانے کے لیے ہم کیا کچھ نہیں کر رہے ہیں، جب کہ ہر انسان کے لیے یہ دنیا مقدر ہو چکی ہے، انسان اپنے مقدر سے لڑائی لڑ کر کیا حاصل کر لے گا؟!!

جودنیا، اللہ کے نام کے بول کی وجہ سے قائم ہے، جی ہاں! صرف منھ سے نکلے ہوئے بول، کہ آپ نے امریکہ میں رہنے والے اپنے بھائی کوفون کیا، اس نے آپ کے فون کو رسیو کیا، تو آپ یہاں سے بولے ”ہیلو“، تو آپ کے منھ سے نکلے ہوئے بول ”ہیلو“ یہاں سے تیرہ ہزار پانچ سو چوپان (۱۳۵۵۲) کلو میٹر دور، ایک سینٹنڈ میں ہوا میں ہوتے ہوئے ہندوستان سے امریکہ

پھونچ گیا، اگر منھ سے نکلے ہوئے ان بولوں کو کوئی آدمی پکڑنا چاہے، تو ٹیپ ریکارڈر میں کیسٹ لگا کر پکڑ سکتا ہے، یا موبائل سے ٹیپ کر کے پکڑ سکتا ہے۔

لفظ ”اللہ“ کی طاقت

میرے دوستو! ایمان کو نہ سیکھنے کی وجہ سے ہمیں لفظ ”اللہ“ کی طاقت کا اندازہ نہیں ہے۔

ایک چور سے لفظ ”پولیس“ کی طاقت کے بارے میں پوچھو، کہ کوئی چور کے سامنے ”پولیس“ کہہ دے، تو اس کا کیا حال ہوتا ہے، کہ اس کا جسم کا نپ اٹھتا ہے۔ ذرا سوچو! کہ جس اللہ کے بول پر ساری کائنات قائم ہے۔ اگر اس اللہ کا یقین کوئی اپنے دل میں پیدا کر لے تو آپ خود یہ بتاؤ کہ یہ تمام کائنات کیا اس کے پیچھے پیچھے نہ چلے گی؟!۔ دیکھو! چور کے دل میں پولیس کی ذات اور اس کی طاقت کا یقین ہوتا ہے، اسی طرح مسلمان کے اندر اللہ کی ذات اور اس کی طاقت کا یقین ہونا چاہیے، جس کو ہم مسلمانوں نے اپنے اندر پیدا نہیں کیا، اگر پیدا کیا ہوتا، اللہ کا نام سن کر ہمارا بھی جسم کا نپ اٹھتا، اللہ کا نام سن اگر ہمارا دل نہ ڈرے، یہ تو ہمارے لیے رونے والی بات ہے۔ کہ ایمان ہوا اور دل نہ ڈرے ایسے کیسے ہو سکتا ہے۔ ہاں! یہ قرآن کی بات ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ایمان کی نشانی بیان فرمائی،

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِّرَ اللَّهُ وَجِلَّتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيهِمْ آيَاتُهُ﴾

﴿زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ﴾

”کہ ایمان والے تو ہی ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا نام لیا جاتا ہے، تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی خبریں انھیں سنائی جاتی ہیں، تو ان خبروں کو سن کر ان کے یقین بڑھ جاتے ہیں اور وہ لوگ صرف اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں۔ (انفال: ۲)

اب اگر کسی شخص نے اپنے دل کے اندر اللہ کی ذات کا، صفاتِ ربوبیت کے ساتھ یقین پیدا کر لیا ہے۔ تو جیسے ہی اس شخص کی زبان سے کوئی بول نکلیں گے، وہ بول، براہ راست آسمانوں کو پار کرتے ہوئے عرش پر پھونچ جائیں گے۔ پھر براہ راست اللہ رب العزت اپنی قدرت سے اس کا

کام بنا میں گے، جس طرح آج موبائل کے سامنے بول کر کام بنائے جا رہے ہیں، صحابہؓ نے اس سے بڑے بڑے کام اللہ رب العزت سے آسمانوں کے اوپر سے بنوائے ہیں۔

ایک مرتبہ ابو ریحانہؓ ناور پر جارہے تھے، اس پر بیٹھے ہوئے وہ سوئی سے اپنی کاپی کو سل رہے تھے، اچانک ہوا کے جھونکے سے ان کے ہاتھ سے سوئی چھوٹ کر سمندر میں گرگئی، انہوں نے آسمان کی طرف دیکھ کر دعا کی، اے اللہ! تجھے تیری قسم میری سوئی واپس کروے! اتنا کہہ کر انہوں نے پانی میں دیکھا تو ان کی سوئی پانی کے اوپر پڑی ہوئی تھی، انہوں نے اپنی سوئی اٹھا لی اور کاپی سلنے لگے۔

(اصابہ: ۲-۱۵۷)

حضرت ابو بکرؓ نے اپنی باندی زنیرہؓ کو آزاد کیا، تو ان کی آنکھوں کی روشنی چل گئی، اس پر قریش کے سردار نے کہا: تمہیں لات و عزتؓ کی نے انداھا کر دیا، یہ سن کر حضرت زنیرہؓ نے کہا: کہ تم لوگ غلط کہتے ہو، بیت اللہ کی قسم! لات و عزتؓ کسی کے کام نہیں آسکتے، نہ ہی یہ کسی کو نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی کسی کو نقصان پہنچا سکتے ہیں، اتنا کہنا تھا، کہ اللہ نے ان کی آنکھوں کی روشنی واپس کر دی۔

(اصابہ: ۲-۳۱۲)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت عمرؓ نے ہم لوگوں سے کہا کہ چلو ہم لوگ اپنی قوم کی زمین پر چلتے ہیں، چنانچہ ہم لوگ چل پڑے میں اور ابی بن کعبؓ جماعت سے کچھ پیچھے رہ گئے تھے اتنے میں ایک بادل تیزی سے آیا اور بر سے لگا تو ابی بن کعبؓ نے کہا اے اللہ! اس بارش کی تکلیف کو ہم سے دور کر دے۔ چنانچہ ہم بارش میں چلتے رہے لیکن ہماری کوئی چیز بارش سے نہ بھیگی۔ جب ہم دونوں حضرت عمرؓ اور ان کے ساتھیوں کے پاس پہنچ گئے تو ان لوگوں کے جانور کجاوے اور سارا سامان بھیگا ہوا تھا۔ ہم لوگوں کو بھیگا نہ دیکھ کر حضرت عمرؓ نے ہم سے پوچھا کہ کیا تم لوگ کسی دوسرے راستے سے آئے ہو؟ جس کی وجہ سے بارش سے نہیں بھیگے۔ میں نے ان سے بتالیا کہ ابی بن کعبؓ نے یہ دعا کر دی تھی، کہ اے اللہ! ہم سے اس بارش کی تکلیف کو دور کر دے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے اپنے ساتھ ہمارے لیے بھی دعا کیوں نہ کی؟۔

(منتخب الکنز: ۲-۱۳۲)

حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس سے ایک آدمی مشک لے کر گزرا، انہوں نے اس سے پوچھا کہ اس مشک میں کیا ہے؟ اس نے کہا، شہد ہے۔ حضرت خالدؓ نے دعا کی کہ اے اللہ! اسے برکہ بنادے، جب وہ آدمی اپنے ساتھ والوں کے پاس پہنچا تو ان لوگوں سے کہا کہ آج میں جو شراب لایا ہوں، ویسی شراب عرب والوں نے کبھی پی نہ ہوگی، یہ کہہ کر اس نے مشک کا منھ کھوں کر شراب انڈیلی، تو شراب کی جگہ اس میں سے سر کر کے نکلتا دیکھ کر اس نے کہا کہ اللہ کی قسم خالد کی دعا لگ گئی۔

(بدایہ والہیہ: ۷-۱۱۲)

حضرت ابن عمرؓ یہ خبر ملی کہ زیاد ججاز مقدس کا بھی والی بننا چاہتا ہے، انہیں اس کی بادشاہت میں رہنا پسند نہ آیا، تو انہوں نے یہ دعا کی، اے اللہ! تو اپنی مخلوق میں سے جس کے بارے میں چاہتا ہے اسے قتل کرو کر اس کے گناہوں کے کفارے کی صورت بنادیتا ہے۔ (زیاد) ابن سمیہ اپنی موت مرے، قتل نہ ہو، چنانچہ زیاد کے انگوٹھے میں اسی وقت طاعون کی گلٹی نکل آئی اور جمع آنے سے پہلے ہی مر گیا۔

(ابن عساکر، منتخب الکنز: ۵-۲۳۱)

(کربلا میں) ایک آدمی نے کھڑے ہو کر پوچھا، کیا آپ لوگوں میں حسین (رضی اللہ عنہ) ہیں؟ لوگوں نے کہا ہاں ہیں۔ اس آدمی نے حضرت حسینؑ کو گستاخی کے انداز میں کہا، آپ کو جہنم کی بشارت ہو! حضرت حسینؑ نے فرمایا، مجھے بشارت میں حاصل ہیں، ایک تو نہایت مہربان رب وہاں ہوں گے، دوسرے وہ نبی ﷺ وہاں ہوں گے، جو سفارش کریں گے اور ان کی سفارش قبول کی جائے گی، لوگوں نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا، میں اہن جو یہ یا اہن جو یہ ہوں۔ حضرت حسینؑ نے یہ دعا کی، اے اللہ! اس کے نکٹے نکٹے کر کے اسے جہنم میں ڈال دے۔ چنانچہ اس کی سواری زور سے پد کی جس سے وہ سواری سے اس طرح نیچے گرا، کہ اس کا پاؤں رکاب میں پھنسا رہ گیا اور وہ سواری تیز بھاگتی رہی اور اس کا جسم اور سرز میں پر گھشتا رہا، جس سے اس کے جسم کے نکٹے نکٹے گرتے رہے۔ اللہ کی قسم! آخر میں صرف اس کی نانگ رکاب میں لٹکی رہ گئی۔

(یثی: ۹-۱۹۳)

آسمان سے انگور کے ٹوکرے کے ساتھ دو چادریں بھی

حضرت لیث بن سعد کہتے ہیں کہ میں حج کو گیا، مکہ پہونچ کر میں عصر کی نماز کے وقت جبل ابو قبیس پر چڑھ گیا۔ وہاں میں نے ایک صاحب کو دعا مانگتے ہوئے دیکھا کہ وہ

”یارَبِ یارَبِ“ پھر

”یارَبَّاہُ یارَبَّاہُ“ پھر

”یَا اللَّهُ یَا اللَّهُ“ پھر

”یَا حَمْدُ یَا حَمْدُ“ پھر

”یَا قِیَوْمُ یَا قِیَوْمُ“ کہتے رہے پھر

پھر سات مرتبہ ”یَا رَحْمَ الرَّاحِمِينَ“ کہا اور کہنے لگے، اے اللہ! انگور کھانے کو جی چاہ رہا ہے، انگور دے دے اور میری چادریں پرانی ہو گئی ہیں وہ بھی دے دے۔

لیث کہتے ہیں، خدا کی قسم! ان کی زبان سے یہ لفظ پورے نکلے بھی نہیں تھے کہ ایک ٹوکرہ انگوروں سے بھرا ہوا ان کے سامنے آسمان سے اترا، اس میں دو چادریں بھی رکھی ہوئی تھیں۔ حالانکہ اس وقت سارے عرب میں کہیں انگور کا نام و نشان نہیں تھا۔ انہوں نے انگور کا ایک گچھا ٹوکرے سے کھانے کے لیے نکالا تو میں نے آواز دے کر کہا کہ ان انگوروں میں میرا بھی حصہ ہے۔ انہوں نے پیچھے پلٹ کر دیکھا تو ان کی نظر مجھ پر پڑی، مجھ سے کہا کہ اس میں تمہارا حصہ کیسے ہے؟ میں نے کہا کہ جب آپ دعا کر رہے تھے تو میں آپ کی دعا پر آمین کہہ رہا تھا۔ یہ سن کر انہوں نے وہ گچھا مجھے پکڑا دیا اور کہنے لگے کہ اسے یہیں بیٹھ کر کھاؤ، میں نے اسے یہیں پر کھانے کے لیے مانگا ہے۔ گھر لے جانے کے لیے نہیں۔ میں نے وہ انگور لے کر کھائے تو بغیر بیچ کے ان انگوروں کا میں عمر بھر مزہ نہ بھولा۔

(روض الریاحین)

ایک مرتبہ ابراہیم خواص جنگل سے ہو کر جا رہے تھے انھیں راستے میں ایک عیسائی ملا، اس نے

ان سے کہا کہ اے محمدی! مجھے بھی اپنے ساتھ چلتے چلو، انہوں نے اسے اپنے ساتھ چلنے کی اجازت دے دی، کہ ٹھیک ہے چلو، سات دن تک ہم دونوں بھوکے پیاسے چلتے رہے، ساتویں دن اس عیسائی نے مجھ سے کہا کہ اے محمدی! آج کچھ کھانے پینے کا انتظام کرو، تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، کہ اے اللہ! اس کافر کے سامنے آج مجھے ذیل نہ کیجھے گا، ہم لوگوں کے کھانے پینے کا انتظام کر دیجئے، اسی وقت آسمان سے ایک خوان اترے، جس میں روٹیاں بھنا ہوا گوشت، تازی ٹھوکریں اور ساتھ میں پانی بھرا ہوا لوٹا بھی رکھا تھا۔ ہم دونوں نے اسے کھایا پیا اور چل دئے۔

سات دن تک ہم لوگ پھر بھوکے پیاسے چلتے رہے۔ ساتویں دن میں نے اس عیسائی سے کہا کہ آج تم کھانے پینے کا انتظام کرو۔ یہ سن کر وہ لکڑی کا سہارا لگا کر آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر اس نے اپنی زبان سے کچھ کہا، بس اسی وقت آسمان سے دو خوان اترے، جن سے ہر چیز میرے خوان سے دو گئی تھی۔ یہ دیکھ کر میں جیران ہو گیا اور رنج کی وجہ سے میں نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔ اس عیسائی مجھ سے کہا کہ آپ کھانا کھا لیجئے، پھر میں آپ کو دو خوشخبریاں سناؤں گا میں نے اس سے کہا کہ پہلے خوشخبری سناؤ، پھر میں کھانا کھاؤں گا، اس نے مجھ سے بتایا کہ تمہارے لیے پہلی خوشخبری یہ ہے، کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور دوسری خوشخبری یہ ہے، کہ یہ جو آسمان سے کھانا آیا ہے، یہ میں نے اللہ تعالیٰ سے تمہارے صدقہ طفیل میں مانگا ہے۔

(فضائل صدقات)

حضرت عبد اللہ غفرماتے ہیں کہ میں قافلے کے ساتھ جا رہا تھا راستے میں میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ قافلے سے آگے آگے جا رہی تھی میں نے خیال کیا کہ یہ ضعیفہ اس لیے آگے آگے جا رہی ہے، کہبیں قافلے سے چھوٹ نہ جائے، میرے پاس چند درہم تھے، جنہیں میں اپنے جیب سے نکال کر اس کو دینے لگا اور میں نے کہا کہ جب قافلہ منزل پڑھبرے، تو مجھے تلاش کر کے مل لینا میں قافلے والوں سے کچھ چندہ کر کے تجھ کو دے دوں گا، جس سے تم اپنے لیے کرائے پر سواری لے لینا۔ اس نے میری بات سن کر اپنا ہاتھ اوپر کواٹھایا تو اس کی مٹھی کسی چیز

سے بھر گئی، جب اس نے اپنا ہاتھ کھولا تو وہ درہم سے بھرا ہوا تھا۔ وہ درہم اس نے مجھے دئے اور مجھ سے بولی کہ تو نے جیب سے نکالے اور میں نے غیب سے لیے۔

(فضائل صدقات)

جسم کے سات اعضاء کی حرکتوں کا نام ”عمل“ ہے

میرے دوستو! اللہ رب العزت نے دنیا کا نظام انسان کے عمل کے ساتھ جوڑا ہے کہ انسان کے جسم سے جیسا عمل ہوگا، اللہ کی طرف سے اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ ہوگا۔ کیوں کہ غیبی نظام کا تعلق عمل سے ہے سب سے نہیں ہے۔ اب یہاں پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عمل کے کہتے ہیں؟

جسم سے نکلنے والی حرکت کو عمل کہتے ہیں۔

لوگ تو بچارے روزہ، نماز، حج اور زکوٰۃ وغیرہ کو ہی عمل سمجھتے ہیں۔ دیکھو! جسم کے سات اعضاء (آنکھ، کان، زبان، دماغ، ہاتھ، پیر اور شرمگاہ) سے جو بھی حرکت ہوگی، اس حرکت کا نام عمل ہے۔ انسان کے جسم کے یہ اعضاء اگر اللہ کے حکم پر اس کی مرضی پر استعمال ہوں گے، تو آسمانوں کے اوپر سے اسے کامیابی دلانے والے فیصلے نازل ہوں گے اور غیبی نظام اس کی حمایت میں آجائیں گے اور اگر ہم نے اپنے جسم کا استعمال اپنی مرضی پر کیا، تو ذلت، تکلیف، پریشانیوں اور بیماریوں سے ہمیں کوئی بچانہیں پائے گا۔ یہ اللہ رب العزت کی طرف سے طے شدہ بات ہے، دنیا کی چیزیں اور مال و سامان ہمارے پاس چاہے جتنا ہو، فرشتوں کے ذریعہ چلایا جا رہا غیبی نظام ہمارے خلاف ہو جائے گا، دیکھو ایک آدمی نے اپنی زبان سے صرف دو بول جھوٹ کے بولے کہ اس کے گھر پر ایک آدمی نے آ کر اس کے بیٹے کو پوچھا، اس کا بیٹا گھر پر ہی تھا، لیکن اس نے اپنی زبان سے صرف دو بول نکالے کہ وہ گھر پر نہیں ہے، تو اس کی زبان سے نکلے ہوئے ان بول کی وجہ سے وہ فرشتہ جو اس کی طرف آنے والی بلاوں اور مصیبتوں کو اس کے جسم سے دور کرتا تھا، اس کے عمل کی وجہ سے اس کے جسم سے ایک میل دور چلا جاتا ہے،

حضرت علیؑ نے فرمایا: ہر انسان پر دو ایسے فرشتے مقرر کیے جاتے ہیں جو بلا ووں اور مصیبتوں کو اس کی طرف آنے سے روکتے ہیں، لیکن جب مقدر میں لکھا ہوا فیصلہ سامنے آ جاتا ہے تو یہ دونوں فرشتے اس کے پاس سے ہٹ جاتے ہیں۔

(ابوداؤد)

کہ حضرت عبد اللہ بن عریرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جب انسان جھوٹ بولتا ہے تو اس کے جھوٹ کی بدبوکی وجہ سے فرشتہ ایک میل دور چلا جاتا ہے۔

(ترمذی)

اس طرح حضرت بلال حنفیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے اپنی زبان سے کوئی ایسا بول نکال دیتا ہے، جن بولوں کو وہ زیادہ اہم نہیں سمجھتا، لیکن ان بولوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ قیامت تک کے لیے اس سے راضی ہونے کا فیصلہ فرمادیتے ہیں۔

(ترمذی)

اللہ کرے ہم سب کو اپنی زبان سے نکلنے والے بولوں کی حقیقت کا علم ہو جائے۔ جی! صرف زبان سے نکلنے والے بولوں کی طاقت کا پتہ ہو جائے کہ حضرت ہشام بن عاص امویؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم روم کے بادشاہ ہرقل کے محل میں پہنچے اور وہاں پہنچ کر اپنے منہ سے ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، لَمَّا كَبَرَ“ کے بول نکالے تو اللہ ہی جانتا ہے کہ اس کے محل کا بالا خانہ ایسے ملنے لگا جس طرح پیڑ کی ٹہنی کو ہوا ہلاتی ہے۔

(البدایہ والنہایہ)

اگر اپنی زبان سے نکلنے والے بولوں کی طاقت کی بات ابھی نہ سمجھ میں آ رہی ہو تو اس حدیث سے سمجھنے کی کوشش کرو۔ کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ وہ اپنی زبان سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے بول نکالے اور ان بولوں

کے لیے آسمانوں کے دروازے نہ کھل جائیں یہاں تک کہ یہ بول سیدھا عرش پر پہنچتا ہے
بشرطیکہ وہ گناہ کبیرہ سے بچتا ہو۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ اگر تمام آسمان و زمین کا
ایک گھیرا ہو جائے تو بھی لا الہ الا اللہ کے بول اس گھیرے کو توڑ کر اللہ تعالیٰ تک پہنچ کر رہے گا۔

(بزار)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جب کوئی شخص لا الہ
الا اللہ سے بول بولتا ہے، تو ان بولوں کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، کہ یہ
بول سیدھے عرش تک پہنچتے ہیں، عرش کے اوپر نور کا ایک ستون ہے، جو ان بولوں کی وجہ سے
ہلنے لگتا ہے، اللہ تعالیٰ سب کچھ جانے کے باوجود ستون سے پوچھتے ہیں، کہ تو کیوں ہل رہا ہے؟
ستون عرض کرتا ہے کہ ان بولوں کے بولنے والے کی ابھی مغفرت نہیں ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ
ستون سے کہتے ہیں، تو ٹھہر جا! میں نے اس کی مغفرت کر دی۔

دیکھو! اس بات کو یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ آپ نے یہاں ہندوستان سے امریکہ میں رہنے
والے کسی آدمی کو فون ملایا، اس کا فون واہریٹ پر لگا ہوا میز پر رکھا ہے وہ سو (۱۰۰) گرام کا موبائل
آپ کے فون ملانے پر وہاں امریکہ میں میز پر ہلنے لگتا ہے، اگر اس کے موبائل پر آپ کا نام فیڈ ہے،
تو اسے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اس شخص کو میری ضرورت ہے، کون مجھے فون کر رہا ہے۔

میرے دوستو! یہ تو صرف زبان سے نکلے ہوئے بول کی بات ہے، آنکھ، کان، دماغ،
ہاتھ، پیرا اور شرمگاہ سے ہونے والی حرکتوں کی طاقت کا بھی ابھی ہمیں اندازہ نہیں ہے۔ اسی کے
لیے فضائل کی تعلیم ہے، کہ ہمیں پتیہ تو چلے کہ ہمارے جسم کے صحیح استعمال پر آسمانوں کے اوپر سے
کیا فیصلہ آئے گا اور اگر ہم نے اپنے جسم کو اپنی مرضی پر استعمال کیا تو آسمانوں کے اوپر سے کیا
فیصلہ آئے گا۔ اس زمانے میں اس بات کو موبائل یا کمپیوٹر سے سمجھا جاسکتا ہے کہ موبائل یا کمپیوٹر کا
”کی بورڈ“ (Key bord) کہ اس کے جس بٹن پر ہاتھ رکھا جائے گا، اس کا نتیجہ اسکرین پر

ظاہر ہو جائے گا، ایسا نہیں ہے کہ کوئی امیر آدمی اس بٹن کو دبائے، تو کچھ اور نظر آئے اور غریب دبائے تو کچھ اور، موبائل یا کمپیوٹر کے کس بٹن سے اسکرین پر کیا ظاہر ہو گا۔ یہ بات موبائل یا کمپیوٹر بنانے والے نے پہلے ہی بتا دی تھی، اگر اس طریقے سے ہٹ کر کوئی آدمی موبائل یا کمپیوٹر کا استعمال اپنی مرضی سے کرے گا، تو پریشانی میں چھنسے گا۔ ہاں یہ کچھ بات ہے، اب اس کا استعمال کرنے والا چاہے

امیر ہو، یا غریب

پڑھا لکھا ہو یا آن پڑھ

شہری ہو، یاد بھاتی

مرد ہو یا عورت

ٹھیک اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی انسان کے جسم کو بنا کر نبیوں کے ذریعہ سے استعمال کرنے کا طریقہ بتایا ہے، جو اس طریقے پر استعمال ہو گا، دنیا و آخرت میں وہی کامیاب ہو گا۔
انسان کی روزی روٹی

کپڑا اور مکان

صحت اور بیماری

عزت اور رذالت

کامیابی اور ناکامی

اہن ساری چیزوں کا تعلق اللہ تعالیٰ نے انسان کے جسم سے ظاہر ہونے والے حرکتوں سے جوڑا ہے، جسم کی انھیں حرکتوں کو عمل کہتے ہیں، انسان جب ایمان کو نہیں سیکھتا ہے، تو یہ اپنی حاجتوں اور ضرورتوں کو کائنات میں پھیلی ہوئی چیزوں سے جوڑ لیتا ہے، حالانکہ جبریل سے لے کر چیزوں تک کے ساری مخلوق کی ہر حاجت اور ہر ضرورت کو اللہ تعالیٰ ہی اپنی قدرت سے پیدا کرتے ہیں اور وہی پوری کرتے ہیں۔

﴿أَوَ كَالَّذِي مَرَّ عَلَى قَرْيَةٍ وَهِيَ حَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشَهَا قَالَ أَنِّي يُحْكِي هَذِهِ اللَّهُ

بَعْدَمَا وَتَهَا فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِأَةً عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ قَالَ كُمْ لَبِثَتْ قَالَ لَبِثَتْ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَبِثَتْ مِأَةً عَامٍ فَأَنْظَرَ إِلَيْهِ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهُ وَأَنْظَرَ إِلَيْهِ حِمَارِكَ وَلَنْجُولَكَ آيَةً لِلنَّاسِ وَأَنْظَرَ إِلَيْهِ الْعِظَامَ كَيْفَ نُنْشِرُهَا ثُمَّ نَكْسُوُهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (البقرة: ٢٥٩)

دیکھو! عزیز کی روح کو ان کے جسم سے سو (۱۰۰) سال تک نکالے رکھا تو عزیز کو سو (۱۰۰) سال تک نہ کھانے پینے کی ضرورت پڑی اور نہ ہی پیشاب پا خانہ کی حاجت ہوئی، کیوں؟ کیوں کہ جسم سے روح نکال لی ہے۔

فَضَرَبَنَا عَلَىٰ آذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِينَ عَدَدًا، ثُمَّ بَعَثَنَا هُمْ لِنَعْلَمَ أَىُ الْحِزْبَيْنِ أَحْصَى لِمَا لَبِثُوا أَمَدًا (الكهف: ۱۲-۱۳)

اسی طرح اصحاب کھف کے چند لوگ جنہوں نے ایک غار میں پناہ لی تھی، اللہ تعالیٰ نے تین سو سو (۳۰۹) تک ان کی روح کو ان کے جسم سے نکالے رکھا انھیں بھی نہ کھانے پینے کی ضرورت پڑی اور نہ ہی پیشاب پا خانہ کی حاجت ہوئی۔

میرے دوستو! اللہ تعالیٰ ہر روز انسان کے جسم سے اس کی روح کو نکالتے ہیں اور مقدر میں لکھی جا چکی زندگی پوری کرنے کے لیے پھر واپس بھیج دیتے ہیں۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب انسان گھری نیند میں سو جاتا ہے تو اس کی روح کو عرش پر چڑھایا جاتا ہے، جو روح عرش پر پہنچ کر جا گئی ہے، اس کا خواب سچا ہوتا ہے اور جیسے پہلے ہی جاگ جاتی ہے اس کا خواب جھوٹا ہوتا ہے۔

(یہی)

کائنات والا راستہ، امتحان والا راستہ ہے

انسان کی روح جب اس کے جسم میں رہتی ہے تو اللہ تعالیٰ امتحان کے لیے اس کے جسم میں جانشیں بھیجتے رہتے ہیں اور دیکھنا یہ چاہتے ہیں کہ میرا بندہ ان حاجتوں کو کس راستے سے

پوری کرتا ہے۔ شرک والے راستے سے، یا توحید والے راستے سے۔ شرک والا راستہ یہ ہے کہ انسان اپنے پلنے میں چیزوں کو شریک کر لیتا ہے کہ پانے والے تو اللہ ہیں مگر سب بغیر سب کے کیسے پالے گا؟! توحید والا راستہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنی قدرت سے پال رہے ہیں اور وہی اپنی قدرت سے پالیں گے ہاں ان کی قدرت سے پلنے کے لیے ان کے احکامات ہیں اور نمونے کے طور پر رسول اللہ ﷺ کی زندگی اور آپ ﷺ کا طریقہ ہے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے دنیا کے اندر انسان کے پلنے کے لیے دوراستے عطا فرمائے ہیں۔ ایک راستہ کائنات والا اور ایک راستہ احکامات والا۔ کائنات والا راستہ امتحان والا راستہ ہے اور احکامات والا راستہ انعامات والا نے والا راستہ ہے۔ اس زمانہ میں اگر کوئی انسان چاہے تو موبائل یا کمپیوٹر سے سمجھ سکتا ہے۔ دیکھو اگر آپ کو اپنے کمپیوٹر پر اردو میں کچھ لکھنا ہے تو اس کے لیے آپ کو اپنے کمپیوٹر میں اردو کا سافٹ ویری ڈالنا پڑے گا اب اس سافٹ ویری کو حاصل کرنے کے لیے دوراستے ہیں، ایک راستہ یہ ہے کہ آپ اسے بازار سے خرید کر لاؤ یعنی اپنی جان، مال اور وقت لگاؤ، دوسرا راستہ یہ ہے کہ آپ انٹرنیٹ کے ذریعہ براہ راست اپنے کمپیوٹر میں ڈاؤن لوڈ کرو، تو براہ راست فائدہ حاصل کرنے کے لیے شرط یہ ہے کہ آپ نے کمپیوٹر کا استعمال کرنا سیکھا ہو۔ تو ایک طرف دوکان سے خرید کر لانا اور دوسری طرف ہوا کے راستے سے آنا۔ صحابہ کرامؐ نے اللہ کے حکمتوں پر اپنے جسم کو استعمال کرنا سیکھا تھا۔ جس کے وجہ سے وہ براہ راست آسانوں کے اوپر سے اپنی ضرورتوں کو پورا کرتے تھے۔ یہ سمجھیر بن ابی اہاب کی باندی حضرت ماویہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت خیبؓ گوئیرے گھر کی ایک کوٹھری میں قید کر کے رکھا گیا تھا، ایک بار میں نے دروازے کے دراز سے جھانکا تو ان کے ہاتھ میں انسان کے سر کے برابر انگور کا ایک خوش تھا، جس میں سے وہ انگور توڑ توڑ کر کھا رہے تھے جب کہ اس وقت پورے عرب میں کہیں انگور نہیں تھا۔ یہ دیکھ کر میں نے اپنا زنار کاٹ ڈالا اور مسلمان ہو گیا۔ کہ بیشک اللہ تعالیٰ ضرورتوں کے پورا کرنے میں کسی کھجور نہیں ہیں۔

(اصابہ: ۱۳۶)

حضرت مولانا یوسف صاحبؒ کا آخری خطاب

ان راستوں اور ان باتوں کو حضرت مولانا یوسف صاحبؒ نے اپنے انتقال سے بیس دن

پہلے پاکستان کے سفر میں بیان فرمایا تھا جسے نیچے لکھا جا رہا ہے۔

حضرت مولانا یوسف صاحبؒ نے فرمایا: بھائیو! دوستو! اپنی زندگی میں حضور ﷺ کے وہ طریقے لاوجو اللہ رب العزت نے اپنی ذات سے پلنے کے لیے دئے ہیں کیوں کہ نبوت ملنے کے بعد حضور ﷺ نے انسانوں سے لینے کا کوئی راستہ اختیار نہیں فرمایا ہے، اپنے طائف، تبوک، یمن، حضرموت، اور نجد والوں کو نماز بتلائی کہ جو کلمہ پڑھنے نماز بنانے کی محنت کرے۔ جب یہ یقین بنے کہ اللہ رب ہے اور راستہ نماز ہے اور اسی بات کی دعوت بھی دی جا رہی ہو۔ تو دنیا کی ترتیب بدلتے گی۔ اس لیے نماز کو اندر سے بناؤ۔ کیوں کہ مسئلہ کا تعلق اندر سے ہے، جب یہ بنا لو، تو نماز کی بنیاد پر تین لائے ٹھیک کرو، گھر،

کاروبار،

اور معاشرت،

حضور ﷺ کے راستے میں بھی کمائی اور گھر ہے اور انسانوں کے راستے میں بھی کمائی اور گھر کے نقشے ہیں۔ کمائی سے پورش نہیں ہوتی، بلکہ اللہ سے پورش تو اللہ کا حکم مان کر لیں گے۔ جب یہ بات ہے کہ کمائی سے پورش نہیں ہو رہی ہے، تو پھر کیوں کمایا جائے، تو پہلے نماز سے پورش لو۔ لیکن نماز کے بعد دو راستے ہیں

کمائنا

اور نہ کمائنا

اگر کوئی نہ کمائے اور صرف نماز پڑھ کر اللہ سے لے، تو بھی ٹھیک ہے۔ پر اس میں شرط صرف یہ ہے، کہ اگر نہ کمائے، تو کسی مخلوق کا مال نہ دبانا،

کسی کے سامنے اپنے حال کا اظہار نہ کرنا،
 کسی سے سوال نہ کرنا،
 اشراف نہ کرنا،
 تکلیف ہوئے تو جزع فزع نہ کرنا،
 ہر حال میں اللہ سے راضی رہنا،
 اگر یہ باتیں اندر پیدا ہو جائیں، تو کمائی کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کی مثال کے لیے
 چاروں سلسلے کے اولیاء اللہ ہیں،
 حضور ﷺ ہیں،
 حضرت عیسیٰ ہیں،
 اصحاب صفحہ ہیں

اور اسی طرح لاکھوں مثالیں ہیں جنہوں نے صرف نماز سے اپنی پرورش کا کام چلایا ہے۔
 اس لیے اگر نہ کمانا ہو تو غصب، اشراف، سوال، جزع فزع اور گھبراہٹ نہ ہو ہاں اگر کماتے ہو تو
 اس کی بنیاد یہ ہے کہ کمائی سے پرورش نہیں ہوگی۔ اللہ سب کچھ نماز سے دیں گے۔ میں پرورش
 کے لیے نہیں کماوں گا بلکہ حضور ﷺ کے طریقہ کمائی میں چلا نا ہے۔ ہم کمائی کے شعبوں میں اللہ
 کے حکموں کو پورا کرنے جا رہے ہیں، ہمیں یہ یقین یہ کہنا ہے کہ اللہ پال رہے ہیں اس لیے اللہ
 کے حکموں کو توڑ کر نہیں کمانا ہے، اب جو چیزیں حلال ہیں ان سے کمانے کے دو طریقے ہیں ان
 میں ایک طریقہ حلال ہے اور ایک طریقہ حرام ہے۔ کہ سور، کتا، بیلی، وغیرہ کا کھانا حرام ہے اور
 بکری، گائے، مرغی اور ہرن حلال ہے۔ ان حلال میں بھی حلال اور حرام بنے گا۔ اگر ”بِسْمِ اللَّهِ
 أَكْبَرُ“ کہہ کر ذبح کیا ہے، تو یہ حلال ہے اور اگر ”بِسْمِ اللَّهِ أَكْبَرُ“ نہیں کہا ہے تو پھر
 یہ حرام ہے، اگر ”بِسْمِ اللَّهِ أَكْبَرُ“ کہا پر بجائے گردن پر چھری پھیرنے کے پیٹ سے کاتا
 تو حرام، کیونکہ طریقہ غلط تھا، اس لیے اگر کمانا ہے تو مسائل کی پابندی کے ساتھ کماو، اس لیے کہ جو
 بات نماز میں کہی، وہی کمائی میں کہو کہ ”الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ“ کہ جب اس طرح سے ہماری

کمائی ہوگی، تو دنیا میں چمکنا اور پھلنا پھولنا ہوگا۔ زلزلہ، سیلاپ یا بسواری ہو، پر ہماری دوکان اور گھر کا باب بیکانہ ہوگا، کیونکہ اللہ کے محبوب کا طریقہ ہے۔ چاہے دوکان مٹی کی ہو، اگر حضور ﷺ کا طریقہ ہے، تو ایم بم سے زیادہ طاقتور ہے۔

(حضرت جی کی یادگار تقریبیں)

”بَلَالْ بَارِكَ لَا هُوَ“ سے صدائے ایمان

اسی طریقہ اپنے انتقال سے اٹھا رہ گھٹٹے پہلے یعنی ۱۹۶۵ء ”بَلَالْ بَارِكَ لَا هُوَ“ میں مغرب کی نماز کے بعد حضرت مولانا یوسف صاحبؒ نے جو بیان فرمایا، اسے بھی یونچ لکھا جا رہا ہے تاکہ کسی طرح یہ باتیں ہماری سمجھ میں آجائے۔ حضرت نے فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَاتَلُوا رَبَّنَا اللَّهَ ثُمَّ أَسْتَقَامُوا تَسْتَرَّ عَلَيْهِمُ الْمَلِكَةُ إِلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزُنُوا وَابْشِرُوا بِالْحَسَنَةِ الَّتِي تُوَعَّدُونَ نَحْنُ أَوْلَيَاءُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشَتَّتَيْ فَنفْسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَعُونَ تُرْزَلًا مِنْ عَفْوِ رَحْمَنِ﴾ (حمدہ: ۳۰-۳۲)

اللہ رب ہے یہ لفظ نہیں، بلکہ ایک محنت ہے، جس طرح کوئی شخص اگر یہ کہے، کہ میں دوکان سے پلتا ہوں، یا کھیتی سے، یا ملازمت، یا حکومت سے پلتا ہوں، تو یہ کہنا، لفظ نہیں ہے بلکہ محنت ہے، اتنا کہنے کے بعد محنت شروع ہو جاتی ہے، کہ زمین خریدتا ہے بل چلاتا ہے، بیج ڈالتا ہے، پانی لگاتا ہے۔ غرض اس لفظ کے پیچھے ایک لمبی چوڑی محنت کی زندگی ہے۔ ٹھیک اسی طرح جب کوئی یہ کہے کہ ہمارے رب اللہ ہیں، تو صرف یہ کہہ کر بات ختم نہیں ہوئی، بلکہ شروع ہوئی کہ جب اللہ پالنے والے ہیں تو غیروں سے پلنے کا یقین دل سے نکالیں، یہ پہلی محنت ہوئی کہ میں زمین و آسمان اور اس کے اندر کی چیزوں سے نہیں پلتا، بلکہ اللہ سے پلتا ہوں۔ ان کو محنت کر کے دل کا یقین بناؤ۔ اس یقین کو رگ و ریشہ میں اتارنے کے لیے محمد ﷺ کی زندگی اور اپنا طریقہ ہے۔

”اللہ سے پلتا ہوں“ اس بول کی حقیقت دل میں اتارنے کے لیے ملک و مال، تجارت و کھینچ کی محنت نہیں ہے، بلکہ اس لفظ پر نبیوں والی محنت اور حضور ﷺ والی محنت کرنی ہوگی، یعنی محنت کر کے

اس حقیقت تک پہنچو، کہ ہمیں سید ہے سید ہے اللہ سے پلنا ہے، اللہ کو پالنے میں کھیتی اور دوکان کی ضرورت نہیں ہے، وہ اپنے حکموں سے پالتے ہیں۔ اگر یہ حقیقت دل میں پیدا ہو جائے، تو امر یکہ اور روں بھی تمہاری جو تیوں میں ہو گا۔ بس شرط اتنی ہے کہ یہ صرف زبان کے بول نہ ہوں، بلکہ دل کے اندر کی حقیقت ہوں، اس کے لیے حضور ﷺ کے طریقے پر محنت کرو۔ اللہ تربیت کرنے والے ہیں اللہ کو معبود بنا کر اللہ کی عبادت کر کے پلنا ہے۔ اگر عبادت سے پلنے پر محنت کرو گے تو دل میں اترے گا، عبادت نماز ہے نماز تمہارے استعمال کا اپنا طریقہ ہے۔ زمین یا موڑ یا جانوروں کے طریقے کا نام نماز نہیں ہے۔ بلکہ اپنی آنکھ، زبان، کان، ہاتھ، پیر اور دماغ کو اس طرح استعمال کرنا سیکھو، جس طرح حضور ﷺ نے استعمال کیا ہے۔ نماز کیا ہے؟ نماز کائنات سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے دونوں دنیا میں لینے کے واسطے ہمارے اپنے جسم کے استعمال کا طریقہ ہے۔ یہ نماز ہے ہم کو صرف اللہ پالے گا، بس ہمارے اپنے جسم کا استعمال حضور ﷺ کے طریقے پر ہو جائے۔

(حضرت جی کی یادگار تقریریں)

ایک موقع پر حضرت مولانا یوسف صاحبؒ نے یہ بھی فرمایا: کہ لوگوں کو یہ دھوکہ لگا ہے، کہ میں چیزوں سے پلتا ہوں، اللہ رب العزت چیزوں سے نہیں پالتے بلکہ ہر ایک کو اپنی قدرت سے پال رہے ہیں۔ اللہ کی قدرت سے فائدہ اٹھانے کے لیے عبادت ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو ظاہر کے خلاف، عمل کر کے دعا مانگ کر اللہ کی قدرت کے ذریعہ اپنے سارے مسئلوں کو حل کرنا سکھایا تھا۔ اللہ کی قدرت سے فائدہ حاصل کرنے کے لیے اللہ کی ذات اور صفات کا یقین، اللہ کی عبادت اور اللہ کے بندوں سے ہمدردی خدمتِ خلق اور اخلاقِ عمل کے ذریعہ صحابہؓ کو دعا کی قوت حاصل ہو گئی تھی۔ دعا ایک ایسی بنیاد ہے کہ مال سے تو تم ناکام ہو سکتے ہو، لیکن تم

مالدار ہو یا مفلس

امیر ہو یا فقیر

حاکم ہو یا ملکوم

پیار ہو یا تندرست

ہر صورت میں اللہ تعالیٰ تم کو دعا کے ذریعہ ضرور کامیاب کرے گا۔ چنانچہ حضور ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو دعا کے راستے اپنی ضرورتوں کا پورا کرنا خوب اچھی طرح سکھلا یا تھا۔ انفرادی اور اجتماعی دونوں مسئللوں میں ان کی دعا میں خوب چلا کرتی تھیں۔

(حضرت جی کی یادگار تقریریں)

میرے دوستو! آج ہمیں ایمان کے سیکھنے کی ضرورت اس لینے ہیں ہے اور ہم ایمان کو اس لینے ہیں سیکھ رہے ہیں کیوں کہ ہمارے سارے کام پیسے سے ہو رہے ہیں۔ اس لیے مال کو کمانا سیکھنا اور پھر مال کا کمانا، یہی ہماری زندگی کا مقصد بن گیا ہے۔

بخاری شریف کی حدیث ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ خدا کی قسم! مجھے تمہارے اوپر فقر اور فاقہ کا خوف نہیں ہے، بلکہ اس کا خوف ہے کہ تم پر دنیا کی وسعت ہو جائے، جیسا کہ تم سے پہلی امتوں پر ہو چکی ہے، پھر تمہارا بھی اس میں دل لگنے لگے جیسا کہ ان کا لگنے لگا تھا، پس یہ چیز تمہیں بھی ہلاک کر دے گی، جیسا کہ پہلی امتوں کو کر چکلی ہے۔

بڑے شرم کی بات ہے، کہ جس چیز کو ہمارے پیارے نبی محمد ﷺ نے اس امت کا فتنہ بتایا ہو، اسی چیز کو آج ہم مسلمانوں نے اپنارب اور معبد بنایا ہوا ہے۔ اب ہمیں کیسے پتہ چلے کہ ہم نے مال کو معبد بنایا ہوا ہے؟ تو اس بات کو جاننا بہت آسان ہے۔ کیسے؟ تو وہ اس طرح سے کہ جب تم اپنے گھر میں داخل ہو اور تمہارے گھروالے تم سے کہیں کہ گھر میں آٹا ختم ہو گیا، جاؤ آٹا لے کر آؤ تم تمہیں فوراً پیسہ کا خیال آئے گا، جس جیب میں ہیں اس جیب کا خیال آئے گا، جیب میں نہیں ہیں الماری میں ہیں تو الماری کا خیال آئے گا، اگر الماری میں نہیں ہیں، بینک میں ہیں تو بینک کا خیال آئے گا۔ غرض یہ کہ ہر چیز کا خیال آئے گا۔ پر رب کا خیال نہ آئے گا۔ اب فیصلہ کرو ہم نے کے اپنا رب بنایا ہوا ہے؟!! تو پتہ یہ چلے گا کہ حضور ﷺ کی بات چی، کہ ہم نے مال ہی کو اپنارب بنایا ہوا ہے اور اسی کو حاصل کرنے کے لیے ہمارا جینا اور مرننا ہے، ہم اپنی زبانوں سے تو یہ کہتے ہیں کہ

چیوٹی سے لے کر جریل تک
 زمین سے لے کر آسمان تک
 ذرے سے لے کر پھاڑ تک
 قطرے سے لے کر سمندر تک
 کسی سے کچھ نہیں ہوتا، پر دلوں کے اندر مال کا یقین بیٹھا ہوا ہے، کہ کرنے والی ذات تو
 اللہ ہی ہے، پر مال کے بغیر کچھ نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ مال سے چیزیں اور سامان ملے گا اور چیزوں
 اور سامان سے کام بنے گا۔ حالانکہ یہ ساری دنیا مردار ہے تو بھلا مردے سے کیا ہوگا؟ یہ سوچنے
 والی بات ہے کہ خبر حضور ﷺ نے دی ہے کہ یہ ساری دنیا مردار ہے اور
 اس کو چاہنے والے
 اس کو پانے والے
 اس کو حاصل کرنے والے
 اور اس کی طلب رکھنے والے
 کہتے ہیں۔ اس لیے کہ مردار کو کتوں کے علاوہ اور کوئی پسند نہیں کرتا۔
 میرے دوستو! جس کائنات کو بنانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھر دوبارہ اسے دیکھانہ ہو،
 آج ایمان نہ سکھنے کی وجہ سے ہم نے اسی سے اپنے مسئللوں کو جوڑ لیا۔
 حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: کہ کوئی بندہ اللہ کے یہاں چاہے جتنی عزت و شرف والا
 ہو، لیکن جب دنیا کی کوئی چیز یا سامان اسے ملتا ہے تو اس چیز کے لینے کی وجہ سے اللہ کے یہاں
 اس کا درجہ کم ہو جاتا ہے۔

(حلیہ: ۳۰۶)

تمہارے ساتھ وہ ہوگا جو انبیاء اور صحابہ کے ساتھ ہوا
 میرے دوستو! جب ہم ایمان کو سکھتے ہوئے دعوت کے عالمی تقاضوں کو پورا کرتے
 ہوئے، اپنے جسم کے اعضاء کو اللہ کی مرضی پر استعمال کریں گے، جس طرح حضور ﷺ نے
 استعمال کر کے دکھایا ہے، تو پھر وہ ہوگا، جو انبیاء اور صحابہ کے ساتھ ہوا ہے۔ کہ

بنی اسرائیل کو چالیس (۲۰) سال تک من اور سلوی آسمان سے اتار کر دکھلایا۔

مریم بن عمران کو ان کے کرے میں آسمان سے پھل اتار کر دکھلایا۔

بنی اسرائیل کو پتھر سے بارہ چشمے نکال کر پانی پلایا۔

موسیٰ کو جب ان کی ماں نے لکڑی کے صندوق میں بند کر کے دریائے نیل میں بھا دیا تو تین دن اور تین رات تک انھیں کے ہاتھوں کے انگوٹھوں سے دودھ اور شہد نکال کر پلایا۔

عیسیٰ کے حواریین کو تھال میں رکھ کر آسمان سے پکا ہوا کھانا اتار کر دکھلایا۔

ابراہیم کو جب نمرود نے آگ میں پھینکا تو آگ کو باغ بنا کر چالیس (۲۰) دن تک باہر سے نظر آنے والی اس آگ کے اندر ہی آسمان سے کھانا اتار کر دکھلایا۔

ابراہیم کے مقابلے پر آئے ہوئے نمرود اور اس کی فوج کو مچھروں سے ہلاک کرایا۔

ابرہم کے لئکر کو چڑیوں سے کنکریاں پھکو کرتباہ کر کے دکھلایا۔

بنی اسرائیل کو دریائے نیل میں راستہ بننا کر نکالا۔

یوسف کو غلام سے بادشاہ بنایا۔

اسماعیل کے لیے زمزم کو نکالا۔

ایوب کے سڑے ہوئے جسم کو صحیح سالم بنایا۔

عیسیٰ کو دشمن سے بچا کر آسمان پر اٹھایا۔

صالحؑ کی قوم کے لیے پہاڑ سے اونٹی نکالا۔

یونسؑ چالیس (۲۰) دن مچھلی کے پیٹ میں رکھ کر باہر نکالا۔

داوودؑ کے ہاتھوں میں لو ہے کوموم بنایا۔

سلیمانؑ کو تمام مخلوق پر بادشاہ بنایا

زکریاؑ کو بڑھاپے میں اولاد عطا فرمایا۔

موسیٰ کی لاخی کو جادو گروں کے سامنے سانپ بنایا۔

ابراہیم کی بیوی سارہؓ کی عزت بچانے کے واسطے فرعون کے جسم کو پتھر کا بنایا۔
بنی اسرائیل کے چہروں کو سورا اور بندر بنایا۔
نوحؓ کی قوم کو سیاہ میں غرق کر کے دکھلایا۔

میرے دوستو! اگر ہم لوگ بھی اللہ کے حکموں کو مضبوطی سے پکڑ لیں تو اللہ رب العزت
ظاہر کے خلاف اپنی قدرت سے ہماری تمہاری ضرورتوں کو بھی پورا کرے گا۔ کہ
کبھی تمہاری ضرورت کی چیزوں کو دوسروں سے ہدیہ دلا کر پورا کرائے گا۔
کبھی حضرت مقدادؓ کی طرح چوہے سے سونا (اشرفی) بھجوائے گا۔
کبھی امِ ایمنؓ کی طرح آسمان سے پانی کا بھرا ذول اتارے گا۔
کبھی حضرت خبیبؓ کی طرح بند کمرے میں آسمانوں سے اتار کر انگور کھلائے گا۔
کبھی تمہاری چکلی سے آنانکال کر کھلائے گا۔
کبھی امِ سائبؓ کی طرح تمہارے مردہ بیچے کو زندہ کرے گا۔
کبھی عبداللہ بن جحشؓ کی طرح ہاتھ میں پکڑی ہوئی ٹہنی کو تلوار بنائے گا۔
کبھی طفیل بن عمر و دوستؓ کی طرح تمہارے کوڑے میں روشنی داخل کرے گا۔
کبھی سعد بن وقارؓ کی طرح تمہارے لیے دریا کو مسخر کرے گا۔
کبھی تمیم داریؓ کی طرح تمہارے لیے آگ کو مسخر کرے گا۔
کبھی حضرت عمرؓ کی طرح تمہاری بھی آواز تین (۳۰۰) سو میل دور پہنچائے گا۔
کبھی علاء حضرتیؓ کی طرح تمہارے لیے سمندر کو مسخر کرے گا۔
کبھی حزہ بن عمرو اسلمی کی طرح تمہارے ہاتھ کی انگلیوں سے تارچ کی طرح روشنی نکالے گا۔
کبھی حضرت سفینہؓ کی طرح شیر سے رہبری کرائے گا۔
کبھی صحابہ کی سمندر سے عنبر مچھلی بھیجے گا۔
کبھی حضرت ابو معلق کی طرح تمہارے دشمن کو ہلاک کرنے کے لیے چوتھے آسمان کے

فرشتے کو بھیجے گا۔

کبھی زید بن حارثہؓ کی طرح تمہارے لیے بھی ساتویں آسمان سے فرشتے کو اتار کر تمہاری مدد کے لیے بھیجے گا۔

کبھی حضرت امامہؓ کی طرح تمہارے کمرے میں تین سو (۳۰۰) اشرفتی اتارے گا۔

کبھی بدر اور احمد کی طرح تمہارے لیے بھی آسمانوں سے فرشتوں کو اتارے گا۔

کبھی ابو ہریرہؓ کی طرح تمہارے بھی تو شہد ان سے پچیس (۲۵) سال تک کھجوریں نکال کر کھلائے گا۔

کبھی عکاشہ بن محسنؓ کی طرح تمہاری بھی لکڑی کو توار بنادے گا۔

کبھی رات کے اندر ہیرے میں میں ایک صحابی کی طرح تمہاری لامبی سے روشنی نکال کر مارچ کی کمی کو پورا کرے گا۔

کبھی ابی بن کعبؓ کی طرح بارش کے پانی سے سفر کے دوران بھیگنے سے بچائے گا۔

کبھی خالد بن ولیدؓ کی طرح تمہارے کہنے پر شراب کو سر کر کے بنائے گا۔

کبھی حضرت عوفؓ کی طرح تمہیں دشمن کی قید سے رہی کوکھوں کر آزاد کرائے گا۔

کبھی ہشام بن عاصیؓ کی طرح دشمن کے حملہ میں ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَكْبَرُ“ کے کہنے پر اس کا بالا خانہ ٹوٹ کر گرجائے گا۔

غیبی نظام

﴿وَمَا يَعْلَمُ حُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوُ، وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْبَشَرِ﴾

”تمہارے رب کے لشکروں (فرشتوں) کو تمہارے رب کے سوا کوئی نہیں جانتا“ (مدرس: ۳۱: ۳)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ نے جو فرشتے پیدا

فرمائے ہیں، ان میں غور و فکر کرو۔

(تفسیر کشاف۔ حدیث: ۱۱۹۳)

حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: ساتوں آسمانوں میں ایک بالشت کے برابر بھی کوئی ایسی جگہ نہیں ہے، جہاں پر فرشتے نہ ہوں۔ کوئی قیام میں، کوئی رکوع میں اور کوئی سجدے میں ہے۔ پس جب قیامت کا دن ہوگا، تو سب مل کر عرض کریں گے (اے اللہ!) آپ کی ذات پاک ہے، ہم نے آپ کی عبادت اس طرح نہیں کی، جس طرح آپ کی عبادت کرنے کا حق تھا۔ ہاں، یہ ضرور ہے کہ ہم نے آپ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں شہریا۔

(ابن ابی حاتم)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: اللہ کی مخلوق میں فرشتوں سے زیادہ کوئی مخلوق نہیں ہے۔ زمین پر کوئی بھی ایسی چیز نہیں اگتی، جس کے ساتھ ایک موکل فرشتہ نہ ہوتا ہو۔

(ابو شیخ)

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نور سے پیدا کیا، پھر اس میں روح ڈالی۔ پس فرشتے پیدائش کے اعتبار سے کبھی سے بھی چھوٹے ہیں، پران کی تعداد گنتی کے اعتبار سے ہر چیز سے زیادہ ہے۔

(مندرجہ باز)

حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں، کہ رسول اللہ نے فرمایا: معراج میں جب میں اور جبریل پہلے آسمان پر پہنچوئے تو وہاں اسماعیل نام کا ایک فرشتہ ملا، جو پہلے آسمان کے فرشتوں کا سردار ہے۔ اس کے سامنے ستر ہزار (۷۰۰۰) فرشتے ہیں۔ ان میں سے ایک کے ساتھ میں ایک ایک لاکھ فرشتوں کی جماعت ہے۔

(ابن ابی حاتم)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا۔

جنتات کو بھڑکتی آگ سے پیدا کیا گیا۔

آدم کو اس چیز سے پیدا کیا گیا ہے، جس کی صفت اللہ تعالیٰ نے تم سے بیان فرمائی ہے۔ (یعنی مٹی سے)

(مسلم: کتاب الزهد)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ”ملک الموت“ کو انسانوں کی روح نکالنے کا کام سونپا گیا ہے۔ جنتات کے لیے اور فرشتے مقرر ہیں۔ شیطانوں، پرندوں، مچھلیوں اور چیونٹیوں کی روح نکالنے کے لیے دوسرے فرشتے مقرر ہیں۔

(زوہیر فی تفسیریہ)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ (ایک بار ہم لوگوں پر) بادل نے سایہ کیا، تو ہم نے اس سے (بارش کی) امید کی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو فرشتہ بادلوں کو چلاتا ہے وہ ابھی حاضر ہوا تھا، اس نے مجھے سلام کیا اور بتلایا کہ وہ اس بادل کو وادی یکن کی طرف لے جا رہا ہوں، اس جگہ کا نام زرع ہے۔ جہاں اس کا پانی برسے گا۔

(ابوعوان)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں یہودی لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے اے محمد! ہمیں بتلائیے یہ ”رعد“ کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”رعد“ اللہ کے فرشتوں میں ایک فرشتہ ہے، جو بادلوں کا گمراہ ہے۔ اس کے ہاتھ میں آگ کا کوڑا ہے، جس سے بادلوں کو تنبیہ کرتا ہے۔ اور جہاں کا اللہ تعالیٰ اسے حکم دیتے ہیں، وہاں (بادلوں کو) لے جاتا ہے۔ ”برق“ اس فرشتے کا بادل کو کوڑا مارنا ہے۔ یہودیوں نے کہا، آپ نے چج فرمایا۔

(احمد، ترمذی)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ”رعد“ وہ فرشتہ ہے، جو بادلوں کو تنبیہ سے چلاتا ہے، جس طرح اونٹوں کو گا کر ہانکنے والا ہے کاتا ہے۔ اسی طرح وہ بادلوں کو ڈانٹتا ہے، جس طرح چروہا اپنی بکریوں کو ڈانٹتا ہے۔

(ابن مذہر، ابن الجینی)

حضرت ابن عمرؓ سے ”رعد“ کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ”رعد“ کو بادلوں کے چلانے کی ذمہ داری سپرد کی ہے۔ پس جب اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتے ہیں کہ کسی بادل کو کسی جگہ بھیجیں تو رعد کو حکم فرماتے ہیں اور وہ بادلوں کو چلا کر وہاں لے جاتا ہے اور جب بادل بکھرتا ہے تو اپنی آواز سے ڈانٹا ہے، یہاں تک کہ وہ پھر مل جاتا ہے، جس طرح تم میں سے کوئی آدمی اپنی رکابوں کو جمع کرتا ہے۔

(ابو شخ)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ملک الموت جو سارے زندہ انسانوں کی روح نکالتا ہے وہ ساری زمین والوں پر اس طرح مسلط ہے، جس طرح سے تم میں سے ہر ایک آدمی اپنی ہتھی پر مسلط ہوتا ہے، ملک الموت کے ساتھ رحمت اور عذاب دونوں قسم کے فرشتے ہوتے ہیں، جب کسی پاکیزہ نفس کو وفات دیتا ہے تو اس کے پاس رحمت والے فرشتے بھیجتا ہے اور نافرمان کی روح نکالنے کے لیے اس کی طرف عذاب کے فرشتے بھیجتا ہے۔

(زوہیر)

حضرت کعبؐ فرماتے ہیں کہ انسان اس وقت تک نہیں روتا، جب تک کہ اس کے پاس ایک فرشتہ نہیں بھیجا جاتا۔ وہ فرشتہ آ کر اس کے ہنگام پر اپنا پر رکھتا ہے، اس کے پر رکھنے سے انسان رونے لگتا ہے۔

(ابن عساکر)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کچھ فرشتے ایسے بھی ہیں، جو پیڑوں سے گرنے والے پتک کو لکھتے رہتے ہیں۔ سو! تم میں سے جب کوئی کسی علاقے میں راستہ بھٹک جائے اور کوئی مددگار نہ ملے تو اسے چاہیے کہ یہ ندا آواز سے یہ کہے:

”اے اللہ کے بندو! ہماری مدد کرو!“

اللہ تم پر حم فرمائے“
تو اس کی مدد کی جائے گی۔

(طرافی)

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں، کہ سمندر ایک فرشتے کی گرفت میں ہیں۔ اگر وہ اس سے غافل ہو جائے، تو اس کی موجیں زمین پر ٹوٹ پڑیں۔

(ابن ابی حاتم)

حضرت زمرہ بن حبیبؓ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں، کہ کسی بندے کے عمل کو لے کر فرشتے جب آسمان پر پہوچتے ہیں، جسے وہ بڑا اور پاکیزہ سمجھتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف وحی فرماتے ہیں کہ تم میرے بندوں کے عمل کے نگراں ہو، لیکن ان کے دلوں میں کیا ہے، یہ صرف میں جانتا ہوں۔ میرے بندے نے یہ عمل میرے لیے نہیں کیا ہے۔ اس لیے یہ عمل تین (ساتویں زمین کے نیچے ایک عالم ہے) میں پھینک دو۔ اسی طرح کسی اور بندے کا عمل لے کر جب فرشتے آسمان پر پہوچتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف وحی فرماتے۔ کہ تم عمل کے نگراں ہو، لیکن اسکے دل میں کیا ہے؟ یہ میں جانتا ہوں۔ اس عمل کوئی گناہ کر دو اور اسے علیتیں میں اس کے لیے رکھ دو۔

(در منثور: ۲-۳۲۵)

حضرت حظلهؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت حظلهؓ سے فرمایا: اگر تمہارا حال ویسا رہے، جیسا میرے پاس رہنے پر ہوتا ہے، یا ہر وقت تم اللہ کے ذکر میں مشغول رہو، تو فرشتے تمہارے بستروں پر اور تمہارے راستوں میں تمہارے پاس جا کر تم سے مصافحہ کرنے لگیں، لیکن ”اے حظله!“ یہ کیفیت دھیرے دھیرے پیدا ہوتی ہے۔

(مسلم)

حضرت ام عصمه او شیہؓ سے روایت ہے کہ آپؓ نے فرمایا: کوئی مسلمان جب گناہ کرتا ہے، تو گناہ لکھنے والا فرشتہ جو اس کے کندھے پر موجود ہے، وہ گناہ کو لکھنے سے تین گھنٹی تھہر جاتا ہے، تاکہ گناہ کرنے والا شاید اس درمیان توبہ کر لے۔

(متدک حاکم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپؓ نے فرمایا: جب تم مرغے کی آواز سنو تو اللہ

تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرو، کیوں کہ مرغے فرشتوں کو دیکھ کر آواز دیتے ہیں اور جب تم گدھوں کی آواز سنو تو شیطان سے اللہ کی پناہ مانگو، کیونکہ گدھے شیطان کو دیکھ کر بولتے ہیں۔

(بخاری)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آپؓ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی سونے کے لیے بستر پر جاتا ہے تو ایک فرشتہ اور ایک شیطان اس کے پاس آتا ہے۔ شیطان کہتا ہے کہ اپنے جانے کے وقت کو برائی پر ختم کر، اور فرشتہ کہتا ہے کہ اسے بھلائی پر ختم کر۔

اب اگر وہ اللہ کا ذکر کر کے سویا ہے، تو شیطان اس کے پاس سے چلا جاتا ہے اور ایک فرشتہ رات بھر اس کی حفاظت کرتا رہتا ہے۔

پھر جب وہ ہو کر اٹھتا ہے، تو پھر سے ایک فرشتہ اور ایک شیطان اس کے پاس آتے ہیں۔ شیطان اس سے کہتا ہے کہ اپنے جانے کو برائی سے شروع کر اور فرشتہ کہتا ہے کہ اپنے دن کو بھلائی سے شروع کر۔

(منhadم)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آپؓ نے فرمایا: ”صور“ پھونکنے والا فرشتہ اسرافیلؓ ”صور“ کو اپنے منہ میں رکھے ہوئے پیشانی جھکا کر اس بات کا انتظار کر رہا ہے کہ کب اسے صور کے پھونکنے کا حکم ملے اور وہ صور کو پھونک دے۔

(کنز العمال: ۷۔ ۲۷۰)

حضرت علیؓ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے پانی کے خزانے پر ایک فرشتہ مقرر کر رکھا ہے۔ اس فرشتے کے ہاتھوں میں ایک پیانہ ہے، اس پیانے سے گزر کر ہی پانی کی ہر بوندز میں پر آتی ہے۔ لیکن حضرت نوحؐ کے طوفان والے دن ایسا نہ ہوا بلکہ اللہ نے سیدھے پانی کو حکم دیا اور پانی کو سنبھالنے والے فرشتے کو حکم نہ دیا۔ جس پر وہ فرشتے پانی کو روکتے رہ گئے، لیکن پانی نہ رکا۔

(کنز العمال: ۱۔ ۲۷۳)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آپؓ نے فرمایا شب قدر کی رات کو اللہ تعالیٰ جریلؓ کو حکم فرماتے ہیں کہ زمین پر جاؤ!

جبریلؑ فرشتوں کی ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ زمین پر اترتے ہیں۔ ان کے ساتھ ایک ہرے رنگ کا جھنڈا ہوتا ہے، جس کو یہ کعبہ شریف کے اوپر لگاتے ہیں۔ پھر اپنے ساتھ آئے ہوئے فرشتوں سے کہتے ہیں، کہ تم لوگ ساری دنیا میں پھیل جاؤ اور جہاں پر بھی جو مسلمان آج کی رات میں کھڑا ہو یا بیٹھا، نماز پڑھ رہا ہو یا ذکر کر رہا ہو، تو اس کو سلام کرو اور مصافحہ کرو اور ان کی دعاوں پر آمین کو۔ صبح تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ پھر جب صبح ہو جاتی ہے تو جبریلؑ آواز دیتے ہیں ”اے فرشتوں کی جماعت اب والپس آسمان کی طرف چلو، تو سارے فرشتے جبریلؑ کے ساتھ آسمان پر واپس چلے جاتے ہیں۔

(مکلوہ شریف۔ ۲۰۶)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، جمک کے دن فرشتے مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہو کر، مسجد میں آنے والوں کا نام لکھتے رہتے ہیں۔ لیکن جب خطبہ شروع ہوتا ہے، تب فرشتے نام لکھنا بند کر کے خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

(بخاری)

حضرت معاویہؓ نے فرمایا جب نماز کی صافیں کھڑی ہوتی ہیں، تو آسمانوں کے، جنت کے اور جہنم کے دروازے کھول دیتے جاتے ہیں۔ جنت کی بھی حوریں زمین پر جھانکتی ہیں۔

(یعنی: ۵: ۲۸۲)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص نماز کے انتظار میں رہتا ہے، فرشتے اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں۔

(بخاری)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب نماز کا وقت ہوتا ہے۔ اس وقت ایک فرشتہ اعلان کرتا ہے کہ ”اے آدم کی اولاد! انہوں اور جہنم کی جس آگ کو تم نے اپنے گناہوں کے وجہ سے جلا رکھا ہے اسے بجھالو۔“

(طرابی)

حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا، جو شخص نماز کی حفاظت کرے اور اوقات کی پابندی کے ساتھ

اس کا اہتمام کرے تو فرشتے اس شخص کی حفاظت کرتے ہیں۔

(منہات)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جب بندہ مسواک کر کے نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے، تو ایک فرشتہ اس کے پیچھے آ کر کھڑا ہو جاتا ہے، اور اسکی قرأت خوب دھیان سے سنتا ہے، پھر اس کے بہت قریب آ جاتا ہے، یہاں تک اس کے منہ پر اپنا منہر کھدیتا ہے۔ قرآن کا جو بھی لفظ اس نمازی کے منہ سے نکلتا ہے، سیدھا فرشتے کے پیٹ میں پہنچتا ہے۔

(بزار)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپؓ نے فرمایا: جب نماز کے لئے اذان دی جاتی ہے، تو شیطان اونچی آواز میں رتک خارج کرتے ہوئے پیچھے پھیر کر بھاگ جاتا ہے۔ اذان کے ختم ہونے پر واپس آ جاتا ہے، جب اقامت کہی جاتی ہے، ہو پھر بھاگ جاتا ہے۔ اقامت ہو جانے پر پھر واپس آ جاتا ہے، تاکہ نمازی کے دل میں وسوسہ ڈالے۔ نمازی کو کبھی کوئی بات یاد کرتا ہے، تو کبھی کوئی بات، ایسی ایسی باتیں یاد دلاتا ہے، جو باقی نمازی کے نماز سے پہلے یاد نہیں، یہاں تک کہ نمازی کو یہ بھی خیال نہیں رہتا، کہ کتنی رکعتیں ہوئی ہیں۔

(مسلم)

حضرت ابو مامہؓ سے روایت ہے کہ آپؓ نے فرمایا: نماز کی صفوں کو سیدھا کھا کرو، کاندھوں کا ندھوکی سیدھی میں رکھا کرو، صفوں کو سیدھا رکھنے میں اپنے بھائیوں کیلئے نرم بن جائیا کرو اور صفوں کے نیچے میں خالی پڑی جگہ کو بھر لیا کرو، کیوں کہ شیطان صفوں میں خالی جگہ دیکھ کر بھیڑ کے پچے کی طرح نیچے میں گس آتا ہے۔

(طرانی)

حضرت ابو داؤس سے روایت ہے کہ آپؓ نے فرمایا، جس گاؤں یا جنگل میں تین آدمی ہوں اور وہاں جماعت سے نماز نہ ہوتی ہو، تو ان لوگوں پر شیطان غالب ہو جاتا ہے، اسلئے جماعت سے نماز پڑھنے کو ضروری سمجھو، بھیڑ یا کیلے بکری کو کھا جاتا ہے۔ (اور آدمیوں کا بھیڑ یا شیطان ہے)۔

(ابوداؤس)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپؓ نے فرمایا تم میں سے جب کوئی شخص سوتا ہے تو شیطان اس کی گذاری پر تین گرہیں لگادیتا ہے اور ہر گرہ پر یہ پھونک دیتا ہے ”سوتے رہو،“ ابھی رات بہت پڑی ہے۔ اگر انسان جاگ کر اللہ کا نام لیتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے۔ اگر وضو کر لیتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے پھر اگر تہجد پڑھ لیتا ہے تو تمام گرہیں کھل جاتی ہیں۔

(ابوداؤد)

حضرت عائشہؓ نے حضورؐ سے پوچھا کہ نماز میں ادھر ادھر دیکھنا کیسے ہے؟ ارشاد فرمایا یہ شیطان کا آدمی کو نماز سے اچک لینا ہے۔

(ترمذی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپؓ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی سورہ فاتحہ کے آخر میں آمین کہتا ہے تو اسی وقت فرشتے آسمان پر آمین کہتے ہیں جس شخص کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ کھل جاتی ہے تو اس کے پچھے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

(بخاری)

حضرت اولیس النصاریؓ سے روایت ہے کہ آپؓ نے فرمایا کی عید کی صبح اللہ تعالیٰ فرشتوں کو دنیا کے تمام شہروں میں بھیجتے ہیں۔ وہ زمین پر اتر کر تمام گلیوں اور راستوں میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور آواز دے کر کہتے ہیں، جسے انسان اور جنات کے علاوہ ساری مخلوق سنتی ہے کہ ”اے محمدؐ کی امت اس کریم رب کی بارگاہ کی طرف چلو، جو زیادہ عطا کرنے والا ہے۔ پھر لوگ عیدگاہ کی طرف جانے لگتے ہیں۔

(طرانی)

حضرت عمرؓ نے فرمایا نماز پڑھنے والے کے دامیں اور بامیں ایک ایک فرشتہ ہوتا ہے۔ پس اگر وہ (نمازی) اپنی نماز ایمان اور احتساب کے ساتھ ادا کیا تو یہ فرشتے نماز کو لیکر آسمانوں کے اوپر چلے جاتے ہیں اور اگر ناکمل ادا کیا تو نماز کو اس کے منہ پر مار دیتے ہیں۔

(ترغیب و تہذیب: ۱-۳۳۸)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا تمہارے پاس رات

کے فرشتے اور دن کے فرشتے آتے رہتے ہیں۔ یہ فجر اور عصر کی نماز کے وقت جمع ہوتے ہیں۔ پھر جنہوں نے تمہارے ساتھ رات گزاری تھی، وہ اپر چلے جاتے ہیں۔

(بخاری شریف)

حضرت ابوالیوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: بارک ہو، وضو میں خلال کرنے والے کو، مبارک ہو کھانے میں خلال کرنے والے کو۔ وضو میں خلال، کل کرنا، ناک میں پانی چڑھانا اور (ہاتھ پاؤں کی) انگلیوں کے درمیان خلال کرنا۔ اور کھانے میں خلال یہ ہے، کہ کوئی چیز کھانے کی دانتوں میں رہ جائے، تو اسکو صاف کرنا، کیوں کہ یہ ان دونوں فرشتوں کے لئے زیادہ تکلیف وہ ہے، کہ وہ اپنے ساتھی کے دانتوں میں کھانے کی کوئی چیز دیکھیں، جب وہ نماز پڑھ رہا ہو۔

(مصنف عبدالعزیز)

حضرت ابو ہریرہؓ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ دن کے کرماں کا تین الگ ہیں اور رات کے الگ۔ چونکہ دن کے فرشتے مغرب کی نماز کو انسان کو کامل طور پر ادا کرنے کے بعد ہی آسمان پر واپس جاتے ہیں۔ اس لئے اگر مغرب کی دور رکعت سنت میں دیر کی گئی، تو یہ ان فرشتوں پر بھاری ہو جاتی ہے۔ لہذا مغرب کی فرض ادا کرنے کے بعد ان سنتوں کی ادائیگی میں دیر نہ کیا کرو۔

(دیلیمی)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جو آدمی بغیر علم کے فتوے دیتا ہے۔ اس پر آسمان اور زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔

(ابن عساکر)

حضرت صفوانؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: علم سیکھنے والے کو مبارک باد دو، کیوں کہ علم سیکھنے والے کو فرشتے اپنے پروں سے گھیر لیتے ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اپر تلے جمع ہوتے ہوتے آسمانوں تک پہنچ جاتے ہیں۔

(طبرانی)

حضرت ابو امامہ گرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو

سارے انسانوں کی روح نکالنے لئے مقرر فرمایا ہے، سوائے سمندر میں شہید ہونے والوں کی روحوں کو اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے نکالتے ہیں۔

(ابن ماجہ: ۲۶۶۸)

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے فرمایا: اگر تم موت اور اسکے فیصلے کو جان، لوتو امید اور اسکے دھوکے سے نفرت کرنے لگو، کسی بھی گھر کے لوگ ایسے نہیں ہیں، کہ جن پر ملک الموت روزانہ تنبیہ نہ کرتا ہو۔ جب کسی کی عمر پوری ہو چکی ہوتی ہے، تو ملک الموت اس کی روح نکال لیتے ہیں، جب اس کے رشتہ دار، روتے ہیں، تو وہ کہتا ہے تم لوگ کیوں رورہے ہو؟ اللہ کی قسم نہ تو میں نے اس کی عمر میں سے کچھ کم کیا ہے، اور نہ ہی رزق میں سے میرا کوئی قصور نہیں ہے، مجھے تو تم لوگوں کے پاس بھی آنا ہے یہاں تک کہ تم میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑوں گا۔

(دیلمی)

حضرت زییر ابن العوامؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر صبح جب لوگ سو کر اٹھتے ہیں اس وقت ایک فرشتہ آواز دیتا ہے، کہ اے مخلوقات! تم سب اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنا شروع کرو۔

(مسند ابو یعلی)

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں، کہ میرے فلاں بندے کے پاس جاؤ اور اس پر یہ سخت مصیبت پڑ دو، تو اس کے پاس آتے ہیں اور اس پر مصیبت ڈال دیتے ہیں۔ وہ بندہ جب اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرتا ہے، تو یہ فرشتے لوٹ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ ہم نے اس پر مصیبت ڈال دی تھی، جس طرح آپ نے ہمیں حکم دیا تھا۔

تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں، واپس لوٹ جاؤ اور اس سے مصیبت ہٹا دو، کیوں کہ میں پسند کرتا تھا کہ اس کی آواز سنوں، کہ وہ اس مصیبت کے حال میں مجھے کس طرح یاد کرتا ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتے ہیں، کہ وہ میری تعریف ہی کرے گا، لیکن اس حالت میں اس

کی زبان سے شکر کا کلمہ کہلانا اور اس کا سننا مقصود ہے۔

(طرانی)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: رات کے آخری حصہ میں قرآن کی تلاوت کرنے پر فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

(ترمذی)

حضرت معلق بن یمارؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: سورہ بقر کی تلاوت کرنے پر اس کی ہر آیت کے ساتھ اسی فرشتے آسمان سے اترتے ہیں۔

(منداحمد)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: فرشتوں کی ایک ایسی جماعت ہے، جو صرف ذکر کے حلقوں کی تلاش میں رہتی ہے، جب وہ ذکر کے حلقوں کو پالیتی ہے، تو انھیں اپنے پروں سے ڈھانپ کر انہا ایک قاصد آسمان پر اللہ تعالیٰ کے پاس بھیتے ہیں۔ وہ فرشتے ان سب کی طرف سے عرض کرتا ہے۔ اے ہمارے رب! ہم آپ کے ان بندوں کے پاس آئے ہیں، جو آپ کی نعمتوں کی بڑائی کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، ان کو میری رحمت سے ڈھانپ دو فرشتہ کہتا ہے اے ہمارے رب ان کے ساتھ ایک گنہگار بندہ بھی بیٹھا تھا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اسکو بھی میری رحمت سے ڈھانپ دو، کیوں کہ یہ ایسی مجلس ہے کہ ان میں بیٹھنے والا کوئی بھی ہو، وہ محروم نہیں ہوتا۔

(بزار)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے گھر سے نکلتے وقت،
 ”بِسْمِ اللَّهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“
 کہہ کر نکلتا ہے، تو فرشتے اس سے کہتے ہیں، کہ تمہارے کام بنا دئے گئے اور ہر شر سے تمہاری حفاظت کی گئی۔ پھر شیطان اس سے دور ہو جاتا ہے۔

(ترمذی)

آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے بستر پر پہنچ کر آیت الکرسی پڑھ کر سو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ

اس کی حفاظت کے لئے فرشتے مقرر فرمادیتے ہیں جو رات بھر اسکی حفاظت کرتا رہتا ہے۔

(بخاری)

حضرت معقل بن یسائی سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص صبح کوتین بار، "أَعُوذُ بِاللَّهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَنِ الرَّجِيمِ" پڑھ کر سورہ حشر کی آخری تین آیت پڑھ لے،

تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ستر ہزار (۷۰۰۰) فرشتے مقرر کر دیتے ہیں، جو شام تک رحمت بھیجتے رہتے ہیں۔

(ترمذی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کسی گھر میں جیسے ہی آیت الکرسی پڑھی جاتی ہے، فوراً اس گھر سے شیطان نکل جاتا ہے۔

(ترغیب)

آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص گھر سے نکل کر، "بِسْمِ اللَّهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ" کہہ لے، تو شیطان ان بول کو سنکر اس کے پاس سے چلا جاتا ہے۔

(ترمذی)

آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کھانا کھانے پر "بِسْمِ اللَّهِ" نہ کہا تو شیطان کو اس کے ساتھ کھانے کا موقع مل جاتا ہے۔

(مشکوٰۃ شریف)

حضرت ابو ایوبؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص صبح دس مرتبہ چوہا کلکر پڑھ لیتا ہے، تو شام تک شیطان سے اس کی حفاظت ہوتی ہے اور اگر شام کو پڑھ لیتا ہے، تو صبح تک شیطان سے حفاظت ہوتی ہے۔

(ابن حبان)

حضرت ﷺ نے فرمایا: جو لوگ اللہ کے ذکر کے لئے کسی جگہ پر جمع ہوں اور ان کے جمع ہونے کی غرض اللہ کو خوش کرنا ہے، تو ایک فرشتہ آسمان سے پکار کر کہتا ہے، کہ تم لوگ بخش دیئے گئے اور تمہارے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیا گیا ہے۔

(طبرانی)

آپ ﷺ نے فرمایا: رمضان کی ہر رات کو ایک فرشتہ آواز دے کر کہتا ہے، کہ ”اے خیر کی تلاش کرنے والوں! متوجہ ہو اور آگے بڑھو اور اے برائی کے طلب گار! بس کرو اور آنکھیں کھولو“ اسکے بعد وہ فرشتہ کہتا ہے، کہ ہے کوئی معافی مانگنے والا، جسکو معاف کیا جائے اور ہے کوئی مانگنے والا جس کا سوال پورا کیا جائے؟

(ترغیب)

آپ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی اپنی بیوی کے پاس آئے اور ”اللَّهُمَّ جَنِيبُنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِيبُ الشَّيْطَانَ مَارَزَقَنَا“ پڑھ کر ہمبستری کرے، تو اگر اس رات کی صحبت سے بچہ پیدا ہوا، تو شیطان کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔

(بخاری)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی چھکلتا ہے اور چھینک کر ”الْحَمْدُ لِلّٰهِ“ کہتا ہے تو فرشتے ”رَبِّ الْعَالَمِينَ“ کہتے ہیں۔ لیکن جب چھیننے والا (الْحَمْدُ) کو ”رَبِّ الْعَالَمِينَ“ سمیت کہتا ہے، تو فرشتے کہتے ہیں ”يَرْحَمُكَ اللّٰهُ“ یعنی اللہ تعالیٰ تجھ پر رحمت فرمائے۔

(بخاری شریف)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جب بندہ قرآن مجید ختم کرتا ہے، تو ختم کے وقت اس کے لئے سائٹھ ہزار فرشتے رحمت وہ مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔

(دیلمی)

حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جمعہ کے دن خوب کثرت سے

درود پڑھا کرو، کیوں کہ یہ حاضری کا دن ہے، اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں، لہذا جو کوئی مجھ پر درود پھیجنگا ہے، اس کا درود مجھ تک پہنچا دیا جاتا ہے۔

(ابن ماجہ شریف)

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: صبح کو وقت ایک فرشتہ ساری مخلوق سے جب تبیع پڑھنے کو کہتا ہے، تو پرندے اسکی آواز سن کر اپنے پرولوں کو پھر پھرانا لگتے ہیں۔

(ابو شیخ حدیث: ۵۶۹)

حضرت لوط بن عزیٰ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: رات کے وقت گھر میں پیشاب کوئی چیز میں کر کے نہ رکھا جائے، کیوں کہ رحمت کے فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے، جس گھر میں پیشاب رکھا ہو۔

(بیجم او سط طبرانی)

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اس قوم میں فرشتے نازل نہیں ہوتے، جس قوم میں کوئی قطع رحمی کرنے والا ہو۔

(طبرانی)

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جس گھر میں ناپاکی کی حالت والا انسان ہو، وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔

(ابوداؤد)

حضرت عائشہؓ مرتاتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جب تک تم میں سے کسی کا دستِ خوان مہمان کے آنے جانے کے وجہ سے سامنے رکھا رہتا ہے۔ تو تم پر فرشتے اس وقت تک لگاتا رہت اور برکت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔

(جامع صغیر ۲۹۲۸)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جس نے لمبی پیاز کھایا ہو، وہ ہماری مسجد میں ہرگز نہ آئے، کیوں کہ فرشتوں کو بھی اس چیز کی بو سے تکلیف ہوتی ہے، جس سے انسان

کو تکلیف ہوتی ہے۔

(بخاری شریف)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ہر انسان کے سر پر پوشیدہ طور پر ایک لگام ہے، جس لگام کو ایک فرشتے نے کپڑا ہوا ہے جب انسان تواضع کرتا ہے، تو فرشتے اس لگام کو بلند کر دیتا ہے اور جب انسان تکبر کرتا ہے، تو فرشتے اس لگام کو پست کر دیتا ہے۔

(طبرانی)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جب لڑکی پیدا ہوتی ہے، تو اللہ تعالیٰ اس لڑکی کے پاس ایک فرشتہ بھیجتا ہے، جو اس پر بہت زیادہ برکت اتارتا ہے اور کہتا ہے، تو مکرور ہے، کیوں کہ مکرور سے پیدا ہوئی ہے۔ اس لڑکی کفالت کرنے والے کی قیامت تک مدد کی جاتی ہے اور جب لڑکا پیدا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس بھی ایک فرشتہ بھیجتے ہیں جو اسکی آنکھوں کے پیچے بوسہ لیتا ہے اور کہتا ہے کہ ”اللہ تعالیٰ تجھے سلام کہتے ہیں“۔

(بیہقی اوسط طبرانی)

حضرت عمران بن حصینؓ نے فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ہر مسلمان قاضی کے ساتھ دو ایسے فرشتے ہوتے ہیں، جو اس قاضی کو حق کی رہنمائی کرتے ہیں، جب تک وہ خلاف حق کا ارادہ نہ کرے۔ اگر اس نے جان بوجھ کر خلاف حق کا ارادہ کیا اور ظلم و زیادتی کی، تو وہ دونوں فرشتے اس قاضی کو اس کے نفس کے سپر درکار کے اس سے دور ہو جاتے ہیں۔

(طبرانی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جب کوئی عورت اپنے شوہر کا بستر چھوڑ کر نافرمانی کرتے ہوئے الگ سوتی ہے، تو اس پر اس وقت تک لعنت کرتے رہتے ہیں، جب تک وہ واپس شوہر کے بستر پر نہ آجائے۔

(بخاری)

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا: اپنے جو نے اپنے پاؤں کے درمیان رکھو، یا اپنے سامنے رکھو، اپنے داہنے نہ رکھو، کیوں کہ ایک فرشتہ تمہارے داہنے ہے اور اپنے بائیں بھی نہ رکھو، کیوں کہ وہ جو نے، تیرے بھائی مسلمان کے دائیں ہوں گے۔

(سعید بن منصور)

حضرت ابن عمرؓ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ جب مسلمان کے جسم میں کوئی بیماری بھیجی جاتی ہے، تو اللہ تعالیٰ کراما کاتبین کو حکم فرماتے ہیں کہ میرے بندے کیلئے ہر دن اور ہر رات اتنے نیک عمل لکھو، جتنا وہ بیماری سے پہلے کیا کرتا تھا۔ جب تک یہ میری گزہ میں بندھا ہوا ہے۔

(ابن ابی شیبہ)

حضرت مکحولؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی انسان بیمار ہوتا ہے، تو بائیں طرف کے گناہ لکھنے والے فرشتہ کو اللہ تعالیٰ یہ حکم دیتا ہے، کہ اپنا قلم اٹھا لے اور داہنے طرف والے فرشتے سے یہ کہا جاتا ہے، کہ اس بندے کے اچھے اعمال لکھتے رہو، جو یہ تندرتی کی حالت میں کیا کرتا تھا۔ کیوں کہ اس کی آنے والی حالت کو میں جانتا ہوں میں نے ہی اسے اس حال میں بتلا کیا ہے۔

(ابن عساکر)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جب کوئی اپنی بیوی کے پاس جائے، تو اسے چاہئے کہ پرده کر لے اگر وہ ہمستری کے وقت پرده نہیں کرے گا، تو فرشتے حیا کرتے ہیں اور گھر سے نکل جاتے ہیں، پھر شیطان آ جاتا ہے، پس اگر ان دونوں کے لئے اس دن کی صحبت سے کوئی اولاد لکھی ہے تو اس میں شیطان کا بھی حصہ ہو جاتا ہے۔

(شعب الایمان)

حضر زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں نے تم لوگوں سے کپڑے ہٹانے کو منع نہیں کیا ہے؟ تمہارے ساتھ یہ دونوں فرشتے جو تم سے الگ نہیں ہوتے ہیں

، نہ نیند میں نہ بیداری میں ۔ یاد رکھو! جب بھی تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس جائے یا پیش اب پا خانہ جائے تو ان دونوں سے شرم کرے ۔ خبردار!! ان دونوں کی عزت کرو ۔

(بیانی)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ تمہیں کپڑے اتار دینے سے منع فرماتے ہیں ۔ تم اللہ کے ان فرشتوں سے حیا کرو، جو کر اما کا تین تمہارے ساتھ رہتے ہیں ۔ وہ تم سے الگ نہیں ہوتے، سوائے تین وقتوں کے، جو تمہاری ضرورت ہیں، ۱:۔ پیش اب، پا خانہ کے وقت ۔

۲:۔ بیوی سے صحبت کے وقت ۔

۳:۔ غسل کرتے وقت ۔

(مندرجہ از)

حضرت علی بن ابی طالبؑ فرماتے ہیں کہ جس نے اپنا شرم کا حصہ کھولا، اس سے فرشتے الگ ہو جاتا ہے ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ)

حضر انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو آدمی غسل خانہ میں بغیر تہبند کے داخل ہوتا ہے تو کر اما کا تین اس پر لعنت کرتے ہے ۔

(دیلیمی)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک فرشتہ قرآن کے سپرد ہے، پس جو شخص قرآن کی تلاوت تو کرتا ہے، لیکن صحیح طریقہ سے تلاوت نہیں کر سکتا۔ اس کو یہ فرشتہ درست کر کے اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے ۔

(فیض الکبیر حدیث)

حضرت ابوالامام گیر ماتے ہیں کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: ایک فرشتہ، یا اَرَحَمَ الرَّاحِمِينَ ۔

کہنے والے آدمی کے پروار کیا گیا ہے، جب یہ آدمی اس کلمہ کو تین بار کہتا ہے، تو فرشتہ اس سے کہتا ہے، اے انسان! "أَرَحَمَ الرَّاحِمِينَ" یعنی اللہ تعالیٰ تیری طرف متوجہ ہے، تو جو چاہے اس سے مانگ، تیری دعا قبول ہوگی۔

(متدرک حاکم)

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جب کوئی آدمی تجارت یا سرداری کا معاملہ طلب کرتا ہے، پھر اس پر قادر ہو جاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ ساتوں آسمانوں کے اوپر اس کا ذکر کرتے ہیں اور اس کے پاس ایک فرشتہ بھیجتے ہیں، کہ میرے بندے کے پاس جاؤ اور اسے اس کام سے روکو، اگر میں نے اس کے لئے اسے عطا کر دیا، تو اس کی وجہ سے جہنم میں ڈال دوں گا۔ تو وہ اسے الگ کر دیتا ہے۔

(شعب الایمان، تہذیق)

حضرت کعبؓ سے روایت ہے آپؓ نے فرمایا: جب روزہ دار کے سامنے کھانا کھایا جاتا ہے، تو کھانے سے فارغ ہونے تک، اس روزہ دار کے لئے فرشتہ رحمت کی دعا کرتے ہیں۔

(ترمذی)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آپؓ نے فرمایا: جو مسلمان کسی مسلمان کی صبح کو عیادت کرتا ہے، تو شام تک ستر ہزار (۷۰۰۰۰) فرشتے، اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح جو شام کو عیادت کرتا ہے، تو صبح تک ستر ہزار (۷۰۰۰۰) فرشتے اس کے لئے دعا کرتے ہیں۔

(ترمذی)

حضرت ابو دردہؓ سے روایت ہے کہ آپؓ نے فرمایا: مسلمان کی دعا، اپنے مسلمان بھائی کے لئے پیچھے قبول ہوتی ہے۔ دعا کرنے والے کے سر کے پاس ایک فرشتہ مقرر ہے، جب بھی یہ دعا کرنے والا اپنے بھائی کے لئے دعا کرتا ہے، تو فرشتہ اس کی دعا پر آمین کہتا ہے۔

(مسلم)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: جو مسلمان اللہ کو خوش کرنے کی نیت سے کسی مسلمان سے ملاقات کرنے جاتا ہے، تو آسمان سے ایک فرشتہ پکار کر کہتا ہے، کہ تم خوشحالی کی زندگی بس رکرو اور تمہیں جنت مبارک ہو اور اللہ تعالیٰ عرش والے فرشتوں سے فرماتے ہیں، میرے بندے نے میری خاطر ملاقات کی، اس لئے میرے ذمہ ہے، کہ میں اسکی مہماںی کروں۔

(ابو یعلی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: جو مسلمان دوسرے مسلمان کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرتا ہے، تو اس پر اس وقت تک فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں، جب تک وہ اپنا ہتھیار نیچے نہیں کر لیتا۔

(مسلم)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: دو فرشتے روز آنے صبح کے وقت آسمان سے اترتے ہیں، ان میں سے ایک فرشتہ یہ دعا کرتا ہے کہ ”اے اللہ!“ خرچ کرنے والے کو بدل عطا فرماؤ اور دوسرے فرشتہ یہ دعا کرتا ہے کہ ”اے اللہ!“ روک کر رکھنے والے کامال بر باد کر۔

(مخلوٰۃ)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: جب مسلمان گھر میں داخل ہو کر، اللہ کا ذکر کرتا ہے، پھر دعا پڑھ کر کھانا کھاتا ہے، تو شیطان اپنے ساتھ والوں سے کہتا ہے، کہ اب نہ تو وہاں نٹھرہا جا سکتا ہے اور نہ تو کھانا ہی مل سکتا ہے۔ لیکن جب مسلمان گھر میں داخل ہو کر اللہ کا ذکر نہیں کرتا تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے، کہ تمہیں یہاں رات میں رہنے کا موقع مل گیا۔

(مخلوٰۃ)

آپؐ نے فرمایا: جب کپڑے اتارو، تو ”بسم اللہ“ کہہ کر، اتارو۔ ایسا کرنے سے شیطان، تمہاری شرمگاہ نہ دیکھ سکے گا۔

(حسن حسین)

آپ نے فرمایا: غصہ شیطان ہوتا ہے، کیوں کہ شیطان کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے اور آگ پانی سے بھائی جاتی ہے، لہذا جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اس کو چاہئے کہ وضو کر لے۔

(ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپؓ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند فرماتے ہیں اور جمائی کو ناپسند کرتے ہیں۔ کیوں کہ جمائی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے، لہذا جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو جتنا ہو سکے، اس کو روک رکھو، کیوں کہ جب تم میں سے کوئی جمائی لیتا ہے، تو شیطان ہستا ہے۔

(بخاری)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ آپؓ نے فرمایا: جن لوگوں کے ساتھ کوئی یتیم ان کے برتن میں کھانے کے لئے بیٹھتا ہے تو شیطان ان کے برتن کے قریب نہیں آتا۔

(طرانی)

حضرت ایاز بن ہمامؓ سے روایت ہے کہ آپؓ نے فرمایا: آپس میں گالی گلوچ کرنے والے دو شخص، اصل میں دو شیطان ہیں، جو نشگوئی کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو جھوٹا کہتے ہیں۔

(ابن حبان)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کہ آپؓ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے، اس لئے کہ اس کو معلوم نہیں ہے، کہ کہیں شیطان اس کے ہاتھ سے ہتھیار کھینچ نہ لے اور وہ ہتھیار اس مسلمان بھائی کو جائے، پھر اس کی سزا میں اسے جہنم میں ڈال دیا جائے۔

(بخاری)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: کوئی مسلمان، جب بیمار ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ دو فرشتے لگادیتے ہیں، جو اس وقت تک ساتھ میں رہتے ہیں، جب

تک اللہ تعالیٰ دو اچھائیوں میں سے ایک کا فیصلہ نہ کر دیں ”موت“ کا، یا ”زندگی“ کا۔

(شعب الایمان یہی)

حضرت علی حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کر اما کاتبین کی طرف اپنا پیغام بھیجتے ہیں، کہ میرے بندے کے اعمال نامہ میں رنج و غم کے وقت کوئی عمل نہ لکھیں۔

(دینی)

حضرت ابن عمرؓ ماتے ہیں کہ رکن یمانی پر دو فرشتے مقرر ہیں، جو شخص وہاں سے گزرتا ہے، تو اس کی دعا پر آمین کہتے ہیں اور جو اسود پر اتنے فرشتے ہیں، جنکی کتنی نہیں کہ جا سکتی۔

(تاریخ مکہ امام ازرق)

حضرت تمیم داریؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: مدینہ طیبہ کی شان یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ کے ہر گھر پر ایک ایک فرشتہ مقرر کر رکھا ہے، جو اپنی تکوار کو ہراتے رہتے ہیں۔ اس لئے مدینہ طیبہ میں دجال داخل نہ ہو سکے گا۔

(طبرانی)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: کہ مومن فقراء پر، جو سردی کی تکلیف ہوتی ہے، فرشتے ان پر ترس لکھاتے ہیں اور جب سردی چلی جاتی ہے، تو فرشتے سردی کے جانے پر خوش ہوتے ہیں۔

(طبرانی)

حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں، جو رات کے وقت زمین پر اترتے ہیں اور جہاد کے جانوروں اور سواریوں کی تھکاؤٹ دور کرتے ہیں، مگر ان جانوروں کی تھکاؤٹ دونہیں کرتے، جن کی گردان میں گھنٹی بندھی ہوتی ہے۔

(طبرانی)

حضرت ابن عمرؓ نے فرشتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ وہ

ہے، جو روزانہ رات دن یہ پکارتا رہتا ہے:
 ”اے چالیس سال کی عمر والے!“ تم عمل کی کھیتی تیار کر چکے ہو، جسکی کٹائی کا وقت قریب آگیا ہے۔

”اے ساٹھ سال والو!“ حساب کی طرف متوجہ ہو جاؤ! تم نے اپنے لئے کیا آگے بھیجا اور کون سے عمل کئے؟۔

”اے ستر سال کی عمر والو!“ کاش مخلوقات پیدا نہ کی جاتی اور کاش جب یہ پیدا کر دی گئی، تو یہ بھی جان لیتی، کہ کس لئے پیدا کی گئی ہے؟۔

(دیلی) (دیلی)

حضرابوہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: جنازہ کے ساتھ چلتے ہوئے فرشتے یہ کہتے ہیں، کہ پاک ہے وہ ذات، جو نظر نہیں آتی اور اپنے بندوں پر موت کے ذریعہ قہار ہے۔

(تاریخ رفائل)

حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے، کہ آپ نے فرمایا: سفر میں جو شخص دنیاوی باتوں سے اپنا دل ہٹا کر، اللہ تعالیٰ کی طرف اپنا دھیان رکھتا ہے، تو ایک فرشتہ اس کے ساتھ ہو جاتا ہے۔

(طبرانی)

حضرت یزید بن شجرہ نے فرمایا: جب کوئی شخص اللہ کے راستے میں شہید کیا جاتا ہے، تو خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتے ہی، دوموں آنکھوں والی بھی ہوئی حوریں آسمان سے اتر کر، اس کے پاس آتی ہیں اور اس کے چہرے سے گرد و غبار صاف کرتی ہیں۔

(حاکم: ۳۹۲-۳)

آپ نے فرمایا: جو مسافر، سفر میں فضول باتوں اور فضول کاموں میں لگا رہتا ہے، تو شیطان بھی اس کے ساتھ ہو جاتا ہے۔

(حسن حسین)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی خاص مدد، جماعت کے ساتھ ہوتی ہے الہذا جو شخص جماعت سے الگ ہو جاتا ہے، شیطان اس کے ساتھ رہ کر اسے اکساتا ہے۔

(نیائی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: شیطان اکیلے آدمی اور دو ہو جانے پر بھی نقصان پہنچاتا ہے لیکن تین آدمیوں کے نقصان نہیں پہنچاتا ہے کیوں کہ تین کی جماعت ہوتی ہے۔

(بخار)

حضرت عبد اللہ بن عمر و عاصؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مسجد میں داخل ہو کر ”اعُوذُ بِ اللَّهِ الْعَظِيمِ وَوَجْهِ الْكَرِيمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيمِ مِنَ الشَّيْطَنِ الرَّجِيمِ“ جب کوئی دعا پڑھتا ہے، تو شیطان کہتا کہ یہ شخص مجھ سے پورے دن کے لئے محفوظ ہو گیا۔

(ابوداؤد)

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: بکریوں کے بھیڑ کی طرح شیطان انسان کا بھیڑ رہا ہے۔ بھیڑ ریا، ہر اس بکری کو پکڑ لیتا ہے، جو ریوڑ سے الگ تھلگ ہو۔ اس لئے الگ الگ تھہر نے سے بچو، اجتماعیت کو اور عام لوگوں کے بچ رہنے کو اور مسجد کو لازم پکڑو۔

(مندارحمد)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: انسان تک اسکی روزی پہنچانے کیلئے فرشتے متعین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انکو حکم فرمایا رکھا ہے، کہ جس آدمی کو تم اس حالت میں پاؤ، جس نے (اسلام) کوہی اپنا اوڑھنا پچھونا بنارکھا ہے، تو تم اس کو انسانوں اور زمین سے رزق مہیا کر دو اور دیگر انسانوں کو بھی روزی پہنچا دو۔ یہ دیگر لوگ اپنے مقدار سے زیادہ روزی نہ پا سکیں گے۔

(ابوعوانہ)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: فرشتوں کی ایک ایسی جماعت

ہے، جو راستوں میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں کی تلاش میں گھومتی رہتی ہیں، جب وہ کسی ایسی جماعت کو پالیتی ہے، جو اللہ کے ذکر میں مصروف ہوتی ہے۔ تو وہ ایک دوسروں کو پاک کر کہتے کہ آؤ! یہاں پر تہاری مطلوبہ چیز ہے۔ اس کے بعد وہ سب فرشتے ملکر، آسمان تک اپنے پروں سے ان کو گھیر لیتے ہیں۔

(بخاری)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے رمی جمرات پر ایک فرشتہ مقرر کر رکھا ہے، جو نکری مقبول ہو جاتی ہے، اس کو اٹھایتا ہے۔

(تاریخ مکہ امام ازرقی)

دنیا کی مشقتوں سے راحت

حضرت تمیم داریؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ ملک الموت سے فرماتے ہیں: کہ میرے فلاں ایمان والے بندے کے پاس جاؤ اور اسکی روح لے آؤ! میں نے خوشی اور غم کے حالات میں اس کا امتحان لے لیا ہے، وہ ایسا ہی نکلا جیسا کی میں چاہتا تھا۔ اس کو لے آؤ! تاکہ دنیا کی مشقتوں سے اسے راحت مل جائے۔

ملک الموت پانچ سو (500) فرشتوں کی جماعت کے ساتھ اس کے پاس جاتے ہیں، ان سب کے پاس جنت کے کفن ہوتے ہیں، ان کے ہاتھوں میں ریحان کے گلدستے ہوتے ہیں، جس میں بیس بیس رنگ کے پھول ہوتے ہیں اور ہر پھول کی خشبو الگ الگ ہوتی ہے اور ایک ریشمی رومال میں مہکتا ہوا مشک ہوتا ہے۔

ملک الموت اس کے سر کے پاس اور باقی فرشتے اس کے چاروں طرف سے گھیر لیتے ہیں، پھر مشک والا رومال، اس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھتے ہیں، جنت کا دروازہ اسکے سامنے کھول دیا جاتا ہے۔ کبھی بھی ہوئی حوریں اس کے سامنے آتی ہیں، تو کبھی وہاں کہ نہیں اور باغات۔ ان سب کو دیکھ کر اس کی روح خوشی سے جسم سے باہر نکلنے کے لئے بیقرار ہو جاتی ہے،

ملک الموت اس سے کہتے ہیں، کہ اے مبارک روح! چل ایسی بیریوں کی طرف جسمیں کاٹا نہیں ہے اور ایسے کیلوں کی طرف، جو تلے اوپر لگے ہوئے ہیں ملک الموت اس سے ایسی نرمی سے بات کرتے ہیں جس طرح ماں اپنے چھوٹے بچے کرتی ہے۔

پھر اسکی روح بدن میں سے ایسے نکلتی ہے، جیسے کہ آئے میں سے بال۔ جب روح بدن سے نکلتی ہے، تو سب فرشتے اس کو سلام کرتے ہیں اور جنت کی خوشخبری دیتے ہیں۔ پس جس وقت روح، بدن سے نکلتی ہے، تو وہ بدن سے کہتی ہے، کہ اللہ تعالیٰ تھے جزاء خیر عطا فرمائے، کہ تو مجاہگی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا کہنا مان لینے میں جلدی کرتا تھا، اس کی نافرمانی کرنے میں مستی کرنے والا تھا، تھے آج کا دن مبارک ہو! تم نے خود بھی عذاب سے نجات پائی اور مجھے بھی نجات دلادی اور یہی بات، بدن، روح سے کہتا ہے۔

اس کی جدائی پر زمین کے وہ حصے روتے ہیں، جس زمین کے حصوں پر وہ اللہ کا کہنا مانتے ہوئے چلتا تھا، آسمان کے وہ دروازے روتے ہیں، جن سے اسکے عمل اوپر جایا کرتے تھے اور جن سے اس کا رزق اتر اکرتا تھا۔

جب ملک الموت اس کی روح کو لیکر آسمان پر جاتے ہیں، تو وہاں جبریلؐ ستر ہزار (۷۰۰۰۰) فرشتوں کے ساتھ اس کا استقبال کرتے ہیں، یہ فرشتے اللہ کی طرف سے اسے خوشخبری سناتے ہیں، پھر آسمانوں پر ہوتے ہوئے جب اسے لیکر عرش تک پہنچتے ہیں، تو وہ عرش پر پہنچ کر جدے میں گر جاتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اسے علیتین میں پہنچا دو اور یہاں زمین پر پانچ سو فرشتے اس کے جسم کے پاس جمع ہو جاتے ہیں، جب نہلانے والے اس کے جسم کو کروٹ دیتے ہیں، تو یہ فرشتے بھی اسے کروٹ دینے لگتے ہیں اور جب وہ کفن پہنانے لگتے ہیں، تو فرشتے ان کے کفن سے پہلے اپنے ساتھ لئے ہوئے کفن کو پہنادیتے ہیں اسی طرح جب خوشبو لگاتے ہیں، تو ان سے پہلے ہی فرشتے اپنے ساتھ لائی ہوئی خوشبو اس کے بدن پر پل دیتے ہیں۔

پھر جب جنازہ گھر سے باہر لایا جاتا ہے، تو اسکے گھر کے دروازے سے لیکر قبرستان تک

راتے کیدنونوں طرف فرشتے قطار لگا کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس کے جنازے کو، دعا و استغفار کے ساتھ استقبال کرتے ہیں،

یہ سارے منظر دیکھ کر، شیطان اتنی زور زور سے رونے لگتا ہے، کہ اسکی ہڈیاں ٹوٹنے لگتی ہیں اور اپنے لشکروں سے کہتا ہے، کہ تمہارا ناس ہو جائے، آخر یہ تم سے کس طرح چھوٹ گیا؟ وہ کہتے ہیں، کہ معصوم تھا۔ ادھر بزرخ میں جب اس کی روح جسم میں ڈالی جاتی ہے، تو

نماز اس کے داہنی طرف

روزہ اس کے بائیں طرف

ذکر اور تلاوت سر کی طرف

اور باقی اعمال پاؤں کی طرف

آکر کھڑے ہو جاتے ہیں، پھر عذاب اس کی قبر میں اپنی گردن نکال کر اس تک پہنچنا چاہتا ہے، لیکن ہر طرف سے اسے گھرا ہوا پا کر عذاب واپس چلا جاتا ہے۔

اس کے بعد اسکی قبر میں دو فرشتے آتے ہیں، جنکی آنکھیں بھلی کی طرح چمک رہی ہوتی ہیں اور ان کی آواز بادلوں کی گرج کی طرح ہوتی ہے، ان کے منہ سے نکلنے والی سانسوں کے ساتھ آگ کی لپٹ نکلتی ہے، بالوں کی لمبائی ان کے پیر تک ہوتی ہے، مہربانی اور نرمی یہ دنوں جانتے ہیں نہیں، ان کو "منکر نکیر" کہا جاتا ہے، ان دنوں کے ہاتھ میں ایک اتنا بڑا اور وزن دار ہتھوڑا ہوتا ہے، کہ انھیں سارے منی کے رہنے والے مل کر اٹھانا چاہیں، تب بھی نہیں اٹھ سکتے۔ پھر وہ اس انسان سے کہتے ہیں، کہ بیٹھ جا! تو وہ فوراً اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے، پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں، کہ

ا:- مَنْ رَبُّكَ؟ (ضرورتوں کو پورا کرنے والا کون ہے؟)

۲:- مَا دِينُكَ؟ (ضرورتوں کو پورا کرنے کا طریقہ کیا ہے؟)

۳:- مَنْ نِيْكَ؟ (اُنکی خبریں کس نے دی تھیں؟)

تو یہ تینوں سوالوں کے جواب میں کہتا ہے، کہ

ا:- میرے رب اللہ ہیں۔

۲:- میرا دین اسلام ہے۔

۳۔ میرے نبی محمد ﷺ ہیں۔

جواب سن کر یہ دونوں فرشتے کہتے ہیں، تم نے سچ کہا۔ اس کے بعد وہ قبر کی دیواروں کو سب طرف سے ہٹا دیتے ہیں، جس سے وہ قبر چاروں طرف پھیل جاتی ہے۔ اسکے بعد وہ کہتے ہیں، کہ اوپر سراٹھا! جب یہ انسان اپنا سراٹھا تاہے، تو اس کو ایک کھلا ہوا دروازہ نظر آتا ہے، جس میں سے جنت کے اندر کا نظارہ نظر آتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اے اللہ کے دوست! وہ جگہ تمہارے رہنے کی ہے، اس وجہ سے کہ، تم نے اللہ کا کہنا مانا ہے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ تم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، کہ اس کو اس وقت اتنی خوشی ہوتی ہے، کہ جو سے کبھی نہ لوٹے گی۔ اس کے بعد وہ فرشتے کہتے ہیں کہ اپنے پاؤں کی طرف دیکھو، وہ جب اپنے پاؤں کی طرف دیکھتا ہے، تو اسے جہنم کا ایک دروازہ نظر آتا ہے، وہ فرشتے کہتے ہیں، کہ اے اللہ کے دوست! تم نے اس دروازے سے نجات پالی، اس وقت بھی اسے اتنی خوشی ہوتی ہے، جو اس نے کبھی نہ لوٹے گی۔

اسکے بعد اس کی قبر میں ستر (۷۰) دروازے جنت کی طرف کھل جاتے ہیں، جن میں سے وہاں کی ٹھنڈی ہوا میں اور خوبیوں آتی رہتی ہیں اور قیامت تک ایسی ہی ہوتا رہے گا۔

بے ایمان کی موت کے وقت کا منظر

ای طرح جب کسی بے ایمان کے لئے اللہ تعالیٰ ملک الموت سے فرماتے ہیں، کہ میرے دشمن کے پاس جاؤ اور اس کی روح نکال لاؤ، میں نے اس پر ہر قسم کی فراغتی کی، اپنی نعمتیں اس پر لادی، مگر وہ میری نافرمانی سے باز نہیں آیا، لاؤ آج اس کو سزا دو۔

تو ملک الموت نہایت تکلیف دہ صورت میں اسکے پاس آتے ہیں۔ ان چہرے پر بارہ آنکھیں ہوتی ہیں، ان کے پاس جہنم کی آگ کا ایک گرج (ڈنڈا) ہوتا ہے، جس میں کانٹے ہوتے ہیں، ان کے ساتھ پانچ سو (۵۰۰) فرشتوں کی جماعت ہوتی ہے، جن کے ہاتھ میں آگ کے انگارے اور آگ کے کوڑے ہوتے ہیں، ملک الموت آتے ہی اسے گرج سے

مارتے ہیں، جس کی وجہ سے گرج کے کانٹے اس کی رگ رگ میں گھس جاتے ہیں، باقی فرشتے اس کے منھ اور سرین پر کوڑے مارنا شروع کرتے ہیں۔

پھر اسکی روح کو پاؤں کی انگلیوں سے نکالنا شروع کرتے ہیں۔ روک روک کر اس کی روح نکالی جاتی ہے، تاکہ تکلیف پر تکلیف ہو، پھر جہنم کی آگ کے انگارے اس کی پیٹھ کے نیچے رکھتے ہیں اور ملک الموت اس سے کہتے ہیں کہ ”اے ملعون روح نکل! اور اس جہنم کی طرف چل، جس کے بارے میں اللہ نے خبریں بھیجوائی تھیں۔

پھر جب اسکی روح، بدن سے رخصت ہوتی ہے، تو وہ بدن سے کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے برا بدلہ دے، تو مجھے اللہ کی نافرمانی میں جلدی سے لے جاتا تھا اور اس کا کہنا مانے میں آنا کافی کرتا تھا، آج تو خود بھی ہلاک ہوا اور مجھے بھی ہلاک کیا اور یہی مضمون بدن، روح سے کہتا ہے۔

زمین کے وہ حصے، جن پر اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے یہ چلتا تھا۔ وہ اس پر لعنت کرتے ہیں اور شیطان کے لشکر دوڑے دوڑے اپنے سردار ابليس کے پاس ہوئے کہا سے خوشخبری سناتے ہیں، کہ ایک آدمی کو جہنم پہنچا دیا۔

پھر جب بزرخ میں پہنچتا ہے، تو وہاں کی زمین اس پر اتنی تلک ہو جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں، اور اس پر کالے سانپ مسلط ہو جاتے ہیں، جو اس کی ناک اور پاؤں کے انگوٹھے سے کاشنا شروع کرتے ہیں اور درمیان میں دونوں سانپ آکر ملتے ہیں۔ پھر اس کے پاس مکر نکیر آتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں، کہ

تیرارب کون ہے؟

تیرادین کون ہے؟

تیرے نبی کون ہیں؟

وہ ہر سوال کے جواب میں لا علیٰ ظاہر کرتا ہے، اس کے جواب نہ دینے پر اتنی زور سے اسے گرج سے مارا جاتا ہے، کہ اس گرج کی چنگاریاں قبر میں پھیل جاتی ہیں۔ اس بعد اس سے کہا

جاتا ہے کہ اوپر دیکھو، تو وہ اوپر کی طرف جنت کا دروازہ کھلا ہوا دیکھتا ہے، وہ فرشتے اس سے کہتے ہیں کہ اے اللہ کے دشمن! اگر تو اللہ کا فرمانبردار نکر رہتا، تو تیرا یہ ٹھکانہ ہوتا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اسکو وقت ایسی حسرت ہوتی ہے، کہ ایسی حسرت کبھی نہ ہوگی، پھر جہنم کا دروازہ کھولا جاتا ہے اور وہ فرشتے کہتے ہیں، کہ اللہ کے دشمن! اب تیرا یہ ٹھکانہ ہے۔ اس لئے کتم نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ اس کے بعد جہنم کے ستر (۴۰) دروازے اس کی قبر میں کھول دیئے جاتے ہیں، جن میں سے قیامت تک گرم ہوا میں اور دھواں وغیرہ آتار رہتا ہے۔

(کتاب الجائز)

انبیاء علیہم السلام کی غیبی مددوں کے واقعات

(نوٹ: قرآن کی آیتوں کے ترجمے بالکل لفظی بلطفہ لفظیں ہیں)

ایک مرتبہ حضور ﷺ سے ایک آدمی نے آکر پوچھا، کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیا کبھی آپ کے لئے آسمان سے کھانا آیا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: کہ ہاں، ایک مرتبہ ایک ڈیکھی میں گرم گرم کھانا آسمان سے اتراتا ہا۔

اس نے پوچھا کہ کیا آپ نے اس میں سے کھایا تھا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، میں نے کھایا تھا۔

اس نے پوچھا، کیا آپ کے کھانے کے بعد اس میں کچھ کھانا بجا بھی تھا؟

آپ نے ﷺ فرمایا: کہ ہاں، ہمارے کھانے کے بعد اس میں کچھ کھانا فتح بھی گیا تھا۔

اس نے پوچھا کہ پھر اس نئے ہوئے کھانے کا کیا ہوا؟

آپ نے فرمایا: کہ پھر وہ ڈیکھی آسمان کی طرف اوپر چلی گئی۔ لیکن جب وہ ڈیکھی اوپر جا رہی تھی، تو اس میں سے یہ آواز آرہی تھی کہ میں آپ لوگوں میں تھوڑا عرصہ ہی رہوں گی۔ کیونکہ لوگ الگ الگ جماعتیں بنائیں گے اور پھر ایک دوسرے کو قتل کریں گے اور قیامت سے

پہلے بہت زیادہ موتیں ہونے لگیں گی۔ پھر زمین پر خوب زیادہ زلزلے آئیں گے۔

(عَامَ ۲: ۱۳۲۷۔ اصابة: ۲-۶)

﴿فَقَبَّلَهَا رَبُّهَا يَقِبُولُ حَسَنٍ وَأَنْتَهَا بَاتًا حَسَنًا وَكَفَّهَا زَكَرِيَا، كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَا الْمُحَرَّابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا، قَالَ يَامِرِيْمُ أَنِّي لَكِ هَذَا، قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾

حضرت مریم کے لئے حضرت زکریا نے مسجدِ قصیٰ میں ایک جگہ بنوایا تھا، جس میں دن بھر یہ رہتی تھیں اور ہر روز شام کو ان کے خالو حضرت زکریا انہیں اپنے ساتھ اپنے گھر لے جاتے تھے، جہاں یہ اپنی خالہ کے ساتھ رات گزارتی تھیں۔ صبح پھر زکریا انہیں جمرے میں چھوڑ دیتے تھے۔ اس جمرے کے قریب کسی مرد یا عورت کا آنمنع تھا۔ خود حضرت زکریا بھی شام کو انہیں باہر سے آواز دیتے تو یہ باہر آ جاتی تھیں۔ ایک دن حضرت زکریا جمرے کے اندر چلے گئے، تو اندر جا کر دیکھا کہ جمرے میں ہر قسم کے بے موسم پھل رکھے تھے۔

تو بڑے تجھ سے مریم سے پوچھا کہ اے مریم! یہ پھل کہاں سے آئے؟! مریم نے فرمایا: کہ اے میرے خالو جان! یہ پھل تو روز میرے اللہ مجھے آسمانوں سے بھیج کر کھلاتے ہیں۔

(آل عمران، ۳۷)

﴿هُنَّا لَكَ دَعَاءً كَرِيَّا بِهِ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَدُنْكَ دُرِيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ فَنَادَتُهُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمُحَرَّابِ أَنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَسْعَى مُصَدِّقاً بِكَلِمَةِ مِنَ اللَّهِ وَسَيِّدًا وَحَصُورًا وَنِيَّامَنَ الصَّالِحِينَ﴾

اس پر زکریا نے یہ دعا کی، اے اللہ! جب آپ بغیر درخت کے اور بغیر موسم کے پھل دے سکتے ہیں، تو کیا مجھے اس عمر میں ایک اولاد نہیں دے سکتے؟! اے اللہ! مجھے ایک اولاد عطا فرم۔ اسی وقت ان کو یہ بشارت ہوئی کہ تمہیں اولاد ملے گی اور اس کا نام تیکی رکھنا۔

(سورہ آل عمران: ۳۸-۳۹)

﴿وَإِذْ قَالَ السَّحْوَارِيُّونَ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنْزِلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ قَالَ أَتَقُولُ إِنَّ رَبَّكَ مُوْمِنٌ، قَالُوا نَزِدْ أَنْ نَأْكُلَ مِنْهَا وَنَطْمِئِنَ قُلُّوْبُنَا وَنَعْلَمَ أَنْ قَدْ صَدَقْنَا وَنَكُونَ عَلَيْهَا مِنَ الشَّاهِدَيْنَ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيْدًا لِأَوْلَانَا وَآخِرَنَا وَآيَةً مِنْكَ وَأَرْزُقْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ قَالَ اللَّهُ أَنِّي مُنْزَلُهَا عَلَيْكُمْ فَمَنْ يَكْفُرُ بَعْدَ مِنْكُمْ فَإِنَّمَا أَعْذِبُهُ عَذَابًا أَعْذِبُهُ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ﴾

حضرت عیسیٰ کے لئے چالیس دن تک آسمان سے ایک خوان اترتا تھا۔ جس میں روئی اور مچھلی کا سالن ہوتا تھا، یہ کھانا ”مائیدہ“ کے نام سے مشہور ہوا۔

(سورہ مائدہ: ١١٢، ١١٥)

﴿وَقَوْلُهُمْ إِنَّا قَاتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَاتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شَيْءٌ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَيْءٍ مِنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتَّبَاعُ الظَّنِّ وَمَا قَاتَلُوهُ يَقِيْنًا بَلْ رَفْعَةُ اللَّهِ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا﴾

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو اسی انسانی جسم کے ساتھ آج سے تقریباً دو ہزار (۲۰۰۰) سال پہلے زندہ آسمانوں کے اوپر اٹھالیا۔

(سورہ نباء: ١٥٨-١٥٧)

اور قیامت آنے سے پہلے دجال کو قتل کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ کو پھر زمین پر اتارا جائے گا، کہ سرخ جوڑے میں دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے ہوئے دمشق کی جامع مسجد کے مینار پر صبح فجر کی نماز کے وقت ان کا اترنا ہوگا۔

(بخاری مسلم)

﴿وَإِذَا سَتَسْقَى مُوسَى لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَابَ الْحَجَرِ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْتَانَ عَشْرَةَ عَيْنًا، قَدْ عِلِمَ كُلُّ أَنْسَى مُشْرِبَهُمْ، كُلُّوَا اشْرَبُوْا مِنْ رِزْقِ اللَّهِ وَلَا تَعْثُوْفِي

الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ

حضرت موسیٰ جب اپنی قوم بنی اسرائیل کو لیکر دریائے نیل کے پار پہنچ گئے تو میدانِ تیہ میں ان کی قوم نے پینے کے پانی کی حاجت بتائی، تو اللہ نے حکم دیا کہ پھر کی چٹان پر لامبی مارو۔ موسیٰ نے چٹان پر لامبی ماری، تو چٹان سے بارہ چشمے جاری ہو گئے، جس سے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے، ایک ایک چشمے سے اپنی اپنی ضرورت کا پانی لینے لگے۔

(سورہ بقرہ ۲۰۵)

وَظَلَلَنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامُ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسُّلُوْمِ، كُلُّوْا مِنْ طَيِّبَاتِ

مَارَزَقْنَاكُمْ وَمَا ظَلَمْنَاكُمْ لِكُنْ كَانُوا نَفْسَهُمْ يَظْلِمُونَ

پھر ان لوگوں نے موسیٰ کے سامنے بھوک کی حاجت پیش کی، تو اللہ تعالیٰ نے انکے لئے بھنی ہوئی بیشیں آسمان سے اتاری، اسے کھا کر یہ لوگ سو گئے۔ جب یہ لوگ صبح سو کر اٹھے تو گھاس اور جھاڑیوں کی پتیوں پر انہیں سفید اولے کی طرح کوئی چیز پچھی ہوئی نظر آئی، جب اس کو کھایا تو انہیں پتہ چلا کہ یہ تو حلوا ہے۔

پھر دوپھر کے وقت جب سورج سر پر آیا تو سورج کہ گرمی سے بچنے کیلئے اس میدان میں انہیں کوئی پیڑ وغیرہ نظر نہ آیا، گرمی سے یہ پریشان ہوئے، تو موسیٰ سے اسکی شکایت کی۔ اسی وقت اللہ نے بادل کے نکٹے بھیجے، جو ہر قبیلوں کے سروں کے اوپر سورج کے درمیان آڑ بن گیا۔

اس طرح چالیس سال تک یہ لوگ اسی میدان میں رہے۔ ہر روز شام کے وقت بیشرا در صبح کے وقت حلوا اور دوپھر کے وقت بادل سے یہ لوگ فائدہ اٹھاتے رہے۔ بغیر کمائے دھماۓ اللہ نے انکی حاجت کو اپنی قدرت سے پورا کیا۔

(سورہ بقرہ ۵۷)

وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَامُوسِي قَالَ هِيَ عَصَمَى أَتُوَكْأَعْلَمُ بِهَا عَلَى

عَنَّمِى وَلَى فِيهَا مَارِبٌ أُخْرَى قَالَ الْقِهَا يَامُوسِى فَالْقَاهَا فَإِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعَى قَالَ

خُدُّهَا وَلَا تَخْفُ سَنْعِيْدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولَى

حضرت موسیٰؑ سے اللہ تعالیٰ نے جب پوچھا کہ اے موسیٰ! تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ موسیٰؑ نے جواب دیا کہ لاٹھی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا کہ یہ لاٹھی زمین پر ڈال دو، جب موسیٰؑ نے اس لاٹھی کو زمین پر ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے اسے سانپ میں بدل دیا۔

اب اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ سے کہا، کہ اسے کپڑا لو، جیسے ہی موسیٰؑ نے سانپ کو کپڑا، وہ پھر لاٹھی بن گیا۔

(سورہ ط: ۲۹-۳۰)

وَأَنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ إِذَا أَبَقَ إِلَى الْفُلْكِ الْمَسْحُوْنَ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ فَالْتَّقَمَهُ الْحُوْرُ وَهُوَ مُلِيمٌ فَلَوْلَا إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَيِّبِيْنَ لَلَّا يَكُونُ فِي بَطْنِهِ إِلَيْهِ يَوْمٌ يُبَعَّثُونَ فَنَبَدَّلَهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ وَأَبْتَسَأَ عَلَيْهِ شَجَرَةً مِنْ يَقْطَعِيْنَ

جب حضرت یونسؑ ناپر بیٹھ کرندی پار کر رہے تھے اور ناپھنور میں پھنسی تو سارے لوگوں نے یہ بات طے کی، کہ آدمی زیادہ ہونے کا وجہ سے ناپھنسی ہوئی ہے، اگر آسمیں سے کوئی ایک آدمی ناہ سے کوڈ جائے تو سارے آدمی ڈوبنے سے بچ جائیں گے۔ اس بات پر یونسؑ بولے کہ میں اس کیلئے تیار ہوں۔ لوگوں نے کہا آپ رہنے دیجئے، پھر نام لکھ کر پرچی ڈالی گئی، کہ جس کا نام نکلے گا، وہ پانی میں کوڈے گا اور اگر وہ خوشی سے نہیں کوڈے گا، تو ہم لوگ اس کو پانی میں پھینک دیں گے، سب لوگ اس بات پر تیار ہو گئے۔ جب پرچی ڈالی گئی تو اس میں یونسؑ کا نام نکلا، تو یونسؑ نے اپنے اوپر کے کپڑے اتار کر ناہ میں رکھے اور دریا میں کوڈ گئے۔ جیسے ہی یہ کوڈے تو ایک بڑی مجھلی نے اکووا پنے پیٹ میں نگل لیا۔ چالیس دن تک یہ مجھلی کے پیٹ میں رہے۔ پھر وہیں سے انھوں نے دعا کی، تو مجھلی نے پانی کے اوپر آ کر ریت پر انھیں اگل دیا۔

(سورہ حلقہ: ۱۳۹-۱۴۰)

قوم ثمود نے حضرت صالحؑ سے اللہ پر ایمان لانے کیلئے شرط رکھی، کہ اگر تمہارا رب پہاڑ

سے ایک حاملہ اوثنی پیدا کر دے، تو ہم لوگ تمہیں نبی مان لیں گے۔ جس پر حضرت صالحؐ نے اللہ سے دعا کی تو اللہ نے پھاڑ کر اس کے اندر سے ایک حاملہ اوثنی پیدا کر دی، پھاڑ سے باہر آتے ہی اس اوثنی سے ایک بچہ پیدا ہوا۔

(قصص الانبیاء)

﴿وَوَهَبْنَا لَدُو وَدَسْلَيْمَنَ نِعَمَ الْعَبْدِ إِنَّهُ أَوَّابٌ إِذْ عَرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصُّفَّى فَجِيَادٌ فَقَالَ إِنِّي أَحَبِّبُتْ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيِّ حَتَّى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ رُدُّهَا عَلَى فَطَفِيقَ مَسْحَابِ السُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ﴾

ایک بار حضرت سلیمانؑ اپنے گھوڑوں کا معاشرہ کر رہے تھے، ان کے معاشرے کر میں اتنا مشغول ہو گئے کہ عصر کی نماز قضا ہو گئی۔ ان کو جب نماز کا خیال آیا تو سورج غروب ہو چکا تھا، انھوں نے اللہ سے دعا کی، تو سورج واپس آگیا، سورج کے واپس آنے پر انھیں عصر کی نماز پڑھی۔

(سورہ ح - ۳۰، ۳۳)

﴿وَلَقَدْ أَتَيْنَاكُمَا وَدِمَنَافَضْلًا يَجِبَالُ أَوِيْبِيْ مَعَهُ وَالْطَّيْرُ وَالنَّالَّهُ الْحَدِيدُ أَنْ أَعْمَلَ سَابِعَاتٍ وَقَدِيرٌ فِي السَّرْدِ عَنْ ذِكْرِي وَأَعْمَلُوا اصْالِحَّا لِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾
حضرت داؤدؑ کو اللہ نے لو ہے کی جرج بنانے کا حکم دیا، حضرت داؤدؑ جب لو ہے کو اپنے ہاتھ سے پکڑتے تو لوہا ان کے ہاتھ میں آتے ہی موم ہو جاتا تھا۔

(سورہ سبا: ۱۰، ۱۱)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ ہم لوگوں پر) بادل نے سایہ کیا، تو ہم نے اس سے (بارش کی) امید کی، جس پر حضور ﷺ نے فرمایا: جو فرشتہ بادلوں کو چلاتا ہے، وہ ابھی حاضر ہوا تھا، اس نے مجھے سلام کیا اور بتالایا کہ وہ اس بادل کو وادی یمن کی طرف لے جا رہا ہے، جہاں ذرعہ نام کی جگہ پر اس کا پانی بر سے گا۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ایوبؑ کو اللہ تعالیٰ نے جب بیماری سے شفاء دی،

تو یہ اپنی بیوی کے ساتھ اپنے گھر واپس ہونے لگے، تو ان کے ساتھ روزانہ کے کھانے کا جو سامان تھا، جس میں ایک بوری میں گیہوں تھا، اور ایک بوری میں بو تھا، اللہ تعالیٰ نے ان کے گیہوں کو سونے کا اور بو کو چاندی کا بنادیا۔

(قصص الانبیاء)

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ حضرت ایوب عسل فرمائے تھے، کہ اللہ تعالیٰ نے سونے کی مذیاں ان پر بر سائیں، تو حضرت ایوب نے ان سونے کی مذیوں کو دیکھا تو مٹھی بھر بھر کر کپڑے میں رکھنے لگے، اس پر اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا: کہ کیا ہم نے تم کو غنی نہیں بنایا دیا ہے؟ جو تم ان کو اٹھا رہے ہو؟ جس پر حضرت ایوب نے عرض کیا، کہ اے پروردگار، آپ کی نعمتوں اور برکتوں سے کب کوئی بے پرواہ ہو سکتا ہے ”ولیکن لا غنی عن بُرُكَتَكَ“

(صحیح بخاری)

حضرت جابرؓ نے ہیں کہ صلح حدیبہ کے دن حضور ﷺ پیالے سے پانی لیکر وضو کر رہے تھے، کہ آپ ﷺ کی نگاہ پاس آئے ہوئے صحابہ پر پڑی، سب کے چہرے پر پریشانی نظر آ رہی تھی تو آپ ﷺ نے صحابہؓ سے پوچھا کیا بات ہو گئی ہے؟

صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ! ہم لوگوں کے پاس نہ تو وضو کیلئے پانی ہے اور نہ پینے کے لئے، بس اسی پیالے میں پانی ہے جس سے آپ وضو کر رہے ہیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے اس پیالہ میں اپنا ہاتھ رکھا، تو آپ ﷺ کی انگلیوں کے نیچ سے پانی نکل کر پیالے سے باہر گرانے لگے، تو ہم لوگوں نے اس پانی کو لیکر پیا اور وضو کیا۔ ہم پانی پینے اور وضو کروالوں کی تعداد اس دن چودہ سو تھی۔

(بدایہ: ۹۶، ابن سعد: ۱۷۹)

حضرت عرباضؓ نے ہیں، کہ جب ہم لوگوں کی جماعت تبوک میں تھی، تو ایک رات ہم حضور ﷺ کے پاس دیر سے پہنچے۔ اس وقت آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھ والے صحابہؓ رات کا کھانا کھا چکے تھے۔ اتنے میں حضرت جعال بن سراقةؓ اور عبد اللہ بن معقل مزنیؓ بھی کہیں سے

آئے۔ آپ نے ہم تینوں کو کھانے کے لئے حضرت بلاں سے پوچھا، کچھ کھانے کو ہے؟ حضرت بلاں نے ایک تھیلہ کو جھاڑا۔ جس میں سے سات کھجوریں نکل آئیں۔ حضور نے ان ساتوں کھجوروں کو ایک پیالہ میں رکھا اور پیالہ پر اللہ کا نام لیتے ہوئے ہاتھ پھیرا، پھر ہم لوگوں سے کہا اللہ کا نام لیکر کھاؤ، ہم لوگوں نے کھجوریں کھانا شروع کی، میں گناہ جارہا تھا اور گٹھلیوں کو دوسرے ہاتھ میں پکڑتا جا رہا تھا، میں نے پتوں (۵۲) کھجوریں کھائیں، میرے دونوں ساتھی بھی میری ہی طرح کر رہے تھے، کہ وہ بھی کھجوریں کھائیں، میرے دونوں نے بھی پچاس (۵۰) پچاس (۵۰) کھجوریں کھائی تھیں۔

جب ہم کھا چکے، تو اس پیالہ میں وہ سات کھجوریں ویسی کی ویسی ہی باقی تھیں، پھر حضور نے بلاں سے فرمایا، ان کھجوروں کو اپنے تھیلہ میں رکھ لو، دوسرے دن حضور نے پھر وہ کھجوریں پیالہ میں ڈالیں اور فرمایا: اللہ کا نام لیکر کھاؤ، ہم دس (۱۰) آدمی پیٹ بھر کر کھجوریں کھا گئے، پر پیالہ میں اسی طرح سات کھجوریں بچی تھیں۔

پھر حضور نے فرمایا: اگر مجھے اپنے رب سے حیانہ آتی، تو مدینہ پہنچنے تک یہ کھجوریں کھاتے رہتے، پھر مدینہ پہنچ کر آپ نے ان کھجوروں کو بچوں میں تقسیم کر دیا۔

(بدایہ: ۶-۱۱۸)

حضرت بشیر بن سعدؑ بیٹی نے بتایا کہ ایک دن میری ماں نے مجھے بھر کھجوریں تھیں میں ڈال کر دیا اور کہا کہ انھیں اپنے بیٹا (بیشیر) اور ماموں (عبد اللہ بن رواحہ) کو دو پھر میں کھانے کیلئے دے آؤ۔ میں وہ کھجوریں لیکر ماموں اور بیٹا کو ڈھونڈتے ہوئے حضور کے قریب سے گذری۔ حضور نے مجھے اپنے پاس بلایا اور پوچھا اس تھیلی میں کیا ہے؟ میں نے کہا کہ کھجوریں۔ حضور نے وہ کھجوریں مجھ سے اپنے دونوں ہاتھوں میں لی، جس سے آپ کے دونوں ہاتھ بھی نہ بھر پائے۔ آپ کے کہنے پر ایک کپڑا بچایا گیا، جس پر آپ نے وہ کھجوریں بکھیر دیں، پھر ایک صحابی سے کہا: جاؤ خندق والوں کو بلا لاؤ کہ وہ لوگ آکر کھجوریں کھائیں، اعلان پر سارے

خندق والے جمع ہو گئے اور کھجور میں کھانے لگے، وہ کھجور میں بڑھتی چلی جا رہی تھی، جب وہ سارے لوگ کھا کر چلے گئے، تو کھجور میں کپڑے سے باہر تک گرفتار ہی تھیں۔

(دلائل: ج ۱۸۰۔ بدایہ: ۶۔ ۱۱۶)

بدر کی لڑائی میں حضرت عکاشر بن محسنؓ کی تلوار ٹوٹ گئی، یہ دیکھ کر حضور ﷺ نے انہیں پیڑ کی ایک ٹہنی پکڑا دی حضرت عکاشرؓ کے ٹہنی پکڑتے ہی، اللہ تعالیٰ نے اس ٹہنی کو تلوار میں بدل دیا، جس کا لوہا بڑا صاف و مضبوط تھا۔

(ابن سعد: ۱۔ ۱۸۸)

حضرت سمرہ بن جنبدؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، کہ اتنے میں شریدا کا ایک پیالہ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا، آپ ﷺ نے اس میں سے کھایا اور جو لوگ وہاں پر موجود تھے، ان سب نے بھی کھایا، ظہر تک لوگ باری باری آتے رہے اور اس میں سے کھاتے رہے۔

ایک آدمی نے حضرت سمرہؓ سے پوچھا، کہ کیا اس پیالہ میں کوئی آدمی اور شریدا ڈال جاتا تھا؟ حضرت سمرہؓ نے فرمایا میں سے تو لا کرنے پس ڈالا جاتا تھا، البتہ آسمان سے ضرور ڈالا جا رہا تھا۔

(بدایہ: ۶۔ ۱۱۲۔ دلائل: ج ۱۵۳۔ ۱۱۲)

حضرت واثلہ بن اسقفؓ فرماتے ہیں میں اصحابہ صدقہ میں سے تھا، ایک دن حضور ﷺ کے مجھ سے روٹی کا نکٹا منگوایا اور اس کے چھوٹے چھوٹے نکٹے کر کے پیالہ میں ڈال دیا پھر اس پیالہ میں گرم پانی اور چربی ڈال کر اسے اچھی طرح ملایا۔

پھر اس کی ڈھیری بنا کر نیچ میں اوپنچا کر کے مجھ سے فرمایا: جاؤ اور اپنے سمیت دس آدمیوں میرے پاس بلا لاؤ۔ میں دس آدمیوں کو بلا لایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کھاؤ! لیکن اپنے آگے سے کھانا، نیچ سے نہ کھانا۔ کیوں کہ برکت اور سے نیچ میں اترتی ہے۔ چنانچہ ہم سب نے اس میں سے پیٹھ بھر کر کھایا۔

(بیانی: ۸۔ ۳۰۵۔ دلائل: ج ۱۵۰۔ ۱۵۰)

حضرت عباس بن سہلؓ فرماتے ہیں، ایک صبح لوگوں کے پاس پانی بالکل نہیں تھا۔ لوگوں نے حضور ﷺ سے یہ بات بتلائی۔ آپ ﷺ نے دعا کی، تو اللہ تعالیٰ نے ایک بادل اسی وقت بھیجا، جو خوب زور سے برسا، لوگ سیراب ہو گئے۔ پھر سب نے اپنی ضرورتیں پوری کی اور برتوں میں بھی بھر لیا۔

(دلائل۔ ص: ۱۹۰)

حضور ﷺ نے کسی کام کیلئے دو صحابی کو باہر بھیجا۔ جاتے وقت ان دونوں نے حضور ﷺ کو بتلایا، کہ ہم لوگوں کے پاس راستے کیلئے کچھ نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ایک مشک ڈھونڈ کر لاؤ۔ وہ ایک مشک لیکر آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسے بھر دو! انہوں نے اسے پانی سے بھر دیا۔ حضور ﷺ نے اس مشک کا منہ رتی سے باندھا اور انہیں دے کر فرمایا، جب تم لوگ چلتے چلتے فلاں جگہ پر پہنچو گے، تو وہاں اللہ تعالیٰ تمہیں غیب سے روزی دیں گے۔ چنانچہ وہ دونوں چل پڑے، جب چلتے چلتے یہ دونوں اس جگہ پہنچے، جہاں کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا تھا، تو انکے مشک کا منہ اپنے آپ کھل گیا، انہوں نے دیکھا کہ مشک میں پانی کی جگہ دودھ اور مکھن بھرا ہوا ہے، پھر ان لوگوں نے پیٹ بھر کر مکھن کھایا اور دودھ پیا۔

(ابن سعد: ۱۷۲)

جنت، دوزخ کی سیر

حضور ﷺ نے ایک صبح ارشاد فرمایا: بچھلی رات میرے اللہ نے مجنحون خاص عزت اور بزرگی سے نوازا، کہ بچھلی رات جب میں سورا تھا، رات کے ایک حصہ میں جبریلؐ آئے اور مجنحون جگایا۔ میں پوری طرح سے جاگ بھی نہ پایا تھا، کہ مجنحون حرم کعبہ میں اٹھا لائے۔ وہاں جبریلؐ نے میری سواری کیلئے خپر سے کچھ چھوٹا جانور برآق پیش کیا، جو سفید رنگ کا تھا۔

جب میں اس پر سوار ہو کر چلا، تو اس کی دھیری رفتار کا حال یہ تھا، کہ جہاں تک مجھے نظر آتا تھا، اس کا پہلا قدم وہاں پر پڑتا تھا، اچاک کہ ہم لوگ بیت المقدس جا پہنچے، یہاں جبریلؐ کے

اشارے پر ہم نے براق کو اس جگہ کھڑا کر دیا، جس جگہ بنی اسرائیل کے نبی اپنی سواریاں کھڑی کیا کرتے تھے۔

پھر میں مسجدِ اقصیٰ میں داخل ہوا اور درکعت نماز پڑھی۔ پھر عرش پر جانے کی تیاری شروع ہوئی۔ اس کے بعد عرش کا سفر شروع اور جبریل کے ساتھ براق نے آسمان کی طرف اڑان بھری، جب ہم پہلے آسمان تک پہنچ گئے تو جبریل نے آسمان کا دروازہ کھولنے کیلئے فرشتے سے کہا۔

دروازہ پر مقرر فرشتے نے پوچھا، کون ہے؟

جبریل نے کہا، میں جبریل ہوں۔

فرشتے نے پوچھا، تمہارے ساتھ کون ہے؟

جبریل نے جواب دیا، محمد۔

فرشتے نے پوچھا، کیا انہیں اوپر بلا�ا گیا ہے؟

جبریل نے کہا یہ شک۔ پھر فرشتے نے دروازہ کھولا اور دروازہ کھولتے ہوئے مجھ سے کہا، کہ آپ جیسی ہستی کا یہاں آنا مبارک ہو۔ جب ہم اندر داخل ہوئے تو، حضرت آدم سے ملاقات ہوئی۔ جبریل نے میری طرف مخاطب ہو کر کہا، یہ آپ کے باپ آدم ہیں۔ آپ ان کو سلام کیجئے۔ میں نے انکو سلام کیا اور انہوں نے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ ”مرجباً صاحبِ بیت اور صاحبِ نبی“۔ اس کے بعد دوسرے آسمان پر پہنچ اور پہلے آسمان کی طرح سوالوں کا جواب دیکر دروازہ میں داخل ہوئے، تو وہاں تبلیغ اور عیشی سے ملاقات ہوئی۔ جبریل نے انکا تعارف کرایا اور ہم سے کہا کہ آپ سلام میں پہل کیجئے، میں نے سلام کیا اور ان دونوں نے جواب دیتے ہوئے فرمایا، مبارک ہو“ اے برگزیدہ نبی۔

اسکے بعد چوتھے آسمان پر بھی انہی سوالوں کے بعد حضرت اوریش سے ملاقات ہوئی اور پانچویں آسمان پر حضرت ہارون سے اور چھٹے آسمان پر موسیٰ سے اسی طرح ملاقات ہوئی،

لیکن جب میں وہاں سے ساتویں آسمان کی طرف جانے لگا تو حضرت موسیٰ رنجیدہ ہو گئے۔ جب میں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا، مجھے یہ رشک ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی زوردار حکمت نے ایسی ہستی کو (جو میرے بعد دنیا میں بھیجی گئی) یہ شرف دے دیا، کہ اس کی امت میری امت کے مقابلے میں کئی گنا جنت کا فیض حاصل کرے گی۔

اس کے بعد پچھلے سوالوں اور جوابوں کا سلسلہ طے کر کے جب میں ساتویں آسمان پر پہنچا، تو حضرت ابراہیم سے ملاقات ہوئی جو ”بیت المعمور“ سے پیٹھ لگائے بیٹھے ہوئے تھے، جس میں ہر دن ستر ہزار (70000) نئے فرشتے (عبادت کیلئے) داخل ہوتے ہیں۔ حضرت ابراہیم نے میرے سلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ”مبارک میرے بیٹے اور برگزیدہ نبی“، یہاں سے پھر مجھے ”سدرة النعمانی“ تک پہنچایا گیا، جس کا پھل جھریر کے گھلیلوں کے برابر ہے اور جس کے پتے ہاتھی کے کان کی طرح چوڑے ہیں۔ اس پر اللہ کے لائقہ اور فرشتے جگنو کی طرح چمک رہے تھے اور اللہ کی خاص تجلی نے ان کو حیرتناک طور پر روشن اور کیف والا بنا دیا۔

(مسلم۔ بخاری)

صحابہؓ کے غبی مددوں کے واقعات

حضرت عائشہؓ قمریٰ ہیں کہ ایک دن، حضور ﷺ میں تشریف لائے، میں آپؓ کے چہرے کے آثار دیکھ کر سمجھ گئی، کہ آج کوئی اہم بات پیش آئی ہے۔ آپؓ نے گھر میں وضو فرمایا اور کسی سے کوئی بات کئے بغیر مسجد میں چلے گئے، میں جھرے کی دیوار سے کان لگا کر کھڑی ہو گئی، کہ سنوں، آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ آپؓ منبر پر تشریف فرمائے اور بیان فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، کہ امر بالمعروف اور نهى عن المنکر کرتے رہو۔ (اللہ کی پیچان کرتے رہو اور اللہ کے غیر سے کچھ نہیں ہوتا ہے، اسے سمجھاتے رہو) اگر تم نے ایسا نہ کیا، ۱:- تو، میں تمہاری دعاویں کو قبول نہیں کروں گا۔

۲:- تم مجھ سے سوال کرو گے، تو میں تمہارے سوالوں کو پورا نہیں کروں گا۔

۳:- تم اپنے دشمنوں کے خلاف مجھ سے مدد طلب کرو گے، تو میں تمہاری مدد نہ کروں گا۔
آپ ﷺ یہ بیان فرم اک منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔

(ابن ماجہ)

ام ایکن ۷ فرماتی ہیں کہ میں بھرتو کر کے مدینہ جا رہی تھی منصرف نام کی جگہ پر پہنچی تو شام ہو گئی تھی، روزہ سے تھی لیکن ہمارے پاس پانی نہیں تھا اور پیاس کے مارے برا حال تھا، تو آسمان سے سفید رستی میں پانی سے بھرا ہوا ڈول اترا، ام ایکن کہتی ہیں کہ میں نے اس ڈول سے خوب پانی پیا، پھر اس دن کے بعد سے مجھے کبھی پیاس نہیں لگی۔ حالانکہ میں تیز گرمیوں میں روزہ رکھتی تھی تاکہ مجھے پیاس لگے۔ لیکن مجھے پیاس نہیں لگتی تھی۔

(اصابہ: ۳-۲۲۲-۲۲۲- طبقات ابن سعد: ۸)

حضرت علاء بن حضرمیؓ کی جماعت بحرین گئی ہوئی تھی سفر میں پانی نہیں تھا۔ جسکی وجہ سے اونٹ بھی پیاس کے مارے قافلہ سے بھاگ گئے اور ان پر جو سامان اور کھانا بندھا ہوا تھا، اس سے بھی صحابہؓ محروم ہو گئے۔ ساری جماعت پیاس سے پریشان ہو گئی، تو تمیم کر کے سب نے نماز پڑھ کر اللہ سے پانی کا انتظام کرنے کی دعا کی، یہ لوگ دعا کر رہے تھے، کہ پیچھے سے پانی اپنے کی آواز نہیں۔ جب پیچھے پلٹ کر دیکھا، تو زمین سے ایک چشمہ پھوٹ کر پانی کی دھار بہہ رہی اور جو جانور سامان لیکر چلے گئے تھے۔ وہ سب بھی ایک ساتھ واپس آ رہے تھے، جیسے انہیں کوئی پکڑ کر لارہا ہو۔

(تہیقی۔ بخاری)

عبداللہ بن جعفرؑ گو دس لاکھ (۱۰۰۰۰۰۰) درہم کے بدالے میں ایک زمین ملی، جو بخوبی، انہوں نے اپنے غلام سے مصلیٰ لیکر اس زمین پر چلنے کو کہا۔ زمین پر پہنچ کر غلام سے مصلیٰ بچانے کو کہا۔ پھر مصلیٰ پر کھڑے ہو کر دور کعت نماز پڑھی، سجدے میں بہت دیر تک پڑے رہے، پھر نماز سے فارغ ہو کر، غلام سے کہا، کہ مصلیٰ اٹھا کر یہاں کی زمین کھودو۔ جب غلام نے وہاں کی زمین

کھودی، تو پانی کا ایک چشمہ وہاں سے ابلجے گا۔

(فضائل اعمال)

ایک مرتبہ حضرت انسؓ کے غلام نے حضرت انسؓ سے باغ اور کھیت میں پانی نہ ہونے کی شکایت کی۔ تو حضرت انسؓ نے اس سے پانی مانگا اور وضو کیا، پھر دور کعت نماز پڑھی اور غلام سے کہا، کہ باہر جا کر دیکھو، کیا آسمان سے بادل آیا؟ اس نے باہر دیکھ کر بتایا کہ بادل تو نہیں ہے۔ جس پر حضرت انسؓ نے دوبارہ، تیسرا، اور چوتھی مرتبہ نماز پڑھ کر پھر غلام سے کہا کہ اب جا کر دیکھو۔ اس بار غلام نے آکر بتایا، کہ ہاں چڑیا کے پر کے برابر ایک بادل نظر آ رہا ہے۔ یہن کر انہوں نے پھر نماز پڑھی اور خوب دیر تک دعا کرتے رہے، پھر غلام نے بتایا کہ خوب بارش ہو رہی ہے۔ تو آپ نے اسے اپنا گھوڑا دیکھ کر کہا، کہ جادیکھ کر آ کہاں تک بارش ہوئی؟ وہ گیا اور واپس آ کر اس نے بتایا، کہ اپنے باغ اور کھیت کے علاوہ کہیں بارش نہیں ہوئی ہے۔

(طبقات ابن سعد)

چوہے کے بیل سے رزق

ایک دن حضرت مقدادؓ ضرورت پوری کرنے کے لئے اپنے گھر سے چلے اور ایک بے آباد جگہ پر ضرورت پوری کرنے کیلئے بیٹھ گئے، اتنے میں ایک بڑا سا چوہا ایک دینار اپنے منہ میں دبائے ہوئے آیا اور ان کے سامنے اسے ڈال کر واپس چلا گیا۔ ایک ایک کر کے اس چوہے نے ستر (۷۰) دینار ان کے سامنے لا کر رکھے۔

حضرت مقدادؓ دینار لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پورا واقعہ بتایا۔ حضور ﷺ نے ان سے پوچھا۔ کہ تم نے چوہے کے بیل میں اپنا ہاتھ تو نہیں ڈالا تھا؟

حضرت مقدادؓ نے جواب دیا، یا رسول اللہ ﷺ میں نے اس کے بیل میں اپنا ہاتھ نہیں ڈالا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اسے لے لو، یہ اللہ کی طرف سے تمہیں روزی بیچھی گئی ہے، جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے، کہ تمہیں ایسی جگہ سے روزی دوں گا، جہاں سے تمہیں مکان بھی نہ ہوگا۔

ان کی بیوی حضرت ضباءؓ کہتی ہیں، کہ اللہ تعالیٰ نے ان دیناروں میں بہت برکت فرمائی، یہ اس وقت تک ختم نہیں ہوئے، جب تک کہ ہمارے گھر میں چاندی کے درہم بوریوں میں بھر کر نہیں رکھے جانے لگے۔

(دلاں: ج ۱۶۵)

تین دینار کا سرمایہ، وہ بھی صدقہ کر دیا

حضرت ابو امامہ دوسروں پر خرچ کرنے کیلئے گھر پر پیسے رکھتے تھے۔ کبھی کسی مانگنے والے کو خالی ہاتھ و اپس نہیں کرتے تھے۔ اگر پیسے نہیں ہوتے تو اسے ایک پیاز یا ایک کھجور، ہی دے دیتے تھے۔ ایک دن ایک مانگنے والا ان کے پاس آیا، ان کے پاس صرف تین دینار تھے، ایک دینار اس کو دے دیا، کچھ دیر بعد دوسرا مانگنے والا آیا، ایک دینار اس کو دے دیا، پھر تھوڑی دیر بعد تیسرا آیا انہوں نے وہ بھی اٹھا کر اسے دے دیا۔

ان کی عیسائی باندی نے جب آ کر دیکھا تو اسے بہت غصہ آیا اور اس نے غصہ میں کہا کہ تم نے ہمارے کھانے کے لئے بھی کچھ نہیں چھوڑا، انہوں نے اسکی بات سنی اور آ کر لیت گئے، جب ظہر کی اذان ہوئی، تو یہ اٹھے اور وضو کر کے مسجد چلے گئے، یہ روزہ سے تھے۔ اس وجہ سے انکی باندی کو ان پر ترس آگیا اور غصہ اتر گیا، وہ باندی کہتی ہے، کہ میں نے ادھار لے کر، ان کے لئے رات کا کھانا پکایا اور گھر میں چراغ جلانے کیلئے ان کے بستر کے پاس گئی، جب بستر اٹھایا، تو اسکے نیچے سونے کے دینار رکھے ہوئے تھے۔ میں نے انھیں گناہ تو وہ پورے تین سو تھے۔ میں نے سوچا کہ اتنے دینار یہ اپنے پاس رکھے ہوئے تھے۔ اس لئے وہ دینار مانگنے والے کو دے دیا۔ جب عشاء کی نماز کے بعد وہ گھر واپس آئے تو چراغ کی روشنی میں دستر خوان لگا دیکھا، اسے دیکھ کر مسکرا یا اور کہنے لگے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے یہاں سے آیا ہے؟ یہ سن کر میں کچھ نہ بولی، ان کو کھانا کھلایا، پھر کھانا کھانے کے بعد میں نے ان سے کہا، اللہ آپ پر حرم فرمائے، آپ اگر جاتے وقت ان دیناروں کے بارے میں مجھے بتادیتے، تو میں اس

دیناروں کو اٹھا کر رکھ لیتی۔

حضرت ابوالامام[ؑ] نے پوچھا کون سے دینار؟ میرے پاس تو کچھ نہیں تھا جسے میں چھوڑ کر جاتا تو میں نے بستر اٹھا کر وہ دینار دکھائے۔ ان دیناروں کو دیکھ کر وہ خوش بھی ہوئے اور حیران بھی ہوئے۔ انکی اس خوشی اور حیرانی کو دیکھ کر مجھ پر بڑا اثر ہوا، میں نے اپنا زنا کا شذ^ڈ الا اور مسلمان ہو گئی۔ (جلیلہ: ۱۰- ۱۳۹)

حضرت سائب بن اقرع[ؑ] کو حضرت عمر[ؓ] نے مدان کا گورنر بنایا۔ ایک بار وہ کسری کے دربار میں بیٹھے ہوئے تھے، جہاں ان کی نظر دیوار پر بنی ہوئی ایک تصویر پر پڑی، جو انگلی سے ایک طرف اشارہ کر رہی تھی۔

حضرت سائب بن اقرع[ؑ] فرماتے ہیں کہ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ کسی خزانے کی طرف اشارہ کر رہی ہے، میں نے اس جگہ کھو دا تو بہت بڑا خزانہ وہاں سے نکلا۔ میں نے خط لکھ کر حضرت عمر[ؓ] کو خزانہ ملنے کی خبر کی اور یہ بھی لکھا کہ یہ خزانہ اللہ نے مجھے بغیر کسی مسلمان کی مدد کے دیا ہے۔ تو حضرت عمر[ؓ] نے جواب میں لکھا کہ بیشک یہ خزانہ تمہارا ہے، لیکن تم مسلمانوں کے امیر ہو اسلئے اسے مسلمانوں میں بانٹ دو۔

(اصابہ: ۲)

ام سلمہ[ؓ] کے یہاں ایک دن ہدیہ میں ایک پیالہ گوشت آیا۔ انہوں نے اس گوشت کے پیالہ کو حضور ﷺ کے کھانے کیلئے، اپنی باندی سے رکھوادیا۔ اسی وقت باہر مانگنے والا آیا۔ تو ام سلمہ[ؓ] نے اسے آگے جانے کو کہا، تو وہ چلا گیا۔ اتنے میں حضور ﷺ گئے، تو ام سلمہ[ؓ] نے اپنی باندی سے وہ گوشت کا پیالہ حضور ﷺ کے کھانے کیلئے مانگا، باندی جب پیالہ لے کر آئی، تو انہوں نے دیکھا، کہ اس گوشت کو اللہ تعالیٰ نے پتھر میں بدل دیا تھا۔

(فضائل صدقات)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ اللہ کے راستہ میں گئے، مجھ

سے حضور ﷺ نے پوچھا اے ابو ہریرہ تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟ میں نے کہا جی ہاں کچھ کھجور میں تھیں میں ہیں۔ آپ ﷺ نے کہا انھیں لے آؤ میں نے وہ کھجور لے جا کر آپ کو دے دی۔ پھر فرمایا: دس آدمیوں کو بلا لاؤ، میں دس آدمیوں کو بلا لایا۔ ان سب نے پیش بھر کر کھجوریں کھائیں۔ اسی طرح دس دس آدمی آتے رہے اور کھاتے رہے۔ یہاں تک کہ ساری جماعت نے وہ کھجور کھائی۔ پھر بھی تھیں میں کھجوریں بچی رہیں۔ پھر آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا، اے ابو ہریرہ اجب تم کھجوریں کھانا چاہو، تو تھیں میں ہاتھ ڈال کر نکال لیا کرنا۔ پر اس تھیلی کو بھی اللہ نہیں۔ ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی ساری زندگی اس تھیلی سے کھجوریں نکال کر کھاتا رہا۔ پھر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ساری زندگی اس تھیلی سے نکال کر کھاتا رہا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ساری زندگی کھاتا رہا، آخر میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ساری زندگی میں اسی تھیلی سے کھجوریں کھاتا رہا۔ جس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا اس دن کی بھگدڑ میں میری تھیلی کہیں گم ہو گئی۔ اپنے شاگردوں سے فرمایا، کہم لوگوں کو بتاؤں میں نے (لگ بھگ بیس سال میں) اس میں سے کتنی کھجوریں کھائی ہیں؟ لوگوں نے کہا بتلائیے، ابو ہریرہ نے فرمایا دوسو سو سو یعنی ۵۰۰۰ میں (لگ بھگ ۲۲۵ کنٹل)

(بدایہ: ۲۔ ۱۱۔ دلائل۔ ص ۱۵۵)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ ماتے ہیں کہ ایک آدمی نے آکر حضور ﷺ سے غلہ مانگا۔ آپ ﷺ نے آدھا و سوت (لگ بھگ ایک کنٹل) کھو اسے دے دیا۔ وہ آدمی اس کی بیوی اور اس کا غلام، یہ تینوں بہت دنوں تک اس جو کو کھاتے رہے۔ لیکن ایک دن اس نے اس غلے کو تول لیا۔ جب حضور ﷺ کو اس کے جو تو لئے کا علم ہوا، تو آپ ﷺ نے اس آدمی کو بلا کر فرمایا:، اگر تم لوگ اسے تو لئے نہ، تو ہمیشہ کھاتے رہتے، وہ بھی ختم نہ ہوتا۔

(بدایہ: ۱۰۳)

حضرت امیر شریق دویسیہ نے ہجرت کی، راستے میں ایک یہودی کا ساتھ ہو گیا، یہ روزے سے تھیں اور شام ہو چکی تھی، ان کے پاس کھانے پینے کو کچھ نہ تھا۔ اس یہودی نے اپنی بیوی سے کہا، کہ تم اس

مسلمان کو پانی نہ دینا، ورنہ تمہاری خیریت نہیں۔ ام شریک پیاسی ہی سو گئیں۔ تہجد کے وقت اللہ تعالیٰ نے ایک پانی سے بھرا ہوا ڈول اور تھیلا آسمان سے اتارا، جس ڈول سے انہوں نے خوب پانی پیا۔

(ابن سعد: ۸-۱۵۷)

کچی سے گھی پلٹنے کے بعد بھی کچی بھری رہی

ایک مرتبہ حضرت ام شریک نے اپنی باندی کو گھی دے کر حضور ﷺ کے یہاں بھیجا، حضور ﷺ نے اس کچی سے اپنے برتن میں گھی پلٹ لیا اور اس خالی گھی کو باندی کے حوالے کر کے فرمایا، اس کچی کو گھر جا کر لٹکا دینا اور اس کا منہ بند نہ کرنا۔

پچھلے بعد ام شریک نے دیکھا، کہ کچی اسی طرح گھی سے بھری ہوئی لٹک رہی ہے، انہوں نے باندی کو بلا کر ڈالنا، کہ میں نے تجھ سے یہ کچی حضور ﷺ کے یہاں لے جانے کو کہا تھا، اسے کیوں نہیں پہنچایا؟ باندی نے کہا میں اس کا گھی دے آئی تھی۔

یہ سن کرام ام شریک حضور ﷺ کے پاس گئیں اور جا کر ساری بات بتا کیں، انکی بات سن کر حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ نے تمہیں بہت جلد بدلہ دے دیا۔ اے ام شریک! اس کچی کا منہ بھی بند نہ کرنا۔ چنانچہ بہت دنوں تک انکے گھر والے اس کا گھی کھاتے رہے۔ ایک بار بھول سے ام شریک نے اس کچی کا منہ بند کر دیا۔ بس اسی روز سے اس کچی کا گھی کم ہونے لگا اور ایک دن ختم ہو گیا۔

(ابن سعد: ۸-۱۵۷)

ایک مرتبہ حضور ﷺ حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت فاطمہؓ سے پوچھا کیا تمہارے یہاں کھانے کو کچھ ہے؟ حضرت فاطمہؓ نے کہا، کہ میر یہاں کھانے کو تو کچھ نہیں ہے۔ یہ سن کر آپ ﷺ واپس چلے گئے، پچھلے بعد حضرت فاطمہؓ کی پڑوں نے دوروٹیاں اور ایک ٹکڑا بھنا ہوا گوشت بھیجا۔ حضرت فاطمہؓ نے وہ لیکر کھدیا اور اپنے بیٹے سے حضور ﷺ کو بلا لانے کو کہا۔ جب حضور ﷺ دوبارہ تشریف لائے تو حضرت فاطمہؓ نے ان سے کہا، کہ اللہ نے کھانے کو کچھ بھیج دیا ہے، اس لئے میں نے آپ کو بلا یا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: لے آؤ، حضرت فاطمہؓ قمری

ہیں، کہ جب میں اس پیالہ کو لائی اور کھول کر دیکھا، تو میں حیران رہ گئی، کیوں کہ سارا پیالہ گوشت اور روٹیوں سے بھرا ہوا تھا۔ میں سمجھ گئی، کہ اللہ نے برکت دی، میں نے وہ سارا کھانا حضور ﷺ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ ﷺ نے کھانے کو دیکھ کر مجھ سے پوچھا اے بیٹی! تمہیں یہ کھانا کہاں سے ملا؟ میں نے کہا اے ابا جان یہ کھانا اور اللہ کے یہاں سے آیا ہے۔ یہ جواب سن کر حضور ﷺ نے فرمایا: اے بیٹی! تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہے، جس نے تمہیں مریم کے مشابہ بنایا ہے۔

کیوں کہ اللہ تعالیٰ جب انھیں آسمانوں سے روزی صحیح تھے، پھر ان سے جب اس روزی کے بارے میں پوچھا جاتا، تو وہ بھی یہی جواب دیتی تھیں، کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کے اوپر سے بھیجا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر: ۳۶۰)

حضرت ام مالکؓ اپنی کپتی میں گھٹی رکھ کر حضور ﷺ کو ہدیہ میں بھیجا کرتی تھیں۔ ایک بار ان کے بیٹے نے سامان مانگا، اس وقت ان کے گھر میں کچھ نہیں تھا۔ وہ اپنی اس کپتی کے قریب گئیں، جس کپتی میں گھٹی رکھ کر حضور ﷺ کو بھیجا تو تھیں۔ اس کپتی میں انھیں گھٹی مل گیا۔ حالانکہ اسے خالی کر کے لٹکایا تھا۔ اپنے بیٹوں کو بہت عرصہ تک سالم کی جگہ اس کپتی سے گھٹی نکال کر کھلاتی رہیں۔

آخر ایک بار انھوں نے اس کپتی کو نچوڑ لیا پھر اس میں سے گھٹی نکلنا بند ہو گیا۔ انھوں نے حضور ﷺ کے پاس جا کر سارا واقعہ بتایا۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا تم نے اسے نچوڑا تھا؟ انھوں نے کہا جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم اسے نہ نچوڑتی تو تمہیں ہمیشہ اس میں سے گھٹی ملتا رہتا۔

(بدایہ: ۶۰۲)

حضرت ام اوسؓ نے گھٹی کو پکا کر ایک کپتی میں ڈالا اور حضور ﷺ کو ہدیہ میں دے دیا حضور ﷺ نے وہ گھٹی اپنے برتن میں ڈال کر، انھیں کپتی واپس کرتے ہوئے برکت کی دعا دی۔

انھوں نے گھر جا کر دیکھا کہ وہ کپتی گھٹی سے بھری ہوئی ہے، وہ سمجھیں کہ شاید حضور ﷺ نے میرا ہدیہ قبول نہیں کیا ہے۔ وہ حضور ﷺ کے پاس واپس آئیں اور عرض کیا آپ ﷺ نے میرا ہدیہ قبول کیوں نہیں کیا؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ میں نے تو ہدیہ قبول کر لیا تھا، یہ تو اللہ نے

برکت فرمائی ہے کہ تمہاری کمی کی گھی سے بھر گئی۔

چنانچہ حضور ﷺ کی ساری زندگی وہ اس کمی سے گھی نکال کر کھاتی رہیں۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق حضرت عمر حضرت عثمانؓ کی خلافت تک وہ اس کمی سے گھی کھاتی رہیں۔ پھر جب حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ میں اختلاف پیدا ہوا، تو اس وقت بھی وہ اسی سے گھی کھاتی تھیں۔ (لگ بھگ ۲۱ سال ہو چکے تھے پر گھی کمی سے ختم نہیں ہوا)

(اصابہ: ۲- ۳۱۰- ۳۳۱- پیشی: ۸- ۳۱۰)

حضرت ام سليمؓ نے اپنی منہ بولی بیٹی کے ہاتھ، حضور ﷺ کو گھی بھیجوایا۔ وہ لڑکی دے کر آئی اور کمی کو گھر میں لا کر لے کا دیا۔ ام سليمؓ اس وقت گھر میں نہیں تھیں جب وہ گھر میں لوٹیں، تو کمی سے گھی میپتا دیکھ کر اپنی بیٹی سے کہا، میں نے تم سے حضور ﷺ کو گھی بھیجوایا تھا، تو واپس کیوں لے آئی؟ لڑکی نے کہا، گھی تو میں دے آئی ہوں، اگر آپ کو میری بات پر اطمینان نہ ہو، تو آپ خود جا کر حضور ﷺ سے پوچھ لیں۔ حضرت ام سليمؓ اس لڑکی کو ساتھ لیکر حضور ﷺ کے پاس گئیں اور آپ ﷺ سے کہا، یا رسول اللہ میں نے اس کے ہاتھ آپ کو گھی بھیجوایا تھا، یہ کہہ رہی ہے، کہ اس نے آپ کو گھی دے دیا ہے، لیکن کمی گھر میں گھی سے بھری پک رہی ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: کہ ہاں..... یہ میرے پاس آ کر مجھے گھی تو دے گئی ہے، اب تم تجب اس بات پر کر رہی ہو، کہ وہ خالی کمی گھی سے کیسے بھر گئی؟!! اے..... اللہ اب تمہیں کھلارہ ہے ہیں، تو اس میں سے اب تم بھی کھاؤ اور دوسروں کو بھی کھلاؤ۔

حضرت ام سليمؓ فرماتی ہیں، کہ میں گھر واپس آئی اور اس گھی کو تھوڑا سا اپنے پاس رکھ کر باقی کا سارا تقسیم کر دیا۔ ہم نے اپنے بچے ہوئے گھی کو سالم کی جگہ پر ایک یادو گھینہ استعمال کیا۔

(بدایہ: ۲- ۱۰۳- دلائل: ص: ۲۰۲- ۳- اصابہ: ۳۲۰)

ایک دن حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا، کہ مجھے آپ کی وجہ سے لوگوں کو برا بھلا کہنا پڑتا ہے۔ جب تب آپ کوئی ایسی بات زبان سے نکال دیتے ہیں۔ کہ لوگوں کو بولنے کا

موقع مل جاتا ہے۔ جیسے آج آپ نے خطبہ دیتے ہوئے زور سے کہا، اے ساری یا پہاڑ کی طرف ہو جاؤ۔ حضرت عمرؓ نے کہا، اللہ کی قسم! میں اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھ سکا، میں نے دیکھا، کہ ساری یہ کی جماعت ایک پہاڑ کے پاس لڑ رہی ہے اور ہر طرف سے ان پر حملہ ہو رہا ہے، اس پر میں اپنے آپ کو پونہ روک سکا اور بول پڑا کہ ”اے ساری یا! پہاڑ کی طرف ہو جاؤ۔ (تاکہ صرف سامنے سے لڑنا پڑے)“ پچھو دن بعد حضرت ساری یہاں قاصد خط لیکر آیا، جسمیں لکھا تھا، کہ جمعہ کے دن ہم لوگوں کو جب دشمن نے گھیر لیا تھا، تو اس وقت مجھے یہ آواز سنائی پڑی کہ ”ساری یا!“ پہاڑ کی طرف ہو جاؤ! میں وہ آواز سن کر اپنے ساتھیوں سمیت پہاڑ کی طرف ہو گیا۔ پھر ہم لوگوں نے دشمن کو ہر بھی دیا اور انھیں قتل بھی کیا (ساری یہی جماعت مدینہ سے لگ بھگ ۵۰۰ کلومیٹر دور دشمن سے گھری تھی، جہاں یہ آواز پہنچی تھی)

(دلائل: ص ۲۱۰)

حضرت ائمہ بن حفییرؓ اور ایک انصاری صحابیؓ ایک رات حضور ﷺ کے پاس تھے، یہ لوگ اپنی کسی ضرورت کے بارے میں بتائیں کر رہے تھے، جب وہاں سے اٹھ کر اپنے گھر آنے لگے، تو بہت رات ہو چکی تھی، باہر بہت سخت اندھیرا تھا۔

ان دونوں لوگوں کے ہاتھ میں ایک ایک چھوٹی لامبی تھی، تو ان میں سے ایک کی لامبی سے یکا یک (تارچ کی طرح) روشنی نکلنے لگی، جس کی روشنی میں یہ دونوں چلتے ہوئے ایک دورا ہے پر پہنچے، جہاں سے دونوں کو الگ ہونا تھا۔ تو دوسرے صحابی کی لامبی سے بھی روشنی نکلنے لگی اور یہ دونوں اپنی لامبی کی روشنی میں اپنے گھروں کا پہنچ گئے۔

(بدایہ: ۲-۱۵۲۔ ابن سعد: ۳-۲۰۶۔)

حضرت حمزہ بن عمرو اسلامیؓ فرماتے ہیں، کہ ہم ایک سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے، سخت اندھیری رات تھی، اس میں ہم لوگ ادھر ادھر بکھر گئے، تو ہماری انگلیوں سے روشنی نکلنے لگی، میری انگلیوں کی اس روشنی سے لوگوں نے اپنی سواری اور گرے ہوئے سامان کو جمع کیا، تب کہیں جا کر میری انگلیوں سے روشنی ختم ہوئی۔

(بدایہ: ۸-۲۱۳۔ پیشی: ۹-۳۱۳۔)

حضرت ابو حفص فرماتے ہیں، ہم تمام نمازیں رسول اللہ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ پھر اپنے محلے بنو حارث واپس ہو جاتے تھے، ایک رات سخت اندر ہیرا تھا اور بارش بھی ہو چکی تھی، ہم لوگ مسجد سے نکلے تو میری لاٹھی سے روشنی نکلنے لگی، اس روشنی میں چل کر ہم اپنے محلے میں پہنچے۔

(حکم: ۳۵۰-۲)

حضرت عمر و بن عبّسؑ ایک سفر میں گئے، وہاں جب یا اپنے اونٹ چرانے جاتے، تو دو پھر کے وقت، بادل آ کر ان پر سایہ کر لیتا۔ یہ جدھر جاتے، بادل بھی ادھر ہی چل دیتا۔

(اصابہ: ۲-۳)

حضرت عباس بن سہلؑ فرماتے ہیں، ایک صبح لوگوں کے پاس پانی، بالکل نہیں تھا، لوگوں نے حضورؐ سے یہ بات بتلائی۔ آپؐ نے دعا کی، تو اللہ تعالیٰ نے ایک بادل اسی وقت بھیجا، جو خوب زور سے برسا، لوگ سیراب ہو گئے، پھر سب نے اپنی ضرورتیں پوری کیں اور برتوں میں بھی بھر لیا۔

(دلائل: ص ۱۹۰)

ایک قبیلہ کو حضورؐ نے یہ دعا دی تھی، کہ جب بھی اس قبیلہ کا کوئی آدمی انتقال کرے گا، تو اس کی قبر پر ایک بادل آ کر ضرور برسے گا۔

ایک بار اس قبیلہ کے آزاد کردہ ایک غلام کا انتقال ہوا، تو مسلمانوں نے کہا، آج ہم حضورؐ کے اس فرمان کو بھی دیکھ لیں گے، کہ قوم کا آزاد کردہ غلام، قوم والوں میں سے ہی گنا جاتا ہے۔ چنانچہ جب اس غلام کو دفن کیا گیا، تو ایک بادل آ کر اس کی قبر پر برسا۔

(کنز: ۷-۱۳۶)

حضرت مالک اشجعؑ نے حضورؐ سے اپنے بیٹے عوف کے قید ہو جانے کے بارے میں بتلایا، تو حضورؐ نے فرمایا: اس کے پاس یہ خبر بھیج دو، کہ ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“، کو کثرت سے پڑھیں۔ چنانچہ قاصد نے جا کر حضرت عوفؓ کو حضورؐ کا یہ پیغام پہنچا دیا۔ حضرت عوفؓ نے خوب کثرت سے اسے پڑھنا شروع کر دیا، تو کافروں نے ائمکے ہاتھ کو جس چڑے کی ڈوری سے

باندھا ہوا تھا، وہ ڈوری ٹوٹ کر گر گئی، حضرت عوف قید سے باہر نکل آئے۔ باہر آ کر انہوں نے دیکھا، کہ ان لوگوں کی ایک اونٹی وہاں پر موجود ہے حضرت عوف اس پر سوار ہو کر چل دیئے۔ آگے جا کر دیکھا، کہ ان کافروں کے سارے جانور ایک جگہ پر جمع ہیں۔ انہوں نے جانوروں کو آواز لگائی، تو سارے جانور ان کے پیچھے چل پڑے۔

جب یہ مدینہ پہنچے اور اپنے گھر کے سامنے جا کر اونٹی سے اترے، تو سارا کاسار امیدان انکے ساتھ آئے ہوئے اونٹوں سے بھر گیا۔ ان کے والد ان کو لے کر حضور ﷺ کے پاس پہنچے اور سارا واقعہ بتایا، جس پر حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: تمہارے ساتھ آئے ہوئے سارے اونٹ تمہارے ہیں، ان کو جو چاہے کرو۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی ﴿وَيَرْزُقُهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَوَكَّلُ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ إِنَّ اللَّهَ بِالْغَيْرِ أَمْرِهِ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا﴾ "جو صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، اللہ اسکے لئے نقصانوں سے نجات کی شکل نکال دیتے ہیں۔ اور اس کو ایسی جگہ سے روزی پہنچاتے ہیں، جہاں سے اسکو گمان بھی نہیں ہوتا اور جو آدمی اللہ پر تو تکل کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہیں۔"

(سورہ طلاق: ۳) (کنز: ۷-۵۹)

حضرت عوف بن مالک فرماتے ہیں کہ میں "رودھا" نام کی جگہ کے گرجا گھر میں سو رہا تھا، وہ گرجا گھر اب مسجد بن چکی ہے اور اس میں نماز بھی پڑھی جاتی ہے۔ جب میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ ایک شیر میری طرف آرہا تھا۔ میں گھبرا کر اپنے ہتھیاروں کی طرف لپکا، تو شیر نے مجھ سے انسان کی آواز میں کہا، کہ مٹھر جاؤ! مجھے تمہارے پاس ایک پیغام دیکر بھیجا گیا ہے۔ تاکہ تم اسے آگے پہنچا دو۔ میں نے کہا، تمہیں کس نے بھیجا ہے؟ اس نے کہا، اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس اس لئے بھیجا ہے، تاکہ آپ معاویہ گو بتا دیں، وہ جنت والوں میں سے ہیں، میں نے کہا، یہ معاویہ کون ہیں؟ اس نے کہا حضرت ابوسفیانؓ کے بیٹے۔

(بیانی: ۹-۳۵۷)

(۱۳۹-۶۷: بـدـاـيـهـ)

جماعت کے لیے جنگل، درندوں سے خالی ہو گیا

حضرت عقبہ بن عامرؓ اپنی جماعت کے ساتھ جنگل میں سفر کر رہے تھے، کہ شام ہو گئی، تو اپنے ساتھیوں سے کہا، یہاں خیمہ لگالو! ساتھیوں نے جنگل کے جانوروں کا عذر بتایا، یہ سنکر وہ ایک اونچی جگہ پر کھڑے ہوئے اور جنگل کے جانوروں اور کیڑوں مکڑوں کو مخاطب کر کے اعلان کیا، کہ ہم لوگ حضور ﷺ کے صحابی ہیں۔ تم لوگوں کو یہ حکم دیتے ہیں، کہ اس جنگل کو تین دن کے اندر خالی کر دو، ورنہ تم لوگوں کا شکار کر لیا جائے گا۔

حضرت عقبہ بن عامرؑ کی یہ آواز سن کر، جنگل کے جانوروں نے قطار سے جنگل سے باہر جانا شروع کر دیا۔ اور تین دن سے پہلے ہی سارے جنگل جانوروں اور کیرٹوں مکڑوں سے خالی ہو گیا۔

(طیقات ابن سعد ۷-۳۲۵)

عمر غنا کا خط دریا کے نام

حضرت عرو بن عاصؑ نے جب مصطفیٰ کرلیا تو عجمی مہینوں میں سے ”بونہ“ مہینے کے شروع ہونے پر مصر والے ان کے پاس آئے اور کہا، امیر صاحب! ہمارے اس دریائے نیل کی ایک عادت ہے، جس کے بغیر یہ چلتا نہیں، حضرت عروؑ نے ان سے پوچھا، وہ عادت کیا ہے؟ انہوں نے کہا، جب اس مہینے کی بارہ راتیں گزر جاتی ہیں، تو ہم ایسی کنواری لڑکی تلاش کرتے ہیں، جو اینے والدین کی اکلوتی لڑکی ہوتی ہے۔ اس کے والدین کو راضی کرتے ہیں اور اسے

سب سے اچھے کپڑے اور زیور پہننا کراس میں ڈال دیتے ہیں، حضرت عمرو بن عاصٰ نے کہا، یہ کام اسلام میں تو ہونیں سکتا، کیونکہ اسلام اپنے سے پہلے کے تمام (غلط) طریقے ختم کر دیتا ہے۔ چنانچہ مصر والے بونہ، ابیس، اور مسری تین مہینہ ٹھہرے رہے اور آہستہ آہستہ دریائے نیل کا پانی بالکل ختم ہو گیا۔ یہ دیکھ کر مصر والوں نے مصر چھوڑ کر کہیں اور چلے جانے کا ارادہ کر لیا۔

حضرت عمرو بن عاصٰ نے یہ دیکھا، تو انہوں نے اس بارے میں حضرت عمرؓ کو خط لکھا، حضرت عمرؓ نے جواب میں لکھا، آپ نے بالکل ٹھیک کیا، بیشک اسلام اپنے پہلے کے تمام غلط طریقے ختم کر دیتا ہے۔ میں آپ کو ایک پرچہ بھیج رہا ہوں، جب آپ کو میرا خط ملے تو آپ میرا وہ پرچہ دریائے نیل میں ڈال دیں۔ جب خط حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا تو انہوں نے وہ پرچہ کھولا اس میں یہ لکھا ہوا تھا: ”اللہ کے بندے امیر المؤمنین عمر کی طرف سے مصر کے دریائے نیل کے نام۔ امباud! اگر تم اپنے پاس سے چلتے ہو تو مت چلو اور اگر تمہیں اللہ واحد قہار چلاتے ہیں، تو ہم اللہ واحد قہار سے سوال کرتے ہیں کہ وہ تجھے چلا دے؟“ چنانچہ صلیب کے دن سے ایک دن پہلے یہ پرچہ دریائے نیل میں ڈالا، ادھر مصر والے مصر جانے کی تیاری کر چکے تھے، کیونکہ ان کی ساری معیشت اور زراعت کا انحصار دریائے نیل کے پانی پر تھا۔ صلیب کے نصیح لوگوں نے دیکھا، کہ دریائے نیل میں سولہ (۱۶) ہاتھ پانی چل رہا ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ نے مصر والوں کی اس بڑی رسم کو ختم کر دیا۔

(کنز: ۳۸۰-۳۸۱)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں، کہ جب حضور ﷺ نے حضرت علاء بن حضرمیؓ کو بھریں کی طرف بھیجا، تو میں بھی ان کے پیچھے ہو لیا۔ جب ہم لوگ سمندر کے کنارے پر پہنچے، تو حضرت علاء بن حضرمیؓ نے ہم لوگوں سے کہا کہ ”بسم اللہ کہہ کر سمندر میں گھس جاؤ“، چنانچہ ہم لوگ بسم اللہ کہ کر سمندر میں گھس گئے اور ہم نے سمندر پار کر لیا اور ہمارے اونٹوں کے پاؤں بھی گیلنے لہیں ہوئے۔

(دلائل۔ ص ۲۰۹۔ حلیہ۔ ۱۸)

ایمان کی علامت

﴿إِنَّ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِّرَ اللَّهُ وَجَلَّتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلَيَّتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادُتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ﴾

”کہ ایمان والے تو ہی ہیں، کہ جب ان کے سامنے اللہ کا نام لیا جاتا ہے، تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی خبریں انھیں سنائی جاتی ہیں، تو ان خبروں کو سن کر ان کے یقین بڑھ جاتے ہیں اور وہ لوگ صرف اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں۔ (انفال: ۲)

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے، کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا، کہ ایمان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم کو اللہ کا حکم پورا کر کے خوشی ہو اور اللہ کے کسی ایک بھی حکم کو چھوٹ جانے پر غم ہو، تو سمجھو، تم مومن ہو۔

حضرت عباس بن عبد المطلبؓ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ ﷺ کو میں نے یہ ارشاد فرتے ہوئے سنائے، کہ ایمان کا مزہ اس نے چکھا، جو اللہ تعالیٰ کو رب،

اسلام کو ضرور توں کے پورا کرنے کا طریقہ (دین) اور محمد ﷺ کو رسول ماننے پر راضی ہو جائے۔

(مسلم)

حضرت عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا، کہ کون سا ایمان افضل ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا: وہ ایمان جس کے ساتھ بھرت ہو۔

میں نے پوچھا، کہ بھرت کیا ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بھرت یہ ہے، کہ تم براہی کو چھوڑ دو۔

(مندرجہ)

حضرت عمرو بن شعیبؓ فرماتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ کو میں نے یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنائے

ہے، کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا، جب تک کہ ہر اچھی بُری تقدیر پر ایمان نہ لائے۔

(منداحمد)

حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ نے ایک دن رسول اللہ ﷺ کے سامنے دنیا کا ذکر کیا، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: غور سے سنو! دھیان دو، یقیناً سادگی، ایمان کا حصہ ہے، یقیناً سادگی، ایمان کا حصہ ہے۔

(ابوداؤد)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا، جب تک کہ اس کی تمام خواہشات اس طریقہ (دین) کے تابع نہ ہو جائیں، جس کو میں لیکر آیا ہوں۔

(ابن ماجہ)

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں، میں نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ اس طرح سے گزارا ہے، کہ ہم میں سے ہر ایک قرآن سے پہلے ایمان سیکھتا تھا اور جو بھی سورت حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوتی تھی، ہر ایک اس کے حلال و حرام کو ایسے سیکھتا تھا، جیسے تم لوگ قرآن سیکھتے ہو، اور جہاں وقف کرنا مناسب ہوتا تھا، اس کو بھی سیکھتا تھا، پھر اب میں ایسے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں جو ایمان سے پہلے قرآن حاصل کر لیتے ہیں اور سورہ فاتحہ شروع سے آخر تک ساری پڑھ لیتے ہیں، اور انھیں پتہ نہیں چلتا کہ ”سورہ فاتحہ“ کن کاموں کا حکم دے رہی ہے اور کن کاموں سے روک رہی ہے اور اس سورت میں کون سی آیت ایسی ہے، جہاں جا کر رک جانا چاہیے اور سورہ فاتحہ کو رذی کھجور کی طرح بکھیر دیتا ہے، یعنی جلدی جلدی پڑھتا ہے۔

(بیہی: ۱۶۵)

جندب بن عبد اللہؓ فرماتے تھے، ہم نو عمر لڑ کے حضور ﷺ ہوا کرتے تھے، پہلے ہم ایمان سیکھا، جس سے ہمارا ایمان اور زیادہ ہو گیا۔

(ابن ماجہ: ۱۱)



انمولِ موتی

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو خود یہ دعوت دی ہے، کہ وہ اللہ پر ایمان لا سیں، تاکہ اللہ تعالیٰ انھیں اپنی حمایت اور حفاظت میں لے لیں۔

(بیانی: ۵-۲۳۲)

حضرت ابن مسعود نے فرمایا: کوئی بندہ اس وقت تک ایمان کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا، جب تک کہ وہ ایمان کی چوٹی تک نہ پہنچ جائے۔ اور ایمان کی چوٹی پر اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا، جب تک اس کے نزدیک فقیری، مالداری سے اور چوٹھا بننا، بڑے بننے سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے اور اس کی تعریف کرنے والا اور اس کی برائی کرنے والا برابر نہ ہو جائے۔

(حلیہ: ۱-۲۳۲)

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا، کہ بندہ اس وقت تک ایمان کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا، جب تک کہ آخرت پر دنیا کو ترجیح دینے والے لوگوں کو کم عقل نہ سمجھے

(حلیہ: ۱-۳۰۶)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو علم اور ایمان چاہے گا اللہ تعالیٰ اسے ضرور دیں گے، جیسے ابراہیمؑ کو دیا، کہ اس وقت علم اور ایمان نہ تھا۔

(حلیہ: ۱-۳۲۵)

حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ بندے کا اللہ سے اور اللہ کا بندے سے اس وقت تک تعلق رہتا ہے، جب تک وہ اپنی خدمت دوسروں سے نہ کرائے۔ بلکہ اپنے کام وہ خود کرے، اور جب وہ اپنی خدمت دوسروں سے کرتا ہے، تو اس پر حساب واجب ہو جاتا ہے۔

(حلیہ: ۱-۲۱۲)

حضرت عمرؓ نے فرمایا، کہ بندہ کے اور اس کی روزی کے درمیان ایک پرده پڑا ہوا ہے، اگر بندہ صبر سے کام لیتا ہے تو اس کی روزی خود اس کے پاس آ جاتی ہے۔ اور اگرہ بے سوچے سمجھے روزی کمانے میں گھس جاتا ہے، تو وہ اس پر دے کے چھاڑ لیتا ہے۔ لیکن اپنے مقدر سے زیادہ نہیں پاتا ہے۔
(کنز العمال: ۲۰-۸)

حضرت عمرؓ نے فرمایا، کہ ایمان صرف ایمانی صورت بنانے سے نہیں ملتا۔

(کنز العمال: ۲۰-۸)

حضرت عمرؓ نے فرمایا، اے لوگوں اپنے باطن کی اصلاح کرو، تھہار اظاہر خود ٹھیک ہو جائے گا۔ تم اپنی آخرت کے لیے عمل کرو، تھہارے دنیا کے کام اللہ تعالیٰ کی طرف سے خود خود ہو جائیں گے۔

(بدایہ النہایہ: ۷-۵۶)

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا، کہ کوئی بندہ اللہ کے یہاں چاہے جتنی عزت و شرف والا ہو، لیکن جب دنیا کی کوئی چیز یا سامان اسے ملتا ہے، تو اس چیز کے لینے کی وجہ سے اللہ کے یہاں اس کا درجہ کم ہو جاتا ہے۔

(علیہ: ۳۰۶)

حضرت علیؓ نے فرمایا، کہ کچھ لوگوں کے جسم تو دنیا میں رہتے ہیں، لیکن ان کی روحون کا تعلق اللہ تعالیٰ سے جڑا ہوتا ہے، ایسے ہی لوگ، اس زمین پر اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں اور یہی لوگ اس کے دین کی دعوت دینے والے ہیں۔ ہائے!! مجھے ان لوگوں کے دیکھنے کا کتنا شوق ہے۔
(کنز العمال: ۵-۲۳۱)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابن آدم پر وہی چیز مسلط ہوتی ہے، ابن آدم جس چیز سے ڈرتا ہے۔ اگر ابن آدم، اللہ کے سوا کسی چیز سے نہ ڈرے، تو اس پر اللہ کے سوا کوئی چیز مسلط نہ ہو۔

ابن آدم کو اس چیز کے حوالے کر دیا جاتا ہے، جس چیز سے اسے نفع یا نقصان ملنے کا یقین ہوتا ہے، اگر ابن آدم اللہ کے سوا کسی چیز سے نفع یا نقصان کا یقین نہ رکھے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے کسی

چیز کے حوالے کریں۔

(کنز العمال: ۷۵)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ کو سفید موتی سے پیدا کیا، جس کے دونوں کناروں کے پٹھے لال یا قوت کے ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر: ۳-۲۶۷)

اللہ تعالیٰ نے موتی کی طرف وہی بھیجی کہ اے موی! فقیر وہ ہے، جو مجھے اپنا کفیل اور کار ساز نہ سمجھے اور میریض وہ ہے جو مجھے طبیب نہ سمجھے اور غریب وہ ہے، جو مجھے دینے والا اور ہمدرد نہ سمجھے۔

(جوہر الشہ: ۲۱)

حدیث قدسی: اے میرے بندے! ایک ارادہ تو کرتا ہے، اور ایک ارادہ میں کرتا ہوں، لیکن ہوتا وہی ہے، جو میں چاہتا ہوں۔ اگر تو اپنی چاہتوں کو میرے تابع نہیں کرے گا، تو میں تیری ہی چاہتوں میں تجھے تھا دو نگاہ اور دو نگاہی جو میں چاہتا ہوں۔

(کنز العمال: ۵۳)

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا، کہ جو بندہ اسلام کی حالت پر صبح و شام کرتا ہے، تو دنیا کی کوئی چیز اس کا نقصان نہیں کر سکتی ہے۔

(حلیہ: ۱۳۲)

حضرت عبیدہؓ نے فرمایا: مومن کے دل کی مثال چیزیا جیسی ہے۔ جو ہر دن نہ جانے کتنی بار ادھر ادھر پلٹتا رہتا ہے۔

(حلیہ: ۱۰۲)

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا، کہ ست آدمی کے مقدار میں جو لکھا ہے، وہ اسے مل کر رہے گا، کوئی تیز آدمی اس سے آگے بڑھ کر اس کے مقدار کا نہیں لے سکتا۔ اسی طرح خوب زیادہ کوشش کرنے والا انسان وہ چیز حاصل نہیں کر سکتا، جو اس کے مقدار میں نہ لکھی ہو۔

(حلیہ: ۱۳۲)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا، گناہ کرنے کے بعد کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں، جو گناہ سے بھی بڑی ہوتی ہیں، کہ اگر گناہ کرتے ہوئے تمہیں اپنے دامیں باکیں کے فرشتوں سے شرم نہیں آتی، تو یہ اس کے ہوئے گناہ سے بھی بڑا گناہ ہے۔

(کنز العمال: ۲۲۳-۸)

حضرت علیؑ نے فرمایا، کہ اپنے لیے آسانی اور رخصت والا راستہ اختیار نہ کرو، ورنہ تم غفلت میں پڑ جاؤ گے اور اگر تم غفلت میں پڑ جاؤ گے تو نقصان اٹھاؤ گے۔

(بدایہ والنہایہ: ۷-۳۰)

حضرت علیؑ نے فرمایا، کہ تم اللہ سے یقین مانگو اور اس کے سامنے عافیت کا شوق ظاہر کرو اور دل کی سب سے بہتر کیفیت دائی یقین ہے۔

(بدایہ والنہایہ: ۷-۳۰)

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب انسان گہری نیند میں سو جاتا ہے، تو اس کی روح کو عرش پر چڑھایا جاتا ہے۔ جو روح عرش پر پہنچ کر جاتی ہے، اس کا خواب سچا ہوتا ہے اور جو اس سے پہلے ہی جاگ جاتی ہے اس کا خواب جھوٹا ہوتا ہے۔

(بیہقی: ۱۶۲)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا فرماتے، کہ اے اللہ! میں پناہ چاہتا ہوں اس نماز سے جو نفع نہ ہو نچاہتی ہو۔

(ابوداؤد شریف: ۱۵۳۹)

حضرت معاویہؓ نے فرمایا، جب نماز کی صفائی کھڑی ہوتی ہیں، تو آسمانوں کے دروازے، جنت کے دروازے اور جہنم کے دروازے، کھول دئے جاتے ہیں اور جبکی ہوئی حوریں زمین کی طرف جھانکتی ہیں۔

(حاکم: ۲۹۹۲-۳)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا، مقدر کے جھلانے والے کی عیادت نہ کیا کرو، اور نہ ہی اس کی نماز جنازہ پڑھا کرو۔

(تفسیر ابن کثیر: ۲۶۷-۲۶۸)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا، کہ امت کا پہلا شرک مقدر کا جھلانا ہے۔

(احمد)

حضرت علیؓ نے فرمایا، جن کے عمل علم کے خلاف ہو گئے، وہ عمل اللہ کی اور اپنیں جائیں گے۔

(کنز العمال: ۵-۲۳۲)

حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: تم جتنا چاہے علم حاصل کرو، علم حاصل کرنے کا ثواب تب ملے گا، جب تم اس علم پر عمل کرو گے۔

(ابن عدی۔ خطیب)

حضرت علیؓ نے فرمایا، اس عبادت میں خیر نہیں، جس کا دینی علم نہ ہو اور اس دینی علم میں خیر نہیں، جسے آدمی سمجھا نہ ہو اور قرآن کی اس تلاوت میں کوئی خیر نہیں، جس میں انسان قرآن کے معنی اور مطلب میں غور و فکر نہ کرے۔

(خطیب: ۱۷۶-۱۷۷)

حضرت معاویہؓ نے فرماتے ہیں، کہ سب سے زیادہ گناہ کرنے والا انسان وہ ہے، جو قرآن پڑھے، لیکن اس کے معنی اور مطلب کونہ سمجھے، پھر وہ بچے، غلام، عورت اور باندی کو قرآن سکھائے، پھر یہ سارے لوگ مل کر قرآن کے ذریعہ علم والوں سے جھگڑا کریں۔

(جامع بیان العلم: ۲-۱۹۲)

حضرت جنید بغدادیؓ نے فرمایا، کہ جس کا علم، یقین تک، یقین، ڈر تک، ڈر، عمل تک، عمل ہلقوئی تک، ہلقوئی، اخلاص تک، اور اخلاص، مشاہدے تک نہیں پہنچاتا، تو وہ شخص ہلاک ہو جاتا ہے۔

(پانچ منٹ کامرس)

حضور ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ سے وہی لوگ ڈرتے ہیں، جو اس کی قدرت کا علم رکھتے ہیں۔

(سورہ قاطر: ۲۸)

حضرت ابن مسعود نے فرمایا، امت وہ انسان ہے، جو لوگوں کو بھلائی اور خیر سکھائے۔

(ابن سعد: ۱۹۵-۳)

حضرت ابن عباس نے فرمایا، کہ ایوب کے سامنے ایک مسکین پر ظلم ہوا تھا تو اس مسکین نے حضرت ایوب سے مدد مانگی کہ ظلم کو روک دے، لیکن انہوں نے اس کی مدد نہ کی اتنی سی بات پر اللہ تعالیٰ نے ان کو بیماری میں بیٹلا کر کے ان کا سارا مال ختم کر اکر آزمائش میں ڈال دیا۔

(کنز العمال: ۲۲۸-۲)

حضور ﷺ حضرت علیؓ کو کسی تقاضے پر بھجتے تھے، تو حضرت جبرئیلؑ ان کو دہنی طرف سے اور حضرت میکائیلؑ میں طرف سے ان کو اپنے گھیرے میں لیتے تھے، جب تک وہ واپس نہ آئیں، تب تک یہ دونوں ان کے ساتھ رہتے تھے۔

(احمد: ۱-۱۹۹۔ ابن سعد: ۳-۳۸)

ستائیں (۲۷) رمضان کو حضرت علیؓ شہید کئے گئے اور ۲۷ رمضان ہی کو حضرت عیسیٰؑ کو آسمانوں پر اٹھایا گیا۔

(حلیہ: ۱-۶۲)

حضرت عمرؓ نے حضرت سعد بن ابی و قاصؓ کو وصیت کی کہ اے سعد! تم نے حضور ﷺ کو نبی بنائے جانے سے لے کر ہم سے جدا ہونے تک جس کام کو کرتے ہوئے دیکھا ہے وہ کام تمہارے سامنے ہے۔ لہذا اس کام کی پابندی کرتے رہنا کیوں کہ یہی اصل کام ہے۔ یہ میری تم کو خاص نصیحت ہے۔ اگر تم نے اس کام کو چھوڑ دیا یا اس کام کی طرف توجہ نہ دی تو تمہارے سارے عمل بر باد ہو جائیں گے اور تم گھاٹا اٹھانے والا بن جاؤ گے۔



گناہِ کبیرہ

حضرت ﷺ کی ارشاد ہے: کہ جب کسی مومن سے گناہِ کبیرہ سرزد ہو جاتا ہے، تو ایمان کا نور اس کے قلب سے نکل کر اس کے سر پر سایہ کر لیتا ہے۔

(مسلم ہریف)

گناہِ کبیرہ جن پر عید میں آئی ہیں، جن کی تعداد، اکھتر (۱۷) ہیں۔ جو بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے۔ ایک گناہ بھی جہنم میں لے جانے کے لیے کافی ہے۔

(۱) اہم لعرف نہیں عن لمحکر کونہ کرنا	(۲) سود دینا	(۳) سود لینا
(۴) سود لکھنا	(۵) سود پر گواہ بننا	(۶) ظلم کرنا
(۷) جواہیلنا	(۸) جھوٹ بولنا	(۹) چوری کرنا
(۱۰) رشوت دینا	(۱۱) رشوت لینا	(۱۲) رشوت کے معاملے میں پڑنا
(۱۳) چغلی کرنا	(۱۴) ڈیکھیت ڈالنا	(۱۵) سمجھکر کرنا
(۱۶) بدکاری کرنا	(۱۷) خودکشی کرنا	(۱۸) ریا کاری کرنا
(۱۹) تہہست لگانا	(۲۰) بدگمانی کرنا	(۲۱) جھوٹی گواہی دینا
(۲۲) قطع رحمی کرنا	(۲۳) جھوٹی قسم کھانا	(۲۴) دھوکہ دینا
(۲۵) نسب میں طعن کرنا	(۲۶) وعدہ خلافی کرنا	(۲۷) یتیم کا مال کھانا
(۲۸) فخر کرنا	(۲۹) برے لقب سے پکارنا	(۳۰) شرعی پرداہ نہ کرنا
(۳۱) کسی کی غیبت کرنا	(۳۲) امانت میں خیانت کرنا	
(۳۳) کسی کی زمین پر ملکیت کا دعویٰ کرنا	(۳۴) شراب پینا	
(۳۵) فرض احکامات کو چھوڑنا	(۳۶) بے خطا جان کو قتل کرنا	
(۳۷) پڑوسی کو تکلیف ہو نچانا	(۳۸) بہنے کئے ہو کر بھیک مانگنا	
(۳۹) کسی کا عیب تلاش کرنا	(۴۰) حقارت سے کسی پر ہنسنا	

(۳۲) بڑوں کی عزت نہ کرنا	(۳۱) چھوٹوں پر رحم نہ کرنا
(۳۳) مال کو گناہ میں خرچ کرنا	(۳۲) جادوٹوں کرنا یا کرنا
(۳۴) کسی کے نقصان پر خوش ہونا	(۳۵) کسی جاندار کی تصویریں بنانا
(۳۶) کسی کے مال کا نقصان کرنا	(۳۷) کسی کے مال کا نقصان کرنا
(۴۰) محرومین کو محروم کا لباس پہنانا	(۴۰) محرومین کو محروم کا لباس پہنانا
(۴۲) پچھلے گناہ پر عار (شرم) دلانا	(۴۱) کسی کی آبرو کا صدمہ ہو نچانا
(۴۳) بلا وجہ کسی کو برا بھلا کہنا	(۴۳) اللہ کی رحمت سے نا امید ہونا
(۴۶) کسی کی کوئی چیز بلا اجازت لینا	(۴۵) عجب یعنی اپنے آپ کو اچھا سمجھنا
(۴۸) بغير شرعی عذر کے جماعت کی نماز چھوڑنا	(۴۷) کافروں اور فاسقوں کا لباس پہنانا
(۴۹) ضرورت مند کی باوجود وسعت کے مدد نہ کرنا	(۴۹) دنیا کمانے کے لیے علم دین حاصل کرنا

(۶۱) اوپر سے پہنے ہوئے کپڑوں سے ٹخنوں کو ڈھانکنا۔

(۶۲) داڑھی منڈانا، یا ایک مشت سے کم پر کترنا۔

(۶۳) شرعی طریقے پر ترکہ کو تقسیم نہ کرنا، با شخصوں بہنوں کو میراث سے ان کا حصہ نہ دینا۔

(۶۴) بخل یعنی شریعت میں جہاں جہاں خرچ کرنے کا حکم دیا ہے وہاں نہ کرنا۔

(۶۵) مزدور سے کام لے کر اس کی مزدوری نہ دینا، یا کم دینا، یا دیر کرنا۔

(۶۶) حرص یعنی مال جمع کرنے میں حرام اور ناجائز طریقوں سے نہ پچنا۔

(۶۷) کسی سے کینہ رکھنا، یعنی بدله لینے کا جذبہ دل میں رکھنا۔

(۶۸) کسی دنیاوی رنج سے تین دن سے زیادہ بولنا چھوڑ دینا۔

(۶۹) پیشتاب کی چھینٹوں سے بدن اور کپڑوں کی خفافت نہ کرنا۔

(۷۰) ماں باپ کی نافرمانی کرنا اور ان کو تکلیف دینا۔

(۷۱) بھوکوں اور نگلوں کی حیثیت کے موافق مدد نہ کرنا۔

توبہ کرنے میں چار (۴) شرطیں ہیں۔ جنہیں علماء کرام سے معلوم کر کے عمل میں لایا جائے۔

اس کتاب میں حضرت مولانا محمد سعد صاحب دامت برکاتہم کے دو (۲) مکمل بیانات، جو دہبر ۲۰۰۹ء میں ایٹ کھیڑا بھوپال میں ہوئے تھے، تی ڈی (CD) کی مدد سے لکھے گئے ہیں۔

حضرت والا نے اپنے بیان میں مسجد کی آبادی کی محنت پر زور دیتے ہوئے، مسجد کی آبادی کے طریقہ کار کے اصول بیان کیے، اسی طرح تعلیم کرانے کا طریقہ بھی بیان فرمایا۔ نیز اللہ کی ذات سے براہ راست لینے کے طریقہ سے بھی آگاہ کیا۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے آخری خطابات کے اقتباسات بھی افادہ عام کی غرض سے شامل کئے گئے ہیں۔

اسی طرح ایمان کی تقویت کے چار اسباب، انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام ﷺ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے غیبی مددوں کے حیرت انگیز تحریک العقول و افعالات بھی شامل ہیں۔ نیز آخر میں گناہ کبیرہ کی فہرست درج ہے، تاکہ مطالعہ کرنے والے حضرات لوگوں کا استحضار رہے۔

ISBN 81-7101-583-2 www.idara.co



9 788171 015832 ₹ 60000

﴿فُلْ مَنْ بِيَدِهِ مَلْكُوتُكُلٌّ شَيْءٌ وَهُوَ يُحِبُّ وَلَا يُحَاجِرُ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ
فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ فَانِي تُسْخَرُونَ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے نبی! آپ ان سے پوچھئے کہ ایسا کون ہے، جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا تصرف و اختیار ہے اور وہ پناہ دینے والا ہے؟ اگر تم (لوگ) جانتے ہو، تو بتاؤ؟ تو (زبان سے) بھی کہیں گے، کہ اللہ ہے۔ تو آپ ان سے کہیے کہ پھر (اللہ کے غیر کے) کیوں دیوانے بنے پھر ہے ہو۔ [مومن ۸۸-۸۹]

اسی بات کو بتانے اور سمجھانے کے لیے قرآن نے واقعات بیان کیے ہیں، کہ صالح کی قوم کے لیے پہاڑ سے اوثنی نکال دی۔ قرآن، 7: 73

موسیٰ کے ہاتھ کے انگوٹھے سے دودھ اور شہد نکال دیا۔ تفسیر ابن عطیہ 1/ 143
مراد موسیٰ بن ظفر عرف سامری ہے۔ «علیہ السلام» کی عالمت کاتب کی چوک بی۔
حضور ﷺ اور عیسیٰ کے لیے پا ہوا کھانا معم برتن کے آسمان سے اتار دیا۔ قرآن، 5: 114
کنواری مریم کی کوکھ سے عیسیٰ کو پیدا کر دیا۔ غالباً «حضرت» کو مرتب نے «حضرت اور» سن لیا ہے۔ قرآن، 3: 45

بنی اسرائیل کے لیے چالیس سال تک آسمان سے حلوہ اور بیش اتار کر گھلادیا۔

ام ایکمؑ کے لیے آسمان سے رسی میں بندھا پانی سے بھرا ہوا ڈول اتار دیا۔ سیر اعلام النبلاء 2/ 224

حضرت خبیثؑ کے لیے بند کمرے میں آسمان سے انگور کا خوشہ اتار دیا۔ البخاری 3045

جس طرح مریمؑ کے لیے ان کے کمرے میں آسمان سے پھل اتار کرتے تھے۔ قرآن 3: 37

میرے دوستو! یہ سارا کا سارا نظام اللہ رب العزت نے اپنی قدرت سے چلایا ہے اور اللہ

کی یہ قدرت اللہ کی ذات میں ہے، کہ کائنات کی کسی بھی شکل میں چاہے وہ شکل

چیزوں کی ہو یا جریل کی،

زمین کی ہو یا آسمان کی،

ذرے کی ہو یا پہاڑ کی،

قطرے کی ہو یا سمندر کی،